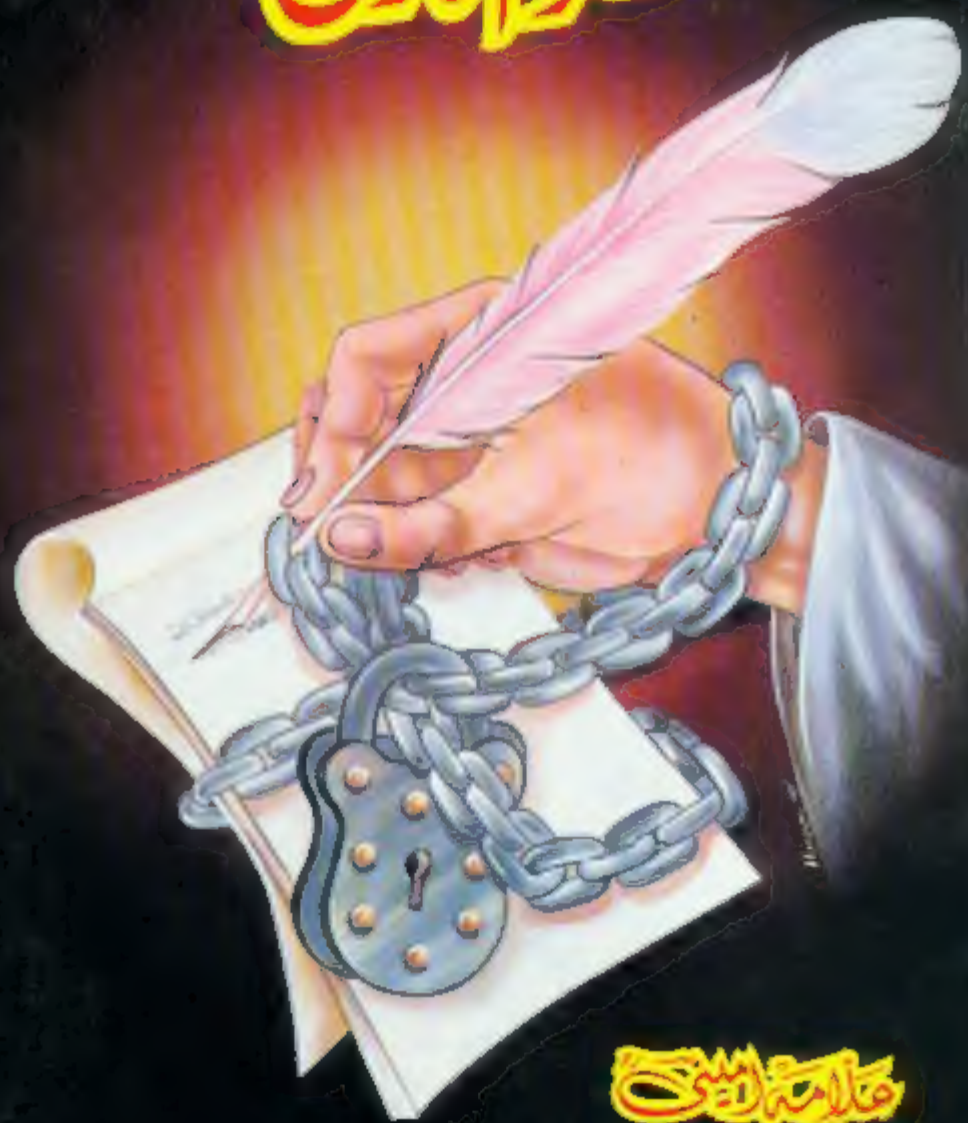


ابو طالب مظلوم تاريخ



قلم الكاتب

ابوطالب مظلوم تاریخ

عبدالحسین العروہ علامہ انسینی
(صاحب القلم)
۱۳۲۰ھ و ۱۳۹۰ھ

اسلام

”کیا تم نے پوری طرح سمجھ لیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟“

اسلام ایک ایسا دین ہے جس کی بنیاد حق و صداقت پر رکھی گئی ہے۔
یہ علم کا ایک ایسا سرچشمہ ہے جس سے عقل و دانش کے متعدد چشمے پھوٹتے ہیں۔
یہ ایک ایسا چراغ ہے جس سے لاقعداد چراغ روشن ہوتے رہیں گے۔
یہ ایک ایسا بلند رہنما مینار ہے جو اللہ کی راہ کو روشن کرتا ہے۔
یہ اصولوں اور اعتقادات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو حق و صداقت کے ہر متلاشی کو
الہمیتان بخشتا ہے۔

اے لوگو! جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اپنی برترین خوشنودی
کی جانب ایک شاندار راستہ اور اپنی مہودیت اور عبادت کا بلند ترین معیار قرار
دیا ہے۔ اس نے اسے اعلیٰ احکام، بلند اصولوں، محکم دلائل، ناقابل تردید تفوق
اور مسلمہ دانش سے نوازا ہے۔

اب یہ تمہارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو شان اور عظمت بخشی
ہے اسے قائم رکھو۔ اس پر غلوں و دل سے عمل کرو۔ اس کے معتقدات سے
انصاف کرو۔ اس کے احکام اور فرامین کی صحیح طور پر تعمیل کرو اور اپنی زندگیوں
میں اسے اس کا مناسب مقام دو۔“

(امام علی علیہ السلام)

تالیف علامہ امینی
ترجمہ محمد فضل حق
اہتمام رضا حسین رضوانی
کتابت اشرف راحت
تصحیح کاظم علی سمجراتی
مطبع زمزم پرنٹرز۔ کراچی
طبع سوم ۲۰۰۳ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں یہ کتاب کلی یا جزوی طور پر اس شرط کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے کہ چاندی کی جینگی
اجازت حاصل کیے بغیر یہ موجودہ جملہ ہندی اور ہندی کے علاوہ کسی بھی شکل تمہارے یا کسی اور شخص کی خاطر
نہ تو جاری کرانے پر مبنی جانتے گی اور نہ ہی دوبارہ فروخت کی جائے گی۔ علاوہ ان میں کسی آئندہ خریدار یا
بلور ملید حاصل کرنے والے پر یہ شرط عائد نہ کرنے کے لئے بھی ایسی ہی جینگی اجازت کی ضرورت ہوگی۔

کچھ اپنے بارے میں

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم موسوی خونیؒ

کا قائم کردہ یہ بین الاقوامی ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان اب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی دام ظلہ العالی کی سرپرستی میں دنیا بھر میں معتبر اور مستند اسلامی لٹریچر عوام تک پہنچانے میں کوشاں ہے۔ اس ادارے کا مقصد دور حاضر کی روحانی ضروریات کو پورا کرنا، لوگوں کو محکم اسلامی علوم کی طرف متوجہ کرنا اور اس گراہیا علمی سرمائے کی حفاظت کرنا ہے جو اہل بیت رسولؐ نے ایک مقدس امانت کے طور پر ہمارے سپرد کیا ہے۔

یہ ادارہ اب تک اردو، انگریزی، فرانسیسی، سواحلی، ہجراتی اور دیگر زبانوں میں سیکڑوں کتابیں شائع کر چکا ہے جو اپنے مشمولات، اسلوب بیان اور طبعیت کی خوبیوں کی بنا پر قارئین کتب میں نمایاں مقام حاصل کر چکی ہیں۔ نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ انسانیت کو صحراط مستقیم کی شناخت کروانا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

اس کے علاوہ جامعہ ہذا تقریباً ۵۰۰ مدارس و مکتب میں زیر تعلیم بچوں اور جوانوں کو اسلامی تعلیم کے ذریعہ سے آراستہ کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

دعوت اسلام ایک ایسا کام ہے جس کو فروغ دینے کے لئے ہم سب کو باہمی تعاون کرنا چاہئے۔ ادارہ آپ سب کو اس کار خیر میں شرکت کی دعوت دیتا ہے تاکہ اسلامی تعلیمات کو دنیا بھر میں عام کیا جاسکے۔

وہاں کہ خداوند متعال بحق محمد و آل محمدؐ ہم سب پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

شیخ یوسف علی نقی

دیکل حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیستانیؒ



قارئین گرامی!

یہ کتاب ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامی کی مطبوعات میں سے ہے۔ ادارہ ہذا کی مطبوعات کی اشاعت کا مقصد دور حاضر کی روحانی ضروریات کا پورا کرنا اور بالخصوص اسلامی طرز فکر کو اجاگر کرنا ہے۔

اس ادارے نے اس بات کی پوری پوری کوشش کی ہے کہ فقط وہی مواد پیش کیا جائے جو مستند ہو۔ اس کتاب کی تیاری میں بھی یہی احتیاط برتی گئی ہے اور ایسی معلومات بھی شامل کی گئی ہیں جو بہت گراں قدر ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ اسی نقطہ نگاہ سے کریں جس کے تحت یہ لکھی گئی ہے۔

آپ سے یہ بھی استدعا ہے کہ ہماری مطبوعات پر اپنی بے لاگ اہم و محترمہ فرمائیں جو بڑی خوشی سے اور شکریے کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

دعوت اسلام کو فروغ دینا ایک ایسا کام ہے جس کی انجام دہی کے لیے ہم سب کو تعاون کرنا چاہئے۔ ادارہ آپ کو اس کار خیر میں شرکت کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس ارشادِ ربانی کی تعمیل ہو سکے:

(اے رسولؐ!) کہہ دیجیے: میں تمہیں بس ایک

ہی نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ کی خاطر اجتماع

یا انفرادی طور پر قیام کرو اور پھر غور کرو (سورہ سبتا - آیت ۴۱)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔

تعاون کا طلبگار

سکرٹری نشر و اشاعت

مندرجات

۹	عرض ناشر
۱۳	مؤلف کے مختصر حالات
	پہلا باب
۲۷	حضرت ابوطالبؑ کے اقوال اور اشعار
	دوسرا باب
۳۷	رسول اکرمؐ کی خاطر ابوطالبؑ کی کوشش و زحمت
۵۰	شام کا سفر
۵۶	رسول اکرمؐ کے وسیلے سے بارش کی دعا
۵۹	امیر المؤمنینؑ کی ولادت اور ابوطالبؑ
۶۱	ابوطالبؑ اور آغاز نبوت
۶۳	حضرت رسولؐ کی گمشدگی
۷۱	آغاز دعوت اور ابوطالبؑ
۷۹	ابوطالبؑ کی علیؑ کو ہدایت
۸۲	علیؑ کو نماز پڑھنے کی اجازت
۸۴	جعفرؑ کو نماز پڑھنے کی ہدایت
۸۵	حضرت رسولؐ سے ابوطالبؑ کا جوشِ محبت
۸۸	ابوطالبؑ اور ابن زبیری
۸۹	ابوطالبؑ کا قریش سے برتاؤ
۹۶	قریش کا عہد نامہ اور ابوطالبؑ
۱۰۲	وقت وفات قریش کو نصیحت
۱۰۶	ابوطالبؑ کی اپنے خاندان کو وصیت
۱۰۸	ایک حدیث جو ابوطالبؑ سے مروی ہے

وَلَوْلَا أَبُو طَالِبٍ وَابْنُهُ

لَمَا مَثَلَ الدِّينُ شَخْصًا وَقَامَا

فَذَاكَ بِمَكَّةَ أَوْى وَحَامَى

وَهَذَا بِبَيْتِ رَبِّ جَسَّ الْحَمَامَا

اگر ابوطالبؑ اور ان کا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی پشت پناہی کے لیے اٹھ کھڑے نہ ہوتے تو دین اسلام بار آور نہ ہو پاتا۔

ابوطالبؑ نے مکہ میں رسول اللہؐ کو پناہ دی

اور ان کی حمایت کی اور ان کے بیٹے نے مدینہ میں

اسلام کی خاطر آخری دم تک جہاد کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَتَمَحْمَدٌ لَوَلِیَّتِهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰی نَبِیِّهِ
وَآلِهِ الْاَتْحَمَةِ وَآوَلِیَّاءِ الْاَتْحَمَةِ

عرض ناشر

زیر نظر کتاب : ابوطالبؑ — مظلوم تاریخ
ایک گرانہما کتاب "الفدیر" کی جلد ۸ کے ان حصوں کا ترجمہ ہے جو
امیر المومنین امام علی علیہ السلام کے والد بزرگوار حضرت ابوطالب کے حالات
زندگی پر مشتمل ہیں اور بلاشبہ "الفدیر" کے فاضل مولف نے دیگر موضوعات
کی طرح اس موضوع میں بھی تحقیق و تالیف کا حق ادا کر دیا ہے۔
ورد زبان میں ابوطالب بن عبد المطلب کی شخصیت پر بہت ہی کم لکھا
گیا اور جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں بھی اختلاف نظر پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں
سب سے اہم امر تو یہ دیکھنا ہے کہ حضرت ابوطالب جیسے بزرگوار نے اپنی زندگی
میں کونسے کام کس طرح انجام دیے۔ تاریخ کی شہادتوں کے مطابق کہ جن میں
سے کچھ اس کتاب میں شامل ہیں، حضرت ابوطالب نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ

- تیسرا باب
ایمان ابوطالبؑ کے متعلق اُن کے اہل عیال کی رائے ۱۱۱
چوتھا باب
ایمان ابوطالبؑ کے بارے میں معصومینؑ کے پاکیزہ کلمات ۱۳۱
پانچواں باب
ایمان ابوطالبؑ کے اثبات میں علمائے اہلسنت کے قیمتی اقوال ۱۴۱
چھٹا باب
ایمان ابوطالبؑ کے بارے میں ان کے متعلقین و معتقدین کی ولیات ۱۴۷
ساتواں باب
ایمان ابوطالبؑ کا اثبات کرنے والے مؤلفین ۱۷۹
آٹھواں باب
حضرت ابوطالبؑ کی شان میں مدحیہ اشعار ۱۸۵
نواں باب
ایمان ابوطالبؑ کے متعلق غلطیہا کے مضامین ۱۹۷
تفسیر قرآن میں غلط بیانی ۱۹۹
نقل حدیث میں غلط بیانی ۲۵۳

اسلام، اس کی صحیح تعلیم اور پیغمبر اسلام کے دفاع میں گزارا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے قبیلے یعنی قریش کا غصہ مول لیا، طعنے برداشت کیے اور شعب ابوطالب کی سختیاں اور تکلیفیں اٹھائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی وہ نئی اور انقلابی تحریک جو رسول اکرم کی رہنمائی میں چل رہی تھی شعب ابوطالب کا واقعہ اس کے خلاف قریش کی جانب سے بیک وقت سیاسی اقتدار کا اور معاشرتی دباؤ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان مشکل حالات میں حضرت ابوطالب نے مختلف مواقع پر نظم و نشر میں رسول اکرم کی حمایت کا اعلان کیا اور اپنے بیٹوں (علیؑ و جعفرؑ) کو آنحضرت کے ہمراہ رہنے کی ترغیب دی۔ المختصر انہوں نے اپنی زندگی کا تمام سرمایہ — اسلام اور پیغمبر اسلام پر اس لیے نچھاور کر دیا کہ وہ اسلام کی حقانیت سے آگاہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی اپنے فرزندوں اور اہل خاندان کو رسول اکرم کی حفاظت اور حمایت کرنے کی وصیت کی۔ پھر ان کی وفات پر (جو امام المومنین خدیجہؑ کی وفات سے تقریباً متصل تھی) رسول اکرم کو اتنا دکھ ہوا کہ انہوں نے اس سال کو **سَآلَمُ الْحَزُونِ** (غم کا سال) قرار دیدیا تھا۔

ان تمام روشن ترامود کے باوجود حضرت ابوطالب کو مشرک کہا جاتا ہے! اس تہمت کی تائید تاریخ کی ایک حیرت انگیز سازش سے ہوتی ہے! پھر اس تہمت کو ثابت کرنے کے لیے بطور دلائل آیات قرآن اور احادیث رسولؐ بھی پیش کی جاتی ہیں!

اگر ہم تاریخی تجزیہ پیش کرنا چاہیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تہمت لگانے والوں اور روایتیں گھڑنے والوں کی نگاہ میں حضرت ابوطالب کی حیثیت ایک

غیر معمولی انسان کی نہیں کہ ان کا کفر و ایمان یا شرک و توحید قابل توجہ ہو بلکہ انہیں کافر کہا جاتا ہے تو اس لیے کہ وہ علی مرتضیٰؑ کے والد بزرگوار ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ اگر باپ پر ضرب لگائی جائے تو اس کی تکلیف بیٹے کو بھی ہوتی ہے۔ پس اس تمام تہمت اور افتراء کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ حضرت ابوطالب کے ایمان کو مشکوک قرار دے کر یا ایک اور قدم آگے بڑھا کر اور انہیں کافر قرار دیکر علی مرتضیٰؑ کو اس حملے کا ہدف بنا لیا جائے!

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس کی صحت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی تاریخ یہی مورخین اور یہی روایتیں لائے والے کہ جو حضرت ابوطالب کے بارے میں یہ فیصلہ دیتے ہیں — وہ ان لوگوں کے باپوں کے بارے میں خاموش ہیں جو امام علیؑ کی زندگی میں ہمیشہ ان کے مقابل آتے رہے ہیں — حقیقت اور حق طلب انسانوں کی شہادت کے مطابق وہ امام علیؑ کے وجود کے سورج کی تابناک شعاعوں کے سامنے ہمیشہ موم کی طرح گھٹکتے رہے ہیں۔ ہاں تو یہی روایتیں جوڑنے والے ان کے اسلام و ایمان کے بارے میں روایتیں بیان کرتے ہیں اور یہی مورخین ان کی تنبیہیں بیان کرتے ہیں۔ اس تاریخ میں اور ان مورخین کے ہاں یہ طفرے دریاں تو دیکھنے میں آتی ہیں لیکن قوم قبیلے اور فرقے کے تعصب سے بالاتر وہ اصلی تاریخی واقعات کا تجزیہ اور پھر غیر جانبدارانہ فیصلہ نظر نہیں آتا۔ اس کے مقابلے میں علامہ امینی کی خاص خوبی اور ان کا بڑا کمال یہی ہے کہ انہوں نے عمل غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے تاریخی

واقعات کی تحلیل کا عظیم الشان کام انجام دیا اور شرک ابوطالب عیسیٰ تمام
تہمتوں کا حقیقت پسندانہ جواب دیا ہے۔

بہر حال ایک کتاب کو اپنا تعارف خود کرنا چاہیے، لہذا ہم اس گفتگو
کو مختصر کرتے ہوئے اپنے اس بیان کے اختتام پر محض چند نکات کا
تذکرہ کرتے ہیں:

۱۔ اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کا ترجمہ آسان اور اردو خواں حضرات
کے لیے قابل فہم ہو۔

ب۔ بعض ایسے اشعار حذف کر دیے گئے ہیں جن کا متن اور اصلی بحث سے
تعلق نہ تھا۔ جو محققین اور شائقین وہ تمام اشعار پڑھنا چاہتے ہوں
انہیں چاہیے کہ اس کتاب کے اصل عربی متن سے رجوع کریں۔

ج۔ اگرچہ ترجمہ کرنے میں علمی دیانت کے ساتھ پوری کوشش کی گئی ہے کہ
ترجمہ اصل متن کے مطابق ہو، پھر بھی ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ترجمے
میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے صاحب نظر اور علم دوست
حضرات کی طرف سے تعبیری تنقید اور مناسب رہنمائی کا انتظار کیا
جائے گا۔



مؤلف کے مختصر حالات

علامہ امینی

(ماخوذ از الغدیر فیہ جلد اول)

علامہ شیخ عبدالحسین (امینی) — علیٰ احمد کے فرزند اور شیخ نجف قلی
ملقب 'امین الشریع' کے پوتے ہیں۔ آپ کے نام میں 'امینی' کا لاحقہ اپنے
انہی جد بزرگوار کی نسبت سے آیا ہے۔ علامہ امینی نے ستر سالہ میں تہذیب کے
ایک دینی و علمی گھر لے میں ایک عالم اور زاہد باپ کے زیر سایہ اس دنیا میں
آنکھ کھولی۔ بچپن ہی سے آپ کی طبیعت علم و دانش کے حصول کی طرف راغب
تھی اور آپ غیر معمولی ذہانت اور قوی حافظے کے مالک تھے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور پھر مدرسہ طالبیہ
میں داخل ہوئے، جو شروع سے آج تک تبریز کے ممتاز علمی مراکز میں شمار
ہوتا ہے۔ اس درس گاہ میں انہوں نے — سطحیات و مقدمات فقہ و اصول —
آیت اللہ سید محمد بن عبدالحکیم موسوی عرف مولانا آیت اللہ سید مرتضیٰ بن احمد

بن محمد حسینی خسرو شاہی، آیت اللہ شیخ حسین بن عبد علی تو تونچی اور علامہ شیخ مرزا علی اصغر ملکی جیسے علماء سے پڑھے۔

ان علوم کی تحصیل کے بعد علامہ امینی نے نجف اشرف جانے اور باب مدینہ علم، امام علی علیہ السلام کے قرب میں رہ کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقدس شہر میں آکر انہوں نے — آیت اللہ سید محمد بن محمد باقر حسینی فیروز آبادی، آیت اللہ سید ابوتراب بن ابوالقاسم خوانساری، آیت اللہ مرزا علی بن محمد حسین ایروانی اور آیت اللہ مرزا عبدالحسین مشکینی جیسے اساتذہ سے فیض حاصل کیا اور انہی کی توجہات کے تحت درس خارج کے مرحلے تک پہنچ گئے۔

ان بزرگ استادوں سے مختلف علوم حاصل کرنے کے بعد — علامہ امینی تبریز واپس چلے گئے اور وہاں احادیث رسولؐ اور اخبار اہل بیتؑ کی روشنی میں درس قرآن دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مطالعہ تحقیقی اور تالیف کا کام بھی شروع کر دیا۔ کچھ ہی عرصے کے بعد اس محنت کا بہترین ثمرہ ان کی نفیس کتاب ”تغییر فاتحۃ الکتاب“ کی شکل میں سامنے آیا، جو ابلاغ علوم آل محمدؐ کے مقدس میدان میں ان کا پہلا قدم تھا۔ اس کتاب کی افادیت کا یہ عالم تھا کہ خود علامہ موصوف بھی اپنے حلقہ درس میں یہی کتاب پڑھاتے تھے۔ ابھی کچھ زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ علامہ امینی نے محسوس کیا کہ ان

کی بیتاب روح ان معمولی کاموں سے سیر نہیں ہو سکتی اور وہ ان کو تقدس اور عظمت کے مرکز یعنی نجف اشرف کی جانب جانے پر مجبور کر رہی ہے تاکہ وہ ملوی علوم و معارف کے سرچشمے سے سیراب ہو اور پھر اس شہر پر داز کے ذریعے علم و حکمت کے آسمانوں کی سیر کرے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دوبارہ اس مقدس شہر میں آگئے اور

یہیں سکونت اختیار کر لی۔

چنانچہ اس مقدس شہر میں علامہ امینی کو اپنی مطلوبہ متاع ملی گئی اور یہاں کے عالی مرتبت علماء کی خدمت میں حاضرہ کران کی پیاسی روح سیر و سیراب ہو گئی۔ جیسا کہ انہوں نے فلسفہ و کلام میں بلند مرتبہ حاصل کیا اور فقہ و اصول میں اجتہاد اور تبصر کے مقام تک جا پہنچے۔ اس مرحلے پر انہوں نے جن استادوں سے فیض حاصل کیا ان میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں:

سید مرزا حسن شیرازی المعروف بہ مجدد کے فرزند — آیت اللہ سید مرزا علی، کرا نبھا کتاب تنبیہ الامتہ و تنزیہ الملتہ کے مولف، آیت اللہ مجاہد شیخ مرزا حسن نائینی، حوزہ علیہ قم کے بانی — آیت اللہ شیخ عبد الکرم حائری یزدی، آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی، آیت اللہ شیخ محمد حسین بن محمد حسن اصفہانی، کمپانی اور آیت اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغوطہ وغیرہم کہ جو سب کے سب اسلامی علم و دانش کے متبحر عالم تھے اور جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں قومی تحریکات کی بنیاد رکھی۔

اجازۃ روایت

رسول اکرمؐ کے اہلبیتؑ کی احادیث کے حامل اشخاص کے زمرے میں شامل ہونے، حضرت رسولؐ و امیر المومنین امام علیؑ کے معارف بیان کرنے والوں کے سلسلے سے تعلق قائم کرنے اور بعد میں آنے والوں سے ان علوم کا تعلق منقطع ہونے کی روک تھام کرنے کا اہم فریضہ اور عظیم شیعہ و اسلامی ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لیے علامہ شیخ عبدالحسین امینی نے جن بزرگوں سے اجازات

روایت حاصل کیے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ مرحوم آیت اللہ سید مرزا علی حسینی شیرازی

۲۔ مرحوم آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی

۳۔ مرحوم آیت اللہ شیخ علی اصغر ملکی تبریزی

۴۔ مرحوم آیت اللہ سید آقا حسین قتی

۵۔ مرحوم حجت الاسلام شیخ علی بن ابراہیم قتی

۶۔ مرحوم شیخ محمد علی غروی اردوبادی

۷۔ مرحوم شیخ آقا بزرگ نهرانی

۸۔ مرحوم شیخ مرزا یحییٰ بن اسد اللہ خونی

زہد و عبادت

درجہ اجتناد پر فائز ہونے کے بعد — علامہ امینی تدریس اور تحقیق

میں مشغول ہو گئے۔ ان کے دن رات اکثر مطالعہ کرنے اور اسلامی علمی میراث

سے بہرہ مند ہونے میں گزرتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے فلسفہ و کلام، تفسیر، حدیث،

تاریخ اور رجال میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ اس دوران میں علامہ نے حیرت انگیز

حد تک زہد اختیار کیا اور دنیاوی ماں و دولت کی طرف کبھی توجہ نہ دی۔

وہ ہمیشہ ان آیات قرآنی کی تلاوت فرماتے تھے جن میں دنیا کی فانی زندگی

کی خرابیاں بیان کی گئی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو اپنے اہل خاندان

لے ملا حفظ ہو کتاب "آقا بزرگ نهرانی" مؤلف استاد محمد رضا حکیمی۔

دوستوں شاگردوں اور ہم نشینوں کو وعظ فرماتے تھے۔ علامہ امینی کو قرآن مجید اور عاقبت پڑھنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ وہ رات کو اٹھ کر نماز شب ادا کرتے اور اس عبادت کو نماز صبح تک جاری رکھتے تھے۔ وہ ہر روز نماز کے بعد بڑے غور و فکر کے ساتھ قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کرتے اور اکثر و بیشتر حرم امیر المومنین کی زیارت کرتے تھے۔ اس مقدس حرم میں عاصری کے وقت ان پر بے حد حضور و خشوع طاری ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب وہ خاص مرقدا میر المومنین کے نزدیک ہوتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی وہ جھری لگتی کہ جس سے ان کی ڈاڑھی بھیگ جاتی تھی۔ اسی طرح بسا اوقات وہ حرم امام حسین کی زیارت بھی کرتے اور اس کے لیے پا پیادہ کر بلا جاتے تھے۔ پھر راستے میں ان کے قریبی کسی ایک دوست بھی ان کے ساتھ ہو جیتے اور ان کا یہ پیدل سفر تین دن اور کبھی اس سے زیادہ دنوں تک جاری رہتا تھا۔ اس بابرکت سفر کے دوران وہ امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور لوگوں کی ہدایت سے لحظہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ جب وہ سید الشہداء علیہ السلام کے حرم شریف پر پہنچتے تو والہانہ انداز میں زیارت کے لیے بڑھتے، جبکہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک پڑتی تھیں۔ ان کی اس طرح کی زیارتیں انہیں کے لیے مخصوص تھیں اور زیارت کے وقت حضور و خشوع اور بے خودی میں کوئی بھی شخص ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔

ماہ رمضان المبارک میں خواہ ان کے کتنے ہی اہم کام ہوتے وہ

انہیں روک دیتے اور روزہ داری اور عبادت کے لیے نجف میں رہتے یا

کر بلا چلے جاتے تھے۔ وہ اس پاک مہینے میں چند مرتبہ قرآن مجید کا

دور کرتے تھے۔ ان میں سے چودہ ختم قرآن کا ثواب چھارہ معصومین کو دینے
کرتے اور ایک ختم قرآن کا ثواب اپنے والد کو ایصال کرتے تھے۔ اپنا یہ
حسن عمل انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سال تک انجام دیا اور یوں
قرآن و اہلبیت سے تمسک کی ایک زندہ مثال چھوڑ گئے۔

ایسے ایسے اہم امور میں مصروفیت انہیں حاجت مندوں کے بارے
میں معاشرتی ذمہ داریاں پوری کرنے سے باز نہیں رکھتی تھی اور وہ کسی سائل
اور محتاج کو مایوس نہیں کرتے تھے۔ وہ لوگوں کے رنج و غم میں شریک رہتے
اور خود کو سختی میں ڈالتے تھے تاکہ بیکسوں اور محتاجوں کے حالات معلوم کریں۔
پھر ان سے جہاں تک ممکن ہو تا وہ ان کی مشکلات دور کرنے کی کوشش
کرتے تھے۔

تالیفات اور تحقیقات

بزرگوار علامہ امینی نے اپنی تمام عمر مطالعہ، تحقیق اور تالیف میں گزاری
انہوں نے اپنی ان کاوشوں کے نتیجے میں مسند رجب ذیل کتابیں بطور یادگار
چھوڑی ہیں:

۱۔ تفسیر و فاتحۃ الکتاب: یہ کتاب سورۃ فاتحہ کے بارے میں ہے
اور اس کی دو تفصیلیں ہیں۔ پہلی فصل اس سورے کی تفسیر پر مشتمل ہے اور
دوسری فصل میں سورے کی تحلیل و نیز توحید، قضا و قدر اور جبر و اختیار
کے مفہام کی وضاحت کی گئی ہے جو سراسر رسول اکرمؐ اور ائمہ اطہرؑ کی
تعلیمات پر مبنی ہے۔ یہ قابل قدر کتاب ۱۳۹۵ھ میں تہران میں طبع ہوئی۔

۲۔ تہذیب الفضیلتہ: یہ نئے موضوع اور قیمتی مندرجات کی حامل
ایک تاریخی کتاب ہے۔ اس میں جو حقیقی سے چودھویں صدی ہجری
تک کے ایک سو تیس علماء حق کے حالات زندگی درج ہیں جو علویت
اہلبیتؑ میں جانیں دے کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ یہ کتاب
۱۳۵۵ھ میں نجف میں چھپی اور پھر شہیدان راہ حق کے نام سے
اس کا فارسی میں ترجمہ بھی شائع ہوا۔

۳۔ کامل التزیارۃ: یہ شیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قزوینی (متوفی
۳۶۴ھ) کی تالیف ہے جسے علامہ امینی نے ۱۳۵۶ھ میں تحقیق و
تطبیق کے بعد نجف میں طبع کرایا۔

۴۔ ادب السرائر لمن یمتہ المحاسن: یہ کتاب سید الشہداء امام حسین
علیہ السلام کے روزہ منظرہ کی زیارت کرنے والوں کے لیے ہے اس
میں اہلبیت علیہم السلام کے خرائین کی روشنی میں آداب زیارت کا
تعیین کیا گیا ہے۔ علامہ امینی کی یہ کتاب ۱۳۶۲ھ میں نجف سے
شائع ہوئی۔

۵۔ سیرتینا و مستنانا: علامہ امینی نے اپنی اس کتاب میں ان مہر
اور ایرادات کا جواب دیا ہے جو حنفی مکتب فکر کی طرف سے خلیفہ مسکون
کی خاندان رسولؐ سے محبت اور عزاداری حسینؑ کے مرام میں ان کے
غلط و غیرہ کے بارے میں کیے جاتے ہیں۔

علامہ نے اس کتاب میں رسول اکرمؐ سے منقول لیے جو ہیں حزنہ
کلمات جمع کیے ہیں جو آنحضرتؐ نے مختلف مواقع پر حنفی مرام حسینؑ

کی شیر خوارگی کے زمانے میں بھی فرمائے ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۸۴ھ میں
نجف میں چھپی۔ اس کے بعد ”راہ و روش“ کے نام سے اس کا
فارسی ترجمہ بھی ہوا۔

۶۔ تعلیقات مکاسب : علامہ امینی نے شیخ مرتضیٰ انصاری کی تالیف
کردہ کتاب ”مکاسب“ کی تفسیر کے لیے اس پر تعلیقات لکھیں۔

۷۔ تعلیقات رسائل : علامہ امینی نے شیخ مرتضیٰ انصاری کی تالیف کردہ
کتاب کی تفسیر کے لیے تعلیقات رسائل لکھیں۔

۸۔ المقاصد العلیہ فی المطالب السنۃ

۹۔ ریاض الانس

۱۰۔ رجال آذربائیجان : اس کتاب میں آذربائیجان کے ۲۳۴ عالموں
ادبوں اور شاعروں کے حالات زندگی درج ہیں۔

۱۱۔ ثمرات الاسفار : اس کتاب میں علامہ نے اپنے ہندوستان اور
شام کے سفر اور ان کے ذریعے حاصل ہونے والے علمی فوائد کی تفصیل
بیان کی ہے۔

۱۲۔ العنوة الطاهرة فی الکتاب العزیز۔ یا۔ الایات
الناذلة فی العترة الطاهرة

۱۳۔ الغدیر : علامہ موصوف کی آخری اور زندہ جاوید تصنیف ”الغدیر“
ہے اور درحقیقت یہی کتاب ان کی عمر بھر کی تلاش و جستجو کا حاصل
اور ان کی علمی خدمات کا شاہکار ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ”الغدیر“ علامہ امینی کی وہ تالیف ہے جس

سے ان کی تخلیقی صلاحیت، زبان و بیان میں مہارت، بے تکان مشقت اور
اپنے ہدف تک پہنچنے کے لیے تکالیف اٹھانے کی دفرہمت کا ثبوت ملتا
ہے۔ نیز اس بلند پایہ کتاب سے ان کی اعلیٰ علمی قابلیت اور تصنیف تالیف
میں ان کی حیرت انگیز ہنرمندی اور مہارت کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ امینی نے اپنی عمر عزیز اس جاودانی تصنیف کے لیے وقف کر دی
اور پھر اس کی بدولت انہیں ایک ”نبی جہنم“ اور نئی شخصیت نصیب ہوئی۔
اس کتاب کی تالیف کی خاطر انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں مطبوعہ اور قلمی
کتابوں کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے بے حد محنت کی
تاکہ اپنے زمانے اور اس کے بعد ہر زمانے کے انسانوں کے سامنے ”الغدیر“
کی صورت میں ایک شمع روشن کر جائیں۔

اس کتاب کی تالیف کی خاطر انہوں نے درس و وعظ کا سلسلہ بند
کر دیا اور سب کچھ چھوڑ کر دن رات میں سو گھنٹے اپنے کتب خانے میں لکھنے
پڑھنے اور تحقیقی کام کرنے کے لیے مخصوص کر رکھے تھے تاکہ ”الغدیر“ کو خلعت درخشاں
سے مزین کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام عام انسانوں کی قوت اور محنت سے
بالا تر ہے لیکن ایک ایسا مرد میدان کہ جو ایک زندہ جاوید کارنامہ انجام دینے
کے لیے آگے آیا ہو اسے ان تکلیفوں کی کیا پروا؟ چنانچہ ”الغدیر“ کی تالیف کے
دوران بجز ایسے مواقع کے جب علامہ امینی اپنے راستے کی کوئی مشکل حل کر لیتے
تھے، انہیں خوش و خرم دیکھنا ممکن نہ تھا۔ یوں انہوں نے بلند ترین
انسانی قدروں کی حفاظت کی خاطر اپنی زندگی کے تقریباً پچاس سال
قربان کر دیے۔

علامہ امینی نے بغدادی کی تصنیف کے لیے ضروری مطالعہ کے دوران نجف کے تمام مشہور کتب خانے کھنگال ڈالے اور اس سلسلے میں بہت تکلیف اٹھائیں۔ حتیٰ کہ بعض مشکلات کی بنا پر وہ ایک طویل مدت تک نجف کے حینیہ کتب خانے میں رات سے صبح تک مطالعے، تحقیق اور تحریر میں متغول رہتے تھے اور دن کو اپنے کتب خانے میں بھی مسلسل مصروف کار رہتے تھے۔ نجف کے کتب خانوں سے مستفید ہونے کے بعد علامہ امینی نے عراق کے دیگر کتب خانوں سے مواد فراہم کرنے کے لیے مسافرت اختیار کی اور اس دوران میں کربلا، سامرا، بغداد، حلب اور بصرہ کے بیشتر کتب خانوں سے استفادہ کیا۔ تاہم جس بلند ہمت بزرگوار نے واقعہ غدیر کے اثاثوں کی حفاظت کے میدان میں قدم رکھا تھا، اس کے لیے یہ محدود معلومات قطعی طور پر ناکافی تھیں۔ لہذا وہ ایک طویل سفر پر روانہ ہو گئے اور اس کے لیے وہ سب سے پہلے ایمان آئے جہاں انہوں نے مشہدِ قمران، بروجرد لے اور کرمانشاہ کے علمی کتب خانوں سے استفادہ کیا۔

پھر علامہ ہندوستان گئے جہاں انہوں نے لکھنؤ، رامپور، پٹنہ اور حیدرآباد میں موجود علمی کتب خانوں سے استفادہ کیا اور اپنی کتاب

لے علامہ امینی نے بروجرد میں آیت اللہ بروجردی کے کتب خانے سے استفادہ کیا، جو ان ایام میں وہاں مقیم تھے۔

لے کرمان شاہ میں علامہ امینی کو آقا حیدر علی خاں سردار کابلی کے کتب خانے سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

الغدیر کے لیے تحقیق و تدقیق کے اہم کام کے ساتھ ساتھ وہاں کے لوگوں کے رشد و ہدایت کے لیے بھی بابر سعی و کوشش فرمائی۔

اس کے بعد ۱۳۸ھ میں آپ شام گئے جہاں آپ نے دمشق اور حلب کے کتب خانوں سے معلومات حاصل کیں۔ اس سے تین سال بعد ۱۳۸ھ میں علامہ امینی ترکی تشریف لے گئے اور مطالعہ و تحقیق کی خاطر یہاں کا آخری سفر تھا۔ اس ملک میں انہوں نے استنبول، بورسا اور خان وغیرہ کے علمی و اسلامی کتب خانوں میں مختلف موضوعات کی کتابیں دیکھیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس طویل علمی سفر میں علامہ امینی نے بہت سی گرانبہا کتابوں کی متعدد نقول تیار کرائیں۔ اگر وہ ان کتابوں کی طرف توجہ نہ دیتے تو عین ممکن تھا کہ یہ کیسے معدوم ہی ہو جاتیں اور یہ نقول علمی سرمایہ آئندہ نسلوں کے لیے باقی نہ رہتا۔

ترکی کا مطالعاتی دورہ مکمل کر لینے کے بعد علامہ امینی نجف واپس آ گئے اور وہاں مکتبۃ الامیر المومنین، العاتقہ کے قیام اور اجراء کے کام میں مصروف ہو گئے۔ یہ مکتبہ نجف میں آج بھی موجود ہے اور بہترین علمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اسکے لیے علامہ نے بہت سے قدیم علمی نسخوں کی مائیکرو فلمیں بھی تیار کرائی تھیں تاکہ وہ موسمی اثرات سے پیدا ہونے والی خرابیوں سے محفوظ رہیں۔

ہاں مگر اوہر تو علامہ امینی مذہب و ملت کے لیے ایسی ایسی شاندار خدمات انجام دے رہے تھے اور اُدھر ان کی زندگی کی شمع گل ہونے والی تھی۔ کیونکہ بیماری نے ان پر پوری شدت کے ساتھ غلبہ پالیا تھا۔ لہذا

چھانگے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور مجھ لیس عزابریا کی گئیں۔
 علامہ امینی نجف اشرف میں اس جگہ مدفون ہیں جو انہوں نے خود
 اپنی زندگی میں اپنے لیے منتخب کی تھی۔ — لیکن:
 ہرگز نمیراں کہ دلش زندہ شد بعشق
 ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما



انہوں نے طے کیا کہ کتاب الغدیر کے وہ حصے جو ابھی کتابت شدہ مسودے
 کی شکل میں تھے اور ان کی طباعت ہونا تھی، ان کی پروف ریڈنگ کا
 کام اپنے فرزند کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ یہ کام آپ کے گھر میں اور اس
 ہسپتال میں جہاں آپ داخل تھے — برابر جاری رہا اور دو سال میں
 مکمل ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس روشن شمع کے ٹل جانے کا وقت قریب آپہنچا
 اور ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ بروز جمعہ ان کی حالت تشویشناک ہو گئی۔ اپنی
 زندگی کے ان آخری لمحات میں انہوں نے خواہش کی کہ پانی میں خاکہ شفا
 ملا کر اس سے ان کا حلق تر کیا جائے — نیز ان کے پاس دعائے عسیدہ
 پڑھی جائے، جسے سن کر وہ خود بھی آہستہ آہستہ پڑھتے رہیں۔ پھر فرمایا کہ
 امام سجادؑ کی کچھ دعائیں انہیں پڑھ کر سنائی جائیں۔ اسی طرح ذکر و تلاوت
 کا سلسلہ جاری رہا، یہیں تک کہ ظہر کی اذان کا وقت قریب آگیا۔ تب
 علامہ نے بولنا شروع کیا اور ان کے آخری الفاظ یہ تھے:

”اے پروردگار! یہ سکرات موت کی کیفیت ہے جو مجھ
 پر طاری ہو گئی ہے۔ پس میری جانب تو جبر فرما اور مجھے
 شخص کی وہی قوت عطا فرما جو تو اپنے صالح بندوں کو
 دیا کرتا ہے۔۔۔۔۔“

ابھی — یہ دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ انہوں نے داعی اجل کو
 لبیک کہا اور ان کی روح ملکوت اعلیٰ کی جانب پرواز کر گئی۔ یوں حق کے
 اس عالی ہمت پاسدار کی زندگی کا دفتر اپنے صفحہ آخر پر ختم ہوا۔
 علامہ امینی کی وفات سے اسلامی ممالک پر رنج و غم کے سیاہ بادل

پہلا باب

حضرت ابوطالبؑ
کے
اقوال اور اشعار



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت ابوطالبؓ پر خدا کا سلام ہو۔ ہم یہاں ان کے موتیوں جیسے وہ دلربا اشعار بطور نمونہ نقل کرتے ہیں جو حدیث، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت ابوطالبؓ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے لیے کچھ شعر کہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ان اشعار میں اسے اچھی ہمسائیگی کا حق ادا کرنے اور ان مسلمانوں کی حفاظت کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

نبیک اور برگزیدہ لوگ جانتے ہیں کہ محمدؐ — موسیٰؑ اور مسیح ابن مریمؑ کے وارث و رجائین ہیں اور ہمارے لیے وہی ہدایت بطور تحفہ لاتے ہیں جو وہ دونوں لائے تھے۔

کیونکہ وہ سب خدا کے حکم سے راستہ دکھاتے ہیں اور بندوں کا اس

سے رشتہ جوڑتے ہیں۔ ان تم (مسیحی) اپنی کتابوں میں ان (محمدؐ) کے وصف پڑھتے ہو، وہ کوئی جھوٹی کہانی نہیں، ایک سچی خبر ہے۔

اسے سچائی، تم ایک ایسے شخص ہو کہ محمدؐ کی امت کے افراد جب بھی تمہارے پاس پہنچے، وہ تمہاری تعریف و توصیف کرتے ہوئے واپس آئے اور کوئی بری یاد لے کر نہیں آئے۔

حضرت ابوطالب ایک اور قلعیدے میں فرماتے ہیں:
اس فتح اور نصرت کے وقت غائب لوی اور تیم کے سرداروں سے کہہ دو کہ (محمدؐ کے خلاف) قوم کے اس بے فائدہ ہنگامے میں ہم (بنی ہاشم) خدا کی تلواریں ہیں اور ہم ہر شرابی اور بزرگی کے حامل ہیں۔

کیا تم نہیں جانتے کہ تعلق منقطع کر لینا — بہت بڑا گناہ، بہت بڑی الجھن اور بے وقوفی کا کام ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کل کو انسان کے ظاہری و باطنی کمال کا رستہ روشن ہو جائے گا؟ دھوکہ نہ کھاؤ، دنیا کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں۔

پس ایسا نہ ہو کہ محمدؐ کے بارے میں تمہارے یہ پریشان خواب تمہیں حافقت تک لے جائیں اور ایسا نہ ہو کہ تم پست اور گمراہ لوگوں کے پیرو بن جاؤ۔

تمہاری زرد تھی کہ اس (محمدؐ) کو قتل کر دو، حالانکہ تمہاری یہ آرزو پریشان خوابوں کی طرح بے سرو پا تھی۔

تم نے یہ سمجھا کہ ہم (بنی ہاشم) محمدؐ کو تمہارے حوالے کر دیں گے، اور تمہارے مقابلے پر اگر اس کا دفاع نہ کریں گے۔

اجان رکھو کہ وہ ایک ایسا پیغمبر ہے جس پر خدا کی طرف سے ہی نازل ہوتی ہے جو کوئی اس کی دعوت کا جواب نہ دے گا، وہ آخر کار پیشانی کے مارے دانت سے دانت کاٹے گا۔

(دیکھو تو مہی کہ) اصل اور نسب کا ہاشمی اس پیغمبر کا طواف کر رہا ہے۔ جو اس پر زیادتی کرنے والے ہر ظالم کو مار بھگا رہا ہے۔

ایک صحیفہ جس کا ہم عنقریب ذکر کریں گے، آپ اپنی ایک نظم میں اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ قبیذہ "لوی" اور خصوصاً اس قبیلے کی شاخ — بنی کعب تک پہنچا دو!

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم محمدؐ کو موسیٰؑ کی مانند ایک ایسا رسول سمجھتے ہیں جس کا تعارف پیشتر نازل ہونے والی آسمانی کتابوں نے کر دیا ہے اور اس کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت ہے۔

یہ جانتے نہیں کہ جس شخص کو خدا نے دوستی کے لیے چن لیا ہو اس پر ظلم کیا جائے۔

خبردار! خبردار! اس سے پیشتر کہ درندوں کا گڑھا یعنی قبر کھودی جائے اور گنہگار کی طرح بے گناہ کا بھی حساب کتاب ہو۔

بیسانہ ہو کہ رشتہ داری اور نزدیکی کے بعد تم ہمارے ساتھ باندھے ہوئے عیان کو بھدو دو درباغیوں اور ظالموں کے فرمانبردار بن جاؤ۔ پس میں خدا کے گھر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہم احمد (محمد رسول اللہ) کو دشمن کے حوالے نہیں کریں گے۔ اگرچہ ہمیں سختی اور زمانے کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔

کیا ہاشم ہمارا باپ نہ تھا کہ جس نے سامان جنگ فراہم کیے رکھا اور اپنے فرزندوں کو تیغ زنی کی وصیت کی تھی؟ یہی وجہ ہے کہ ہم ہرگز جنگ کی تھکن اور تکلیف کو محسوس نہیں کرتے اس لیے میدان نہیں چھوڑتے۔

ہم پریشانی و مصیبت کی حالت میں ثابت قدم رہتے ہیں اور داؤدیل نہیں کرتے، بلکہ جس وقت بڑے بڑے دلاور لوگ بھی خوف کے مائے جی مار بیٹھتے ہیں، ہم اس وقت اپنے شعور اور غیرت کے ساتھ جنگ میں جھے رہتے ہیں۔

ان کے اشاریوں سے چند ایک یہ ہیں:

فسوس کہ رات کے آخری حصے میں غم نے مجھے بے اختیار کر دیا اور

نہ سیرت ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۳۷۳، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۳۱۲، بلوغ الادب جلد ۲ صفحہ ۳۲۵، خزائن الادب بغدادی جلد ۲ صفحہ ۲۶، روض الانف جلد ۲ صفحہ ۲۲۰، تاریخ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۸۷، اسنی المطالب صفحہ ۶-۱۳، طلبۃ الطالب صفحہ ۱-۳۲

و د مجھے دباے جا رہا ہے، حالانکہ (امید کا ستارہ ابھی نہیں ڈوبا۔

اس غم نے مجھے اس وقت ادبایا جب کہ بہت سی تکلیفیں سونگتی تھیں اور جو لوگ ہمیں سوتے وہ قہقہے کہنیاں سننے سنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ قہقہے ان لوگوں کے پریشان خوابوں کے بارے میں تھے جو محمد پر قابو پانا چاہتے تھے، تاکہ ان پر ظلم کریں۔ لیکن جو کوئی زیادتی سے پرہیز کرے وہ خود ظلم میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

انہوں نے احمقانہ کوشش کی اور ان کی بد اعمالی ایک بے بسیاد اور خیالی مقصد میں ان کی رہنمائی گئی۔

وہ ہم سے ایک بڑے کام — یعنی محمد کو ان کے حوالے کرنے کی توقع رکھتے ہیں، حالانکہ یہ کام توار، نیزے اور جنگ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

وہ توقع رکھتے ہیں کہ ہم اپنے نیزے خون میں رنگے بغیر یعنی عاجزی سے محمد کے قتل کیے جانے پر رضا مند ہو جائیں گے۔

پس اے بنی نضر، خبردار رہنا کیونکہ ابھی تک ان قتل یونیواؤں کی فریاد بلند نہیں ہوئی جو رنج، غم اور پشیمانی کے ساتھ داؤدیل کرتے ہیں۔ غور کرو کہ یہ غرور اور یہ سلسلہ جنمائی تمہارے ہی فائدے کے لیے ہے کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سلسلہ جنمائی ہم تم میں ہونے والی جنگ کا سبب بن کر دے۔

ایک اور نظم میں رسول اکرم کو خلیفہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! اپنی کثیر تعداد اور قوت کے باوجود وہ آپ پر پرگز قابو نہ پاسکیں گے، وہ صرف اس وقت آپ پر قابو پاسکتے ہیں کہ میں جان قربان کر کے دفن ہو جاؤں۔

پس اپنی دعوت کو ظاہر کیجیے کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو عیب یا شرم کا باعث ہو۔ ہاں آپ اپنی دعوت کے ساتھ لوگوں کو خوشخبری دیجیے اور ان کی آنکھوں کو روشن کیجیے۔

آپ نے مجھے دعوت دی اور میں سمجھ گیا کہ آپ میرے ناصح ہیں، ہاں تو آپ نے مجھے حق کی طرف بلایا اور اس دعوت میں آپ ایمن تھے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ محمد کا دین ان بہترین ادیان سے ہے جو لوگوں نے قبول کیے ہیں۔

یاد رہے کہ قرطبی اور ابن کثیر نے مندرجہ بالا اشعار پر اس شعر کا اضافہ کیا ہے: اگر بدگوئی اور حسد کا ڈر نہ ہوتا تو تم مجھے محمد کے مذہب سے

لے مار بیٹھ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۲، خزائنہ الادب بغدادی جلد ۱ صفحہ ۲۶۱
شرح نیج السیلاغہ ابن ابی المحمّد جلد ۳ صفحہ ۳۰۶، تاریخ ابی الفداء جلد ۱
صفحہ ۱۲۰، فتح باری جلد ۲ صفحہ ۱۵۳-۱۵۵، الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۶، مواہب لدنیہ
جلد ۱ صفحہ ۶۱، سیرت حبیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۵، دیوان ابوطالب صفحہ ۱۲
طلبتہ اطالب صفحہ ۵، بلوغ الارباب جلد ۱ صفحہ ۳۲۵، سیرت النبویہ زینبی
دعوان جلد ۱ صفحہ ۹۱-۱۲۱، اسنی المطالب صفحہ ۶

بارے میں علانیہ درگزر کرنا والا صریحاً پاتے۔

اس بارے میں احمد زینی دحلان، اپنی کتاب اسنی المطالب کے چودھویں صفحے پر کہتا ہے:

کہا جاتا ہے کہ یہ شعر وضعی ہے، مے حضرت ابوطالب سے منسوب کیا گیا ہے اور یہ ان کا کلام نہیں ہے۔

زیر نظر کتاب کے مؤلف علاء امینی کہتے ہیں:
فرض کیجیے کہ آخری شعر حضرت ابوطالب کے اصلی اشعار میں سے ہے، اس صورت میں حضرت ابوطالب کو طعنہ شرم اور بدگوئی کا زیادہ تر خوف اس لیے ہے کہ کہیں قریش کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کم نہ ہو جائے اور اس بنا پر وہ رسول اکرم کا دفاع کرنے پر قادر نہ ہو سکیں۔ یہ عوامل (یعنی طعنہ شرم اور بدگوئی کا خوف) انہیں محمد کے دین کی قبولیت کا اصرار کرنے اور جو کچھ آنحضرت لائے تھے اس پر ایمان دینے کا اعلان کرنے سے باز رکھتے تھے اس سلسلے میں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے کہ ”تم مجھے محمد کے مذہب کے بارے میں علانیہ درگزر کرنے والا صریحاً پاتے“ یاد رہے الفاظ میں ”دروغہ گارہ“ پس یہ شعر ان کی باطنی دینداری کے بارے میں ہے اور اگر اس شعر سے ان کا مقصد دین کو قبول نہ کرنا ہو تو اس شعر اور گزشتہ اشعار میں واضح تن تقص پیدا ہوتا ہے، کیونکہ ان اشعار میں انہوں نے بالصرحت محمد کے دین کو بہترین دین گردانا ہے اور آنحضرت کو اپنی دعوت میں سچا اور اپنی امت پر ایمان سمجھا ہے۔

ان کے دیگر اشعار میں سے کچھ یہ ہیں جو انہوں نے عثمان بن مظعون کو

قریش کے ہاتھوں ایذا دیے جانے پر غصے کے عالم میں کہے ہیں:

کیا تو زمانے کو یاد کرنے سے اعان میں نہیں ہے کہ تو اس قدر مغرور
ہے اور آزدہ لوگوں کی طرح رو رہا ہے؟

یابہ ان لوگوں کی نادانی کے یاد آنے کی وجہ سے ہے جو اس شخص پر
ظلم و ستم رہا رکھتے ہیں، جو انہیں دین کی طرف بلاتا ہے؟

کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے تمہارے گروہ کو ذیل کیا ہے؟ اور کیا تم
نہیں دیکھتے کہ میں مٹان بن مٹعون کی خاطر غصہ آیا ہے؟

بم وہ ہیں کہ ہر اس شمشیر بخت شخص کا نقاب کرتے ہیں جو میں مغلوب اور
مجبور دیکھنا چاہتا ہوں۔

ہماری کاٹ کرنے والی تلواروں کی دھاریں نمک آلود ہیں اور ان
کے گھاؤ سے دیوانوں کے سروں میں سے دیوانگی نکال دی جاتی ہے۔ تاکہ جنگ

کی سختی سے جنگ بندی کی نرمی کی طرف آنے کے بعد جو افراد قرار کریں کہ یہ
تلواریں گندہ نہیں ہیں اور۔۔۔ یا

اس حیرت انگیز کتاب یعنی قرآن سے پر ایمان لائیں جو موسیٰ یا
یونسؑ کی طرح ہمارے پیغمبر (محمدؐ) پر نازل ہوئی ہے۔ لہ

نیز رسول اکرمؐ کی مدح میں ان کے دوسرے اشعار میں سے چند
ایک یہ ہیں:

بلاشبہ پروردگار نے پیغمبر حضرت محمدؐ کو جزیر رکھا ہے، بس

لہ شرح تنج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۳۱۳

خدا کی مخلوق میں احمد ہی سب سے معزز ہیں۔

اس نے ان کے نام کو خود اپنے نام سے مشتق کیا ہے تاکہ انہیں
بزرگی بخشے، پس عرش کا مالک خدا محمود ہے۔ اور اس کا
پیغمبر محمدؐ ہے۔ لہ

ان کے کچھ اور مشہور اشعار یہ ہیں:

اے محمدؐ! آپ پیغمبر ہیں۔

آپ سید سرور اور نیکو کار ہیں۔

آپ بزرگوں کے دین کو قائم کرنے والے ہیں۔

ان بزرگوں کے دین کو جو پاک اور پاک زاد ہیں۔

پس میں نے کسی دکھاوے کے بغیر آپ کے ساتھ سچے دلوں سے
ہیمان باندھا ہے۔

آپ نے اپنے لڑکپن کے وقت ہی سے سچ اور سچائی کے سوا کبھی
کچھ نہیں کہا ہے۔ لہ

لہ اشعار علی بن زید کے طریقے سے درج ذیل کتب میں آئے ہیں: بحری
تاریخ صغیر + ابو نعیم دلائل النبوة جلد ۶ + تاریخ ابن عساکر جلد ۵ صفحہ ۳۷۷ +
ابن ابی الحدید شرح تنج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۳۵ + تاریخ ابن کثیر جلد صفحہ ۲۶۶ +
ابن حجر الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۵ + قسطلانی مہذب مرقیہ جلد ۵ صفحہ ۵۱۸ + تاریخ
الخمیس دیار بکری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲۔

لہ ابن ابی الحدید شرح تنج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۵

ایک دفعہ عزمین ہشام (بوہمل) رسول اکرم کی جانب آیا جبکہ آنحضرتؐ
سجدے میں تھے، بوہمل کے ہاتھ میں ایک پتھر تھا جو وہ آنحضرتؐ کو مارنا چاہتا
تھا۔ جب اس نے اپنا ہاتھ بند کیا تو وہ پتھر اس کی ہتھیلی سے چپک کر رہ گیا اور
وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت ابوطالبؓ
نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

اسے بنی غائب، خبردار!

اور صاحب منطق شخص (حضرت محمدؐ) پر ظلم ڈھانے سے باز آ جاؤ۔

ورنہ مجھے تمہارے بارے میں ان عذابوں کا خوف ہے جو تمہارے

گھروں پر نازل ہوں گے۔

اور مشرق اور مغرب کے پروردگار کی قسم! اس صورت میں تم دوسروں

کے لیے عبرت بن جاؤ گے۔

جیسے کہ تم سے پہلے کے لوگوں مثلاً عاد اور ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا

اور اس نے کوئی چیز بچی نہ چھوڑی۔

علی الصبح ہلاک کرنے والا جھکڑ اور آندھی ان کی طرف آئی،

جب قوم ثمود کے لیے — خدا کی نشانی — اونٹنی یا بیٹی تھی،

اور اے شخص (بوہمل) تیرے ساتھ تو اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز

بات ہوئی ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ پتھر تیری ہتھیلی سے چپک گیا ہے۔

جس نے ایک صلح جو، راستگو، و مرتقی انسان کی طرف نشانہ باندھا

تو وہ پروردگار نے اس نادان ظالم کی خواہش کے برعکس پتھر اس

کی ہتھیلی سے چپکا دیا۔

تمہارے قبیلے — مخزوم کا نادان نوجوان — ابوہمل — جس

نے فریب کاروں کا فریب کھایا اور پیغمبرؐ کی تصدیق نہ کی۔ لہٰذا

یہ ایک مشور بات ہے کہ عبد اللہ مامونؓ کہا کرتے تھے:

خدا کی قسم! ابوطالبؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کا ثبوت ان

کے یہ اشعار ہیں:

میں نے رسولؐ کی — ہاں خدا کے رسولؐ کی مدد کی

اس تلوار کے ذریعے مدد کی جو بھی کی طرح چمکتی ہے

میں خدا کے رسولؐ کی حمایت اور ان کا دفاع کرتا ہوں

ایک ایسے حامی کی طرح حمایت کرتا ہوں جس کا دل ان کے لیے غم

کھاتا ہے

ہر چند کہ میں رسولؐ کے دشمنوں سے ملائمت کرتا ہوں

ایسی ملائمت جو، ایک اونٹنی نر اونٹ کو اپنے پیچھے لائے کے لیے کرتی ہے

لیکن خاص بلندی اور بزرگی کی وجہ سے میں ان پر دھاڑتا ہوں —

اس طرح دھاڑتا ہوں جیسے شیر گھنے جنگلوں میں دھاڑتا ہے۔ ایک بار

جب عمرو بن عاص جہشہ گیا تھا تاکہ مہاجرین اور ان کے سربراہ

۱۔ ابن ابی الحدید شرح بیح، جلد ۳ صفحہ ۳۱۵ + دیوبند ابوطالب صفحہ ۱۳۰۔

۲۔ ابن ابی الحدید شرح بیح، جلد ۳ صفحہ ۳۱۳ + دیوبند ابوطالب صفحہ ۲۴۰۔

جہاں ایک اضافی شعر بھی ہے۔

جعفر بن ابوطالب کے حق میں ستارہ جہشت نجاشی کے ہاں بدگوئی اور دھوکہ بازی کرے اور ان کو وہاں سے نکلوا دے۔ اس وقت ہمارے سردار حضرت ابوطالب نے نجاشی کو اپنے کچھ اشعار لکھ بھیجے۔ ان اشعار میں انہوں نے نجاشی کو جعفر کی عزت کرنے اور عمرو بن عاص سے منہ پھیر لینے کی ترغیب دی ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

اے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا جہشت کے لوگوں میں جعفر کا کیا مقام ہے؟
یہ بھی معلوم ہوتا کہ پیغمبر کے دشمن قریشیوں اور عمرو بن عاص کا کیا حال ہے؟

مجھے معلوم ہو جاتا کہ آیا نجاشی کا احسان — جعفر اور اس کے ساتھیوں تک پہنچا ہے؟ عمرو بن عاص کی فتنہ انگیزی نے اس میں رکاوٹ ڈال دی ہے؟

اے نجاشی! تجھ پر ہماری دعا اور سلام ہو اور یہ جہان لو کہ ہمارے نزدیک تو بزرگوار ہے۔

تیرا ہمساہو تیرے بڑوس میں رہنے والا کم رتبہ نہیں ہے
ہم جانتے ہیں کہ خدا نے تیری طاقت بڑھائی ہے
بھدنی کے تمام ذریعے اور وسیلے تجھے حاصل ہیں

حضرت ابوطالب کے دوسرے مشہور اشعار میں سے کچھ وہ ہیں جن میں انہوں نے محمد رسول اللہ سے خطاب کرتے ہوئے ان کی پریشانی پر نہیں

۱۔ ابن ابی الحدید شرح بیح البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۳ تا بیح بن کثیر جلد ۳ صفحہ ۷۷۔

تسل دی اور کہتا وہ لوگوں کو علانیہ طور پر اسلام کی دعوت دیں۔
اے اللہ کے رسول — محمد!

حمد کرنے والے کے ہاتھ اور دکھ پہنچانے والے کا غوغا آپ کو اس سبائی کے اعلان سے باز نہ رکھے جس کے لیے آپ کھڑے ہوئے ہیں۔
اگر آپ دشمنوں کے گھیرے میں ہوں تو میرا ہاتھ آپ کا ہاتھ ہے
یہ میں ہی ہوں جو مشکلوں میں آپ کے آگے آگے رہوں گا

ابن ہشام کہتا ہے: جب ابوطالب کو یہ خوف ہوا کہ کہیں سب عرب مل کر انہیں اپنی بات ماننے پر مجبور نہ کریں۔ تب انھوں نے ایک قصیدہ کہا جس میں وہ حرم کعبہ کی پناہ بیٹے اور اس کی نسبت سے خود اپنی حیثیت کو بھی پناہ بناتے ہیں۔ پھر اپنی قوم کے بزرگوں کو دوستی کی پیشکش کرتے ہیں اور اسی قصیدے میں انہیں خبردار کرتے ہیں کہ وہ رسول اکرم کو ان کے حوالے نہیں کریں گے اور انہیں کسی حالت میں بھی تنہا نہیں چھوڑیں گے مگر یہ کہ ان کے پہلو میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دیں وہ قصیدہ یوں ہے:

میرے دوست! جھوٹ کی جانب میلان میں میرا کان ہی پسلا
مرزفش کرنے والا نہیں ہے۔

جس وقت میں نے دیکھا کہ قوم کے دلوں میں ہماری محبت نہیں ہے اور ان لوگوں نے ہم سے اپنے رشتے ٹاٹے توڑ ڈالے ہیں
انہوں نے ہمیں تو اپنی دشمنی کی تکلیف میں ڈال دیا ہے اور وہ ہم

۱۔ ابن ابی الحدید شرح بیح البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۵

سے الگ ہو جانے والے اور ہمارے دشمن کے ساتھی بن گئے ہیں۔
انہوں نے ہمارے خلاف بدنام اور مشتبہ لوگوں کے ساتھ گٹھ جوڑ
کر لیا ہے اور ہماری پیٹھ پیچھے ہم پر غصے کے مارے اپنی انگلیاں دانتوں
کاشتے ہیں۔

اس وقت میں نے پکداریزہ اور چٹکتی ہوئی تیز تلوار رکھتے ہوئے
بھی بزرگوں کی نشانیں یعنی قریش پر حملے سے اپنے آپ کو روکا۔
میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس شخص سے جو بدی کے ساتھ
ہمیں طعنہ دیتا ہے اور ہمارے ساتھ ناحق جھگڑا کرتا ہے۔

ہر اس کینہ جو شخص سے بھی جو ہماری عیب جوئی کرتا رہتا ہے
اور ہر اس شخص سے جو دین میں وہ چیز بڑھاتا ہے جو ہمارا مقصود نہیں ہے۔
مجھے قسم ہے کہ وہ ٹورلہ کی اور اس ذات کی جس نے فیصلہ کو اس
پہاڑ کی قیام گاہ قرار دیا اور قسم ہے کہ وہ پر جانے والے اور کوہ حراتہ سے
اترنے والے پیغمبر محمدؐ کی۔

قسم ہے کعبہ کی یعنی اس پاک گھر کی جو مکہ کے دامن میں
واقع ہے اور قسم ہے خدا کی کہ وہ (خدا) غافل نہیں ہے۔
اور قسم ہے حجر اسود کی اس وقت جب لوگ اسے چومتے ہیں
اور ہر صبح و شام اسے گھرے میں لیے رہتے ہیں۔
قسم ہے خدا کے گھر کی۔ تم نے جھوٹ کہا ہے کہ ہم دل میں

۱۲۲ مکہ کے قریب واقع پہاڑوں کے نام۔

کینہ رکھتے ہیں اور کہ چھوڑ کر جا رہے ہیں، حالانکہ تمہارے ہی عمل کا انجام
ریخ و غم ہوگا۔

خدا کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ کہا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ سخت گیری
کرنے والے ہیں یا یہ کہ ہم اس کی حمایت نہ کریں گے اور اس کے ساتھ ہو کر
تم سے جنگ نہ کریں گے۔

بلکہ ہم جب تک اس کے ارد گرد کٹ کر زمین پر نہ گر جائیں اسے
تمہارے سپرد نہیں کریں گے اور اس دوران میں ہم اپنے بچوں اور عورتوں
تک کو فراموش کر دیں گے۔

خدا کی قسم، اگر معاملہ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اس سے زیادہ سخت ہو جائے
تو ہم بھی کہ ہر داروں پر اپنی تلواریں کھینچ لیں گے۔

ہم ان چمکتے چہروں والے دلاور جوانوں کے دونوں ہاتھوں میں
تلواریں پکڑ دیں گے جو سچے اور کھرے بھائی، حق کے حامی اور شجاع ہیں
ہمارے دن، مہینے، پورا ایک سال اور پھر ایک کے بعد ایک
سال اسی انداز میں گزریں گے۔

پھر پیغمبر کی فتح و کامرانی سے وہ جنت قائم ہوگی جسے سب تسلیم
کریں گے۔

یہ مناسب نہیں کہ ایک قوم اس بزرگوار کو برا لے جو کبھی بھائی کی
طرف نہیں گیا۔

اس نے اپنی شرافت کو بچائے رکھا ہے اور وہ دوسروں پر بوجھ
نہیں بن

ایسے روشن چہرے والا بزرگ کہ جس کے سامنے آتے ہی ایرانی سے
بھر جاتے ہیں وہ قیموں کی فریاد کو پہنچنے والا اور بیوہ خورتوں کی پناہ گاہ
بنی ہاشم میں سے جن کو ہلاکت کا خطرہ ہو وہ اس کے پاس
پناہ لیتے ہیں۔

وہ اس کے پاس رہ کر خدا کی رحمت اور نعمت پاتے ہیں
کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے درمیان ہمارے فرزند محمد کی
تکذیب نہیں ہوئی۔

اور ہم اس کے بارے میں شیطانوں کی باتوں کی طرف توجہ
نہیں دیتے۔

وہ ایک بزرگ انسان ہے جس کا شمار سب سے بلند مرتبہ والے
سواروں میں ہوتا ہے۔

وہ اس خاندان (بنی ہاشم) سے ہے جو بڑائیوں کے میدان میں
برتری کا مالک ہے۔

مجھے اپنی جان کی قسم کہ احمدؑ سے محبت کی خاطر میں نے
اپنے آپ کو سخت تکلیف میں ڈال دیا۔

میں نے اس سے ہمیشہ دوستداروں اور محبوں کی حرج محبت
رکھی ہے۔

وہ دنیا میں ہمیشہ اپنے دوستوں اور قریب داروں کے ساتھ
نیک سیرت رہا ہے۔

وہ ہمیشہ ہی اپنے محبت کرنے والوں کی سربلندی کا موجب بنا ہے۔

اور وہ (احمدؑ) ہمارے درمیان اس قدر شرافت اور اعتبار
کا مالک ہے۔

ہر تہاؤ کرنے والے کی شرافت اور رتبہ اس سے کمزور ہے
اس کی حمایت کے بوجھ سے میری کمر خم ہو گئی ہے لیکن اس کے
باوجود میں نے اس کی حمایت کی ہے۔

میں نے اونٹوں کے گھانٹوں پر سے اور سینوں کی بلندی پر سے
اس کا دفاع کیا ہے۔

پھر یہ ہوا کہ خدا نے اپنی رحمت سے اس کی تائید فرمائی اور
اس سچائی کو ظاہر کیا جس میں کوئی جھوٹ نہ تھا۔

علامہ امینی کہتے ہیں: اگر کوئی شخص ان اشعار کے گونا گوں سلیب
سے ایمان، بوطالب کو نہیں سمجھ سکتا تو پھر اس کے لیے رسول کرمؐ کی نبوت

کا اعتراف اور شہادت اور کہاں سے حاصل کرنا ممکن ہے؟ کیونکہ یہ ایسے
اسالیب اور اشارے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی شخص کی نظم یا نثر

میں موجود ہو تو سب لوگ اس کے اسلام لانے میں متفق و متوحد ہوجائیں
گے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک یہ تمام (اسالیب اور اشارے)

بوطالب کے اسلام پر دلالت نہیں کرتے؟ افاغچب و اعتسب!
جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حضرت ابوطالب کے اشعار کا ایک حصہ

ہے جو ہر لحاظ سے صحیح اسلام، خاص ایمان کی کیفیات سے پرہ اور
برتر ہے۔

عام شہیر — ابن شہر آشوبؒ ما زندرانی نے اپنی کتب ب

”مَثَابَاتِ نَقْرَانِ“ میں آیت مبارکہ ”وَلَيَنْتَصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْتَصُرُهُ“ کے ذیل میں لکھا ہے:

ابوطالبؓ کے جو اشعار ان کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں، وہ تین ہزار سے کچھ اوپر ہیں۔ ان سے ایک ایسے شخص کی خاص کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں جس نے رسول اکرمؐ کی حقیقت کو جانا پہچانا اور ان کے نبی برحق ہونے کی تصدیق کی ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوطالبؓ کے بہت سے اقوال نقل کرتے ہیں جن میں ان کے وہ کلمات بھی شامل ہیں جو انہوں نے بطور وصیت کے اور وہ یہ ہیں:

میں کریم پیغمبرؐ کی مدد کے لیے چار اشخاص کو وصیت کرتا ہوں اپنے بیٹے علیؑ اور (اپنے بھتی) قبیذ کے بزرگ عباسؓ کو پیغمبرؐ کی حقیقی حمایت کرنے والے شیر۔ حمزہؓ اور جعفرؓ کو تاکہ وہ اس کے ساتھ رہیں اور دشمنوں کو اس سے دور کر دیں میری ماں اور اس کے تمام فرزندان (چاروں) پر فدا ہوں احمدؓ کی مدد کے لیے دوسروں کے ساتھ مل کر اسکی دعا لیں بن کعبہ ہند۔ ۱۱

۱۱ اور جو شخص خدا کی مدد کرے گا، خدا بھی اس کی مدد ضرور کرے گا۔ (سورہ حج - آیت ۳۸)

۱۲ ابن شہر آشوب کی کتاب ”مَثَابَاتِ نَقْرَانِ“ میں حضرت ابوطالبؓ کی وصیت پر متعلق ان اشعار میں تحریر کی گئی ہے۔

دوسرا باب



رسول اکرم ﷺ کی خاطر

حضرت ابوطالبؓ کی کوشش و زحمت



مکہ کے سردار ابوطالبؓ پر خدا کا سلام ہو کہ انہوں نے رسول اکرمؐ کی مدد و حفاظت، دفاع اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے کام میں آنحضرتؐ کی بعثت سے اپنی زندگی کے آخری دم تک جو اعلیٰ کردار ادا کیا اور جو قابل قدر خدمتیں انجام دیں، ان سے ابوطالبؓ کے صحیح اسلام، خاص ایمان اور آنحضرتؐ کی اعلیٰ رسالت کے سامنے ان کی فرد تنی، اور تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کے اس ایمان باللہ اور اطاعت رسولؐ کی کامل صحت انشاء اللہ قیامت کے دن واضح ہو کر رہے گی۔ بہر حال ہم یہاں اقامت دین کے لیے ان کی کاوشوں اور کوششوں کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں۔

شام کا سفر

ابن اسحاق کہتا ہے: ابوطالب ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام جلتے گئے۔ قافلے والوں نے ضروری سامان سے کرک کوچ کا ارادہ کیا۔ تب محمد تیزی سے ابوطالب کے پاس پہنچے، ان کے اونٹ کی ہمار پکڑی اور کہا:

”چچا جان! آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں؟

جبکہ نہ میرا باپ ہے کہ اس کا سہارا ملے اور نہ ماں ہے۔ جس سے محبت کروں!

یہ بات سن کر ابوطالب پر رقت طاری ہو گئی اور انہوں نے

کہا:

خدا کی قسم! میں اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا، کیونکہ

یہ مجھ سے اور میں اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یوں محمد

عربی — ابوطالب کے ساتھ سفر پر روانہ ہو گئے۔

رفتہ رفتہ وہ قافلہ شہر یصربلی جا پہنچا جو حکومت شام کے

ماتحت تھا۔ جہاں سربراہ ایک خانقاہ پڑتی تھی جس میں یحییٰ

نامی ایک راہب رہتا تھا۔ وہ اس علاقے میں عیسائیوں کا سب سے

بڑا علم تھا اور وہ خانقاہ ہمیشہ سے راہبوں کا مسکن چلی آتی تھی، تو

یہ خیال خوبیش اپنے پیشروؤں سے ورثے میں ملی ہوئی ایک کتاب کے

علوم لوگوں کو منتقل کرتے تھے۔

اگرچہ اس سے پہلے بھی بہت سے قافلے یحییٰ کے پاس سے گزرتے تھے، لیکن اس نے نہ تو کبھی ان پر توجہ دی اور نہ ان سے کوئی بات کی حتیٰ کہ وہ سال آگیا جس میں مکہ والوں کا قافلہ وہاں پہنچا۔ قافلے والوں نے یحییٰ کی خانقاہ کے پاس پڑو ڈالا تو اس نے خلاف معمول ان کے لیے کثیر مقدار میں کھانا تیار کر دیا۔ کیونکہ اس نے خانقاہ کے اندر آسمان پر ایک ابر دیکھا تھا جو قافلے کے ایک فرد پر سایہ کیے ہوئے تھا چرب آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے تو اس ابر نے درخت پر اپنا سایہ ڈال دیا اور درخت کی شاخیں جھک پڑیں کیونکہ پیغمبر کے قدموں کے سامنے سزاؤں نہیں کیا جاسکتی۔

یحییٰ نے یہ سب کچھ دیکھا تو خانقاہ سے باہر نکل آیا اور پھر اپنے لوگوں کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو اس نے قافلے والوں کو کھلا بھیجا:

اے گروہ قریش! میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کر دیا ہے اور چاہتا ہوں کہ تم سب — خرد و بزرگ اور غلام و آزاد — میرے دسترخوان پر جمع ہو جاؤ۔

قافلے والوں میں سے ایک شخص نے جا کر کہا: اے یحییٰ! آج کوئی خاص بات ہے، کیونکہ اس سے پہلے تم نے ایسا کبھی نہیں کیا حالانکہ ہم اکثر تمہارے پاس سے گزرے ہیں، پھر آج یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟

یحییٰ نے کہا: ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے اور تم وہ مہمان ہو جن کی میں خاطر مدارات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے تمہارے لیے کھانا

تیار کر لیا ہے تاکہ تم سب کے سب اکر کھاؤ۔

چنانچہ وہ قافلے والے بحیرا کے پاس جمع ہو گئے اور رسول اکرم کو ان کی کم سنی کی وجہ سے درخت کے نیچے رکھے ہوئے سامان کے پاس پھوڑا آئے۔

مکھیوانے ان سب پر نگاہ ڈالی اور ان میں سے کسی میں وہ خاص بات نہ پائی جو اس نے خود دیکھی تھی۔

اس نے کہا: اسے قریش! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص ضیافت میں شریک ہونے سے رہ جاتے۔

انہوں نے کہا: جنہیں آنا چاہیے تھا ان میں سے کوئی بیچے نہیں رہا سوائے ایک لڑکے کے جو ہم سب سے کسن ہے اور وہ سامان کے پاس بیٹھا ہے۔

مکھیوانے کہا: نہیں۔ ایسا نہ کرو اور اسے بھی بلاو تاکہ وہ بھی آکر اس دسترخوان پر بیٹھے۔

قریش میں سے ایک نے کہا: لات وعزنی کی قسم! آج کوئی خاص بات ہے۔ اب کیا یہ مناسب ہے کہ ہم بعد شد کے بیٹے (محمد) کو اس کھانے سے محروم رکھیں؟ پھر وہ اٹھا۔ رسول اکرم کے پاس گیا اور انہیں گود میں اٹھا لیا اور آپ کو دوسرے لوگوں کے ساتھ بٹھا دیا۔ جب بحسیرا کی نظر آنحضرت پر پڑی تو وہ حیرت میں آگیا اور ان میں وہ خصوصیت تلاش کرنے لگا جنہیں وہ عرصے سے جانتا تھا۔ اس دوران میں قافلے والے کھانا کھا کر اپنے پڑاؤ کو چل دیے۔

تب بحسیرا اٹھا اور اس نے رسول کرم سے کہا: اے لڑکے! میں تمہیں لات وعزنی کی قسم دیتا ہوں کہ میں جو کچھ پوچھوں تم اس کا جواب دو گے۔

رسول اکرم نے فرمایا: لات وعزنی کی قسم دے کر مجھ سے کوئی بات پرگز نہ پوچھو۔

بحسیرا نے کہا: اچھا تو میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔

آنحضرت نے فرمایا: ”پوچھو کیا پوچھتے ہو؟“

بحسیرا نے آپ سے سونے، سونے کی حالت اور اس میں پیش آنے والی باتوں کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ تب آنحضرت نے اس کی ہر بات کا جواب دیا۔ آپ کے تمام جوابات ان نشانیوں کے مطابق تھے جو بحسیرا کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ پھر اس نے آپ کی پشت پر نگاہ ڈالی اور دونوں کندھوں کے درمیان (جیسا کہ اس کا خیال تھا) حسیہ نبوت دیکھی۔

اس واقعہ کی بابت حضرت ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

سچ تو یہ ہے کہ آمنہ کا بیٹا محمد

میرے نزدیک میرے بیٹوں سے بلند تر ہے

اور جب مرنے والوں کے اوٹ قافلے میں اپنے لڑکوں کے ساتھ چل رہے تھے۔

اس نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور میرا دل بھرا آیا

وہ جو دوسروں کا غلغلہ مددگار اور کام کرنے میں دلیر تھا

میں نے اس کو لوگوں کے درمیان گھومنے پھرنے کے لیے بلایا
 قافلے والے اپنی دور کی منزل کے لیے چل رہے تھے
 قتب ان کا اپنا وطن بہت پیچھے رہ گیا
 حتیٰ کہ وہ سب کے سب بصری پہنچ گئے
 وہاں انہوں نے بٹھیرا راہب سے ملاقات کی جو ان کے
 انتظار میں تھا۔

اس نے انہیں اس (محمد) کے بارے میں سچی خبر دی
 درحسدوں کے ٹوٹے کو اس کے پاس آنے سے روک دیا
 جب یہودیوں کے ایک گروہ نے محمدؐ کے سربراہ کا سایہ اور قدرت
 بلی کا ظہور دیکھا، انہوں نے محمدؐ کو قتل کرنے کے لیے ہتھکڑیاں لگائیں
 بٹھیرا نے ان کو روکنے میں اپنی زیادہ سے زیادہ کوشش کی۔
 اس واقعہ کے بارے میں انہوں نے یہ اشعار بھی کہے:

جب میں نے اپنے دل میں (شام کے سفر کا) ارادہ کر لیا تو کیا
 اس کے بعد تو نے میری حالت نہیں دیکھی؟
 اس سفر کا لازماً جسدانی تھا، وہ سخت جدائی جو ماں باپ پر
 بھاری ہے۔

وہ احمدؑ سے جدائی تھی، جب میں شام کے سفر کے لیے
 تیار ہوا۔

تو میں نے اس کی سلامتی کی آرزو کے ساتھ اسے الوداع کہا۔
 وہ رنج کے مارے رو رہا تھا اور اونٹ ہمارے درمیان فاصلہ

ڈال رہے تھے۔

وہ (محمدؐ) اونٹوں کی مہار کا پھلا سرا پکڑے تھا۔
 مجھ اس کے باپ کی یاد آگئی اور میں نے جمد آسٹوہائے
 وہ آسٹوہ ہمیشہ میری دونوں آنکھوں سے جاری رہتے تھے
 حضرت ابوطالبؓ پنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں
 نے آنحضرتؐ کو قافلے کے ساتھ چلنے کی اجازت سے دی اور اس سلسلے
 میں وہ مندرجہ ذیل اشعار کا اضافہ کرتے ہیں:

اور جب ہم نے بصوسی کی سرزمین میں پڑاؤ ڈالا
 ہمیں اچھے مکانوں میں اتارا گیا اور احترام کی نگاہ سے دیکھا گیا
 اس وقت بٹھیرا جلدی سے وہاں آیا اور اس نے بڑی تیزی
 سے ہمارے لیے عمدہ کھانا اور مشروب تیار کر لیا۔

اس نے کہا آپ اپنے سب ساتھیوں کو ہم سے کھانے پر جمع
 کیجیے۔

ہم نے کہا کہ ایک نو عمر لڑکے کے علاوہ سب لوگ آگئے ہیں
 وہ نو عمر لڑکا یتیم ہے لیکن بٹھیرا نے اسے بھی بلوایا۔

اور کہا کہ آج کھانا بہت ہے اور اسے محروم نہیں رہنا چاہیے
 اور اگر تمہارا ہمیں محمدؐ کے وجود سے آگاہ نہ کر دیتے
 تو آج ہمارے نزدیک تمہاری کوئی عزت نہ ہوتی

اور جب بٹھیرا نے دیکھا کہ محمدؐ اس کے گھر کی طرف آ رہے ہیں
 اور ابراہیمؑ کا سایہ ان کو سورج کی دھوپ سے بچا رہا ہے

تب اس نے ان کے سامنے اپنا سر بجد سے میں رکھ دیا
اور بڑی گرمجوشی سے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا اے

ابوطالب کا رسول اکرم کے

وسیلے سے بارش کی دعا کرنا

جلد بن عرفہ نے کہا:

ایک دفعہ میں مکہ آیا جبکہ اہل مکہ قحط اور خشک سالی میں مبتلا تھے۔

قریش نے کہا: اے ابوطالب!

ادواں خشک ہو گئی ہیں اور ضرر کے لوگ قحط سے دوچار ہیں، چلو

چل کے بارش کے لیے دعا کرو۔

اس پر ابوطالب باہر آئے جبکہ ایک لڑکا ان کے ساتھ تھا۔ وہ

لڑکا (محمد) ایسے لگتا تھا جیسے سیاہ بادلوں کے پیچھے سے سورج چمک

رہا ہو۔ اس لڑکے کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے بچے تھے۔ ابوطالب

نے اس لڑکے کو اٹھایا اور اس کی پشت دیوار کعبہ کے ساتھ

لگا دی۔ پھر اس حالت میں کہ وہ اس لڑکے کو اپنی ہتھیلیوں پر اٹھائے

ہوئے تھے، انہوں نے بارش کے لیے دعا کی۔

اے دیوان، ابوطالب صفحہ ۳۲ + ۳۵ تا تاریخ ابن عساکر جلد ۱ صفحہ ۳۶۹

۲۷۲ +روض الافق جلد ۱ صفحہ ۱۲

حاشا کہ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا لیکن فوراً ہی
ہر طرف سے گھٹائیں بگھر کے آئیں اور یوں کھل کر برسیں کہ شہروں اور دیہاتوں
کو آفریقہ میں پانی دستیاب ہو گیا اور ادویاں سرسبز ہو گئیں۔ اس موقع
پر حضرت ابوطالب نے یہ شعر کہے:

(محمد) وہ معصوم ہے جس کا چہرہ دیکھ کر ابرائی سے بھر جاتا ہے

وہ جو ہتموں کی جائے پناہ اور بیوہ خورتوں کا نگہبان ہے

خاندان ہاشم کے رنج دیدہ افراد اس کی پناہ میں آجاتے ہیں

اور اس کی پناہ میں نعمت اور آسودگی کی زندگی بسر کرتے ہیں

وہ عدل کی ایسی میزان ہے کہ کسی پر جو کے ایک دانے کے برابر

بھی زیادتی نہیں کرتا۔

وہ ایسا کھرا معاملہ فہم ہے کہ اس کی معاملہ فہمی میں کوئی اندیشہ

نہیں ہوتا۔ اے

جو امور اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت ابوطالب — رسول اکرم

کی شانِ نبوت اور رسالت کے مرتبے کو پہچانتے تھے، ان میں ایک وہ عظیم

اے فسطائی شرح: جلد ۲ صفحہ ۲۲۷ + مواہب درتبیہ جلد ۱ صفحہ

۴۸ + فصائل الکبریٰ جلد ۵ صفحہ ۸۷-۱۲۴ + شرح بہجتہ المصافح

جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ + سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۵ + دحلان، سیرت

نبویہ جلد ۱ صفحہ ۸۷ + طلبہ الطالب صفحہ ۱۰ + تاریخ ابن عساکر

خشک سالی بھی ہے جو مکہ میں رونما ہوئی تھی۔ چنانچہ جب دو سال تک بارش نہ ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب کو حکم دیا کہ وہ محمد بن عبد اللہ کو کپڑے میں لپیٹ لائیں جو اس وقت شیر خوار تھے۔ پھر عبدالمطلب خانہ کعبہ کی طرف گئے، نئے محسود کو آسمان کی جانب بلند کیا اور کہا:

اے پروردگار! اس بچے کی خاطر (مینہ برسا) انہوں نے یلغاف تین دفعہ دہرائے اور مسلسل کہتے رہے: اے پروردگار! اس بچے کی خاطر ہم پر بوسلا دھار مینہ برس دے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ بادل آسمان پر چھا گئے اور اتنے زور کی بارش ہوئی کہ لوگوں کے دلوں میں مسہد احرام کے گرجانے کا خوف پیدا ہو گیا۔

اس وقت ابوطالب نے یہ قصیدہ لامیہ کہا:

محمدؐ وہ معصوم ہے جس کا چہرہ دیکھ کر ابر پانی سے بھر جاتا ہے
وہ جو یتیموں کی جیسے پناہ اور بیوہ عورتوں کا نگہبان ہے

پس حضرت عبدالمطلب کا حضور اکرمؐ کی شیر خوارگی اور ان کے فرزند حضرت ابوطالبؑ کا آپ کے لڑکپن میں آپ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرنا۔ ان دونوں بزرگوں کے توحید الہی پر ایمان اور انحضرتؐ کی

۱۔ شہرستانی مل و دخل۔ حاشیہ فص ۳ صفحہ ۲۲۵

۲۔ صاحب علم حضرت پر محفی نہیں کہ ”قصیدہ لامیہ“ شعب ابوطالب میں نظر بندی کے دنوں میں کہا گیا تھا۔

زندگی کے آغاز ہی سے آپ کی رسالت کے عرفان کا یہ چلتا ہے۔ چنانچہ اگر تاریخ میں ان دو واقعات کے علاوہ ان کا کوئی اور مقام نہ بھی ہوتا تو بھی یہ واقعات توحید و نبوت پر ان کا اعتقاد اور ایمان ثابت کرنے کے لیے کافی تھے اور یہ واقعات محققین کے لیے بھی ان دونوں کے توحید و نبوت پر ایمان کے بارے میں ایک قوی دلیل بن سکتے ہیں۔

امیر المومنینؑ کی ولادت اور ابوطالبؑ

جابر بن عبد اللہ نے کہا ہے:

میں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت کے متعلق رسول اکرمؐ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: بلاشبہ تم نے پیدا ہونے والے ایک بہترین شخص کے متعلق سوال کیا ہے جو مسیح کی مانند ہے۔ خداوند تبارک تعالیٰ نے مجھے علیؑ کے نور سے اور علیؑ کو میرے نور سے اور ہم دونوں کو ایک نور سے پیدا کیا۔ پھر اس نے ہمیں پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل فرمایا۔ ہاں یوں سمجھو کہ میں کسی صلب سے منتقل نہیں ہوا مگر یہ کہ علیؑ بھی میرے ساتھ تھا اور مسلسل ایسا ہی ہوتا رہا، حتیٰ کہ خدا نے تعالیٰ نے مجھے (میری ماں آمنہ کے) بہترین رحم میں ودیعت کیا تو علیؑ کو بھی (فاطمہ بنت اسد کے) بہترین رحم میں ودیعت کیا۔

اس زمانے میں مہرم بن دعیب بن الشقبان ایک عابد و زاہد شخص تھا۔ وہ دس سو ستر سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا اور اس سے کوئی حاجت طلب نہ کی تھی۔ پھر چوایہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوطالبؑ کو مہرم عابد

کے پاس بھیجا۔ وہ نہیں دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کا سرچوڑا اور اپنے پاس بٹھالیا۔ تب اس نے ابوطالب سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میرا تعلق تہامہ سے ہے۔ اس نے پوچھا: تہامہ کے کس خاندان سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: میں بنی ہاشم سے ہوں۔ اس عابد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دوبارہ ان کا سرچوڑا اور کہا: اے شخص! خدا نے ایک بات مجھ پر اہام فرمائی ہے۔ ابوطالب نے پوچھا: وہ کیا؟ عابد نے کہا: تمہاری نسل سے ایک فرزند پیدا ہوگا جو خدا تعالیٰ کا دل ہوگا۔ پھر جب علیؑ کی پیدائش کی رات آپہنچی اور زمین روشن ہو گئی تو ابوطالب یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ کعبہ میں خدا کا دل سے پیدا ہوا ہے۔ وہ رات گزر گئی اور وہ دوسرے دن یہ اشعار پڑھتے ہوئے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے:

اے اس اندھیرے کی سیاہی کے پروردگار
اور اے طوع کرنے والے نورانی پند کے پروردگار

ہم پر اپنا بدشعبہ اعظا ہر فرما
کہ اس بچے کے نام کے بارے میں تیری کیا منشا ہے؟
اس کے بعد رسول اکرمؐ نے فرمایا: اس وقت ایک آواز سنائی دی جو کہہ رہی تھی:

اے ممتاز پیغمبر کے خاندان والو
تمہیں پاک نہاد فرزند نصیب ہوا ہے
بند مرتبہ پروردگار کی جانب سے اس کا نام

علیؑ ہے جو پروردگار کے نام علی سے مشتق ہوا ہے

ابوطالب اور آغاز نبوت

حنبل فقیہ، ابراہیم بن علی بن محمد دیوری اپنی کتاب نہایتہ مطلب میں ایک طویل حدیث میں طاؤس بن عباس کا قول نقل کرتے ہیں:

رسول اکرمؐ نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا:

خدا تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت کی خبر دی ہے اور اپنی تبلیغ و دعوت کو ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجھے آپ کا کیا خیال ہے؟ عباسؓ نے کہا: میرے پیارے چچے! تم جانتے ہو کہ قریش تمہارے خاندان سے بے حد حسد کرتے ہیں۔ جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہی ہوا تو ہم پر بدت بڑی مصیبت آجائے گی۔ وہ لوگ ہم سب کو ایک کمان سے نشانہ بنائیں گے اور ہمیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ تم اس کام سے باز رہو اور ہمیں یونہی رہنے دو۔ پھر بھی اپنے چچا ابوطالب سے رجوع کرو کیونکہ وہ تمہارے سب سے بڑے چچا ہیں۔ اگر وہ تمہاری مدد نہیں کریں گے تو کم از کم وہ تمہیں خوار بھی نہیں ہونے دیں گے اور تمہیں ان لوگوں کے سپرد نہیں کریں گے۔

بھروسہ دونوں ابوطالب کے پاس گئے۔ وہ دیکھتے ہی بولے: یقیناً کوئی خاص بات ہے، اس وقت تمہیں کونسا مسئلہ یہاں کھینچ لایا ہے؟

عباس نے وہ باتیں ابو طالب کو بتائیں جو ان کے اور رسول اکرمؐ کے درمیان ہوئی تھیں۔ ابو طالب نے رسول اکرمؐ پر نگاہ ڈالی اور کہا: اے بھتیجے! اٹھو اور اپنے کام کا آغاز کرو کیونکہ تم واقعی شریف ہو اور ایک طاقتور اور عالی نسب گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔ خدا کی قسم! کوئی زبان تمہیں تکلیف نہیں پہنچائے گی مگر یہ کہ تیز اور کاٹ کرنے والی زبانیں اسے بھی تکلیف پہنچائیں گی اور تیز تلواریں اس پر برسیں گی۔

خدا کی قسم! عرب قوم تمہاری اسی طرح فرمانبردار ہو جائے گی جس طرح دودھ پینے والے جانور اپنے مربی کے فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ میرے بزرگوار عبدالمطلب ہمیشہ کتاب پڑھتے اور کہتے تھے: بلاشبہ میری نسل سے ایک پیغمبر ہوگا۔ میری خواہش تھی کہ میں اس کے زمانے میں زندہ ہوتا اور اس پر ایمان لاتا۔ پس میرے فرزندان میں سے جو کوئی اس کا زمانہ دیکھے وہ اس پر ایمان لائے۔^۱

علامہ اصبیحی کہتے ہیں:

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ابو طالب پورے اطمینان کے ساتھ اپنے والد کی یہ فمائش نقل کرتے ہیں۔ وہ آغاز دعوت سے ہی رسول اکرمؐ کو تسلیم دیتے ہیں۔ انہیں اپنی دعوت پھیلانے اور خدا کا ذکر بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ محمد وہی پیغمبر ہیں جن کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ عرب ان کے

۱۔ سید بن طاووس: طائف۔ صفحہ ۸۵ + ابوالحسن شریف: صیبا العالمین

ساتھ فرقہ فتنی کے ساتھ تسلیم خم کر دیں گے۔

کیا آپ یقین کر سکتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؓ یہ سب کچھ بیان کریں لیکن خود اس پر ایمان نہ رکھتے ہوں؟ پھر بھی اگر کوئی ایسی بات کہتا ہے تو وہ سوائے جھوٹ اور جصل کے اور کچھ نہیں ہے۔

حضرت رسولؐ کی گمشدگی

اور ابو طالبؓ

رسول اکرمؐ کی تبلیغ و دعوت کے بارے میں حضرت ابو طالبؓ کے پاس قبیلہ قریش کا ایک اجتماع ہوا۔ وہ حضرت رسولؐ کے پیغام سے اپنی نفرت اور بیزاری ظاہر کرنے لگے۔ پھر غصے کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یعنی یہاں سے اٹھ چلو اور اپنے خداؤں کی عبادت پر قائم رہو۔ اس (تبلیغ) میں ضرور اس کی اپنی غرض ہے۔^۱

علاوہ ازیں انہوں نے کہا: ہم ہرگز اس دین کی جانب نہیں آئیں گے اور اس مسئلے کا بہترین حل یہ ہے کہ محمدؐ کو بے خبری کے عالم میں قتل کر دیا جائے۔^۲

اتفاق سے اسی رات جب رسول اکرمؐ نظر آئے تو یہی سمجھا گیا کہ

۱۔ سورۃ حق۔ آیت ۶

۲۔ بقول: یہ بات عقبہ بن ابی معیط نے کہی تھی۔

آپ گم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ابوطالب اور ان کے رشتہ دار آنحضرتؐ کی جائے سکونت پر آئے اور دیکھا کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ اس پر ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے کچھ جوانوں کو جمع کیا اور انہیں کہا:

تم سب ایک ایک تیز تلوار لے لو اور جب میں مسجد الحرام میں داخل ہوں تو میرے پیچھے پیچھے تم بھی وہاں آ جانا۔ پھر تم میں سے ہر ایک غور سے دیکھے اور قریش کے رؤساء میں سے کسی ایک کے ساتھ بیٹھ جائے، انہی رؤساء میں سے ایک ابوجہل بھی ہے۔ پس اگر تم کو قتل کر دیا گیا ہو تو وہ (ابوجہل) بچ کر نہ جائے۔

جوانوں نے کہا: ہم ایسا ہی کریں گے۔

درس اشنا زید بن عارضہ وہاں آئے اور انہوں نے ابوطالب کو اس حالت میں دیکھا۔

حضرت ابوطالب نے ان سے پوچھا: اے زید! تم نے میرے بھتیجے (محمدؐ) کو کیسے دیکھا ہے؟

زید نے جواب دیا: جی ہاں، ابھی تھوڑی دیر پہلے میں ان کے پاس تھا۔

حضرت ابوطالب نے کہا: جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں گھر نہیں جاؤں گا۔

اس وقت رسول اکرمؐ کو ہضفا کے ایک مقام پر اپنے ساتھیوں سے گفتگو میں مشغول تھے۔ زید جلدی سے وہاں گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ آنحضرتؐ یہ ماجرا سن کر ابوطالب کے پاس آ گئے۔

ابوطالب نے کہا: میرے بھتیجے! غیریت سے ہو۔ نا! تم کہاں تھے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی۔ غیریت سے ہوں۔

ابوطالب نے کہا: اب اپنے گھر چلو۔ آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ رات گزر گئی اور صبح ہوتے ہی ابوطالب نے آنحضرتؐ کا ہاتھ تھاما اور انہیں قریش کے ایک مجمع میں لے گئے، جبکہ ہاشمی جوان بھی ان کے ہمراہ تھے۔

ابوطالب نے کہا: اے قریش! کیا تمہیں علم ہے کہ رات ہم نے کیا فیصلہ کیا تھا؟

انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر ابوطالب نے انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا اور ہاشمی جوانوں سے کہا: جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے، سب کو دکھا دو۔

جوانوں نے ایسا ہی کیا اور اچانک ہی قریش نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک تیز تلوار ہے۔

اس وقت ابوطالب نے کہا:

خدا کی قسم! اگر تم نے اس (محمدؐ) کو قتل کر دیا ہوتا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ بچتا اور ہم تم ایک دوسرے کو نابود کر دیتے۔ یہ سن کر قریش اور بالخصوص ابوجہل شرمندہ ہو گیا۔

یہ واقعہ کچھ رد و بدل کے ساتھ ایک اور پیرائے میں نقل کیا گیا ہے:
 ایک دفعہ حضرت ابوطالب کو خیال گزرا کہ رسول اکرمؐ کم ہو گئے
 ہیں۔ وہ سمجھے کہ قریش کے ایک گروہ نے انہیں چھپ کر قتل کر دیلے۔ لہذا
 انہوں نے ایک آدمی کے ذریعے بنی ہاشم کو کھلوا بھیجا: اے بنی ہاشم!
 میرا خیال ہے کہ قریش کے ایک گروہ نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہے۔ تم میں سے
 ہر ایک کو مسلح ہو کر قریش کے کسی ایک سردار کے پاس بیٹھ جانا چاہیے۔
 پھر جب میں یہ اعلان کروں کہ میں محمدؐ کو تلاش کر رہا ہوں، تو تم میں سے
 ہر ایک اپنے پاس بیٹھے ہوئے سردار کو قتل کر دے۔ یہ خبر رسول اکرمؐ کو
 ملی جو اس وقت کوہ صفا کے ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ
 تیزی سے ابوطالب کے پاس آئے اور انہیں مسجد میں پایا۔

ابوطالب نے جب انہیں دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑا اور منہ مایا:
 اے قریش! محمدؐ مجھے مل نہیں رہے تھے اور میرا خیال تھا کہ تم نے انہیں
 قتل کر دیا ہے۔ اس لیے میں نے بنی ہاشم کے ان جوانوں کو جو یہاں
 موجود ہیں، کہا تھا کہ ان میں سے ہر ایک مسلح ہو کر تمہارے ایک ایک
 سردار کے پاس بیٹھ جائے۔ پھر جب میں یہ اعلان کروں کہ میں محمدؐ کو
 تلاش کر رہا ہوں، تو ان میں سے ہر ایک اپنے پاس بیٹھے ہوئے سردار
 کو قتل کر دے۔

ہاں، اے بنی ہاشم کے جوانو! جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے
 اب اسے ظاہر کر دو۔ تب ان جوانوں نے اپنے ہتھیار سامنے کر دیئے جبکہ
 قریش سمجھے سمجھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ اس وقت سے وہ رسول اکرمؐ کے

معاشرے میں کچھ نہ کچھ ڈرنے لگے۔ ابوطالب نے اس موقع کی مناسبت
 سے یہ اختراع کئے:

ہاں! قریش سے کہہ دو کہ ان کے سب بھید
 جہاں کہیں وہ کھیں، دھوکا اور فریب ہیں
 تیز قدم اور پر جوش ٹھوڑوں کی قسم

اور ان مقدس کتابوں کی قسم، علماء جن کی تلاوت کرتے ہیں
 میں محمدؐ کے خاندان کا محافظ اور سرپرست ہوں
 اور ان سے میری محبت دل اور ضمیر کی گریوں سے ہے
 اے میرے بھتیجے! اے وہ جو ہمیشہ میرے دل میں ہے
 اے وہ سفید بادل جو خوشگوار اور کثیر پانی رکھتا ہے
 اے سرداروں کے فرزند! وہ سردار جو قصی کی اولاد سے ہیں
 اے وہ کہ جس کی پیشانی (روزِ نبوت سے) چاند کی طرح چمکتی ہے

ایک تیسری روایت میں اس واقعہ کی تفصیل یوں آئی ہے کہ
 سید فخر نے کہا:

شیخ حافظ ابوالفرج عبد الرحمن بن محمد جوزی محدث بغدادی جو
 ابوطالب کے کفر کا قائل ہے، اس نے ۵۹۰ھ میں — وسط (عرق)
 میں مجھے اپنی اسناد کے ساتھ واقف دی سے یہ خبر دی:

عبد المطلب کے فرزند ابوطالب — صبح و شام رسول اکرمؐ کے
 ساتھ رہتے اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں یہ ڈر

رہتا تھا کہ کیس دشمن، آنحضرتؐ کو قتل نہ کریں۔ ایک دن آنحضرتؐ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور پھر رات تک نظر نہ آئے۔ اگلی صبح آنہوں نے رسول اکرمؐ کو ان تمام جگہوں پر ڈھونڈا، جہاں ان کے موجود ہونے کا امکان تھا، لیکن وہ ان کو کہیں بھی نہ ملے، جس سے انہیں بڑا دکھ ہوا اور انہوں نے دل ہی دل میں کہا: ”ہائے۔۔۔“

پھر انہوں نے اپنے تمام غلاموں اور ملازموں کو جمع کیا اور کہا: ”میں نے گزشتہ رات اور آج دن میں محمدؐ کو نہیں دیکھا۔ اس پر مجھے رہ کر خیال آتا ہے کہ کہیں قریش نے ان کو جوڑی چھپے قتل نہ کر دیا ہو۔ اب صرف ایک ہی ایسی جگہ رہ گئی ہے کہ جہاں میں نے انہیں تلاش نہیں کیا، لیکن میں ان کا وہاں موجود ہونا بعید سمجھتا ہوں۔ پھر انہوں نے اپنے بیس غلاموں کا انتخاب کیا اور انہیں کہا: جاؤ، خبر لے آؤ اور تم میں سے ہر ایک جا کر قریش کے ایک ایک سردار کے پاس بیٹھ جائے۔ اگر میں آؤں اور محمدؐ میرے ساتھ ہوں تو کچھ نہ کرنا۔ لیکن اگر میں آؤں اور محمدؐ میرے ساتھ نہ ہوں تو تم ہر اس سردار کو قتل کر دینا جو تمہارے پاس بیٹھا ہو۔“

وہ لوگ گئے اور انہوں نے اپنے خفیہ خوب تیز کیے اور لے آئے۔ تب ابوطالبؓ اپنے رشتہ داروں کے ایک گروہ کو لے کر اس مقام کی طرف گئے جہاں انہیں آنحضرتؐ کے ملنے کا گمان تھا۔ وہ مقام جو مکہ کے نشیبی علاقے میں واقع تھا، وہاں انہوں نے آنحضرتؐ کو ایک

چٹان کے پاس نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو دیکھتے ہی اپنی آنکھوں میں لے لیا اور آپ کے سر و چہرہ پر ہستے ہوئے کہا: میرے بھتیجا میرے ساتھ چلو، کیونکہ میں اب تمہاری قوم کے خلاف اقدام کرنے ہی والا تھا۔ پھر انہوں نے آنحضرتؐ کا بازو تھام لیا اور مسجد الحرام کی جانب چل پڑے۔ اس وقت قریش مل کر کعبہ کے نزدیک بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے ابوطالبؓ کو رسول اکرمؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے آتے دیکھا تو کہنے لگے: یہ ابوطالبؓ ہے جو محمدؐ کے ساتھ آ رہا ہے۔ یقیناً اسے ہم لوگوں سے کچھ کام ہے۔ ابوطالبؓ آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہو گئے، جب کہ غصے کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر تھے۔ تب انہوں نے اپنے غلاموں سے کہا: جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے وہ سامنے کر دو اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب قریش نے ان کے ہاتھوں میں خنجر دیکھے تو کہنے لگے: بلے ابوطالبؓ! یہ کیا چیزیں ہیں؟

ابوطالبؓ نے جواب دیا: وہی جو تم دیکھ رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ میں دو دن سے محمدؐ کو تلاش کر رہا تھا اور وہ مجھے کہیں نظر نہیں آتے تھے۔ اس پر مجھے ڈر ہوا کہ مبادا تم نے انہیں قتل کر دیا ہو۔ لہذا میں نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ اس جگہ پر بیٹھ جائیں، جہاں تم انہیں دیکھ رہے ہو۔ پھر میں نے انہیں کہا کہ اگر میں آؤں اور محمدؐ میرے ساتھ نہ ہوں تو تم میں سے ہر ایک اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو قتل کر دے اور اس کے لیے میری اجازت کی ضرورت نہیں، خواہ مارے جانے والے کا تعلق حتیٰ شتم سے ہی کیوں نہ ہو۔

قریش نے کہا: کیا تم ایسا ہی کرتے؟

ابوطالب نے (خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا: اس (گھر) کے پروردگار کی قسم! میں ایسا ہی کرتا۔

مطمع بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کہ جس نے ابوطالب کے ساتھ پیمانہ باندھ رکھا تھا، اس نے ان سے پوچھا: کیا واقعی تم اپنی قوم کے خلاف یہ اقدام کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟

ابوطالب نے جواب دیا: ”ایسا ہی ہے!“ پھر وہ رسول اکرمؐ کو ساتھ لے کر چلے گئے جبکہ وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

اے میرے فرزند (محمدؐ)! چلو کہ تمہارے لیے کوئی ذلت یا خفت نہیں ہے

چلو کہ تمہیں دیکھ کر آنکھیں روشن اور چمکدار ہو گئی ہیں
خدا کی قسم! قریش اپنی کثرت تعداد اور اسلحہ کے باوجود تم پر
ہرگز قابو نہ پاسکیں گے

ایسا تبھی ہو سکتا ہے جبکہ میں قبر میں دفن ہو جاؤں
تو نے مجھے اس خدا کی جانب بلایا اور میں سمجھ گیا کہ تم نے یہ کام
خیر خواہی سے کیا ہے

اور تو سچ کہتا ہے کیونکہ اس سے پہلے بھی تجھے امن کہا جاتا تھا
اور تو نے اس دین کی یاد دلائی ہے کہ بلاشبہ وہ

لوگوں کے لیے سب سے بہتر دین ہے
اس واقعہ کے بعد قریش ابوطالبؐ سے نرمی کا سلوک کرتے

تھے لیکن وہ ان سے بات نہ کرتے تھے اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دیتے تھے۔

علامہ امینی کہتے ہیں:

یہ مکہ کے شیخ اور سردار (ابوطالبؐ) ہیں جو رسول اکرمؐ کے مقابلے پر اپنی ساری قوم کو قربان کرنے پر تیار ہیں۔ نیز اس بات پر بھی آمادہ ہیں کہ آنحضرتؐ کی خاطر اپنے تمام قومی تعلقات اور بریرہ معاہدوں کو نظر انداز کر دیں۔ خدا انہیں الہی جذبے اور دینی پیمان پر ثابت قدم رکھے جو ذاتی رشتہ و تعلق کے تمام معاہدوں سے برتر ہے۔

حضرت رسولؐ کا آغاز دعوت

اور ابوطالبؐ

یعنی (اے رسولؐ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو
غضب خدا سے ڈراؤ۔ (سورۃ شعراء - آیت ۲۱۴)
جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اکرمؐ گھر سے نکل کر
کوہ صفا پر پہنچے اور بہ آواز بلند پکارے۔ ”یا صفا حیا“
جب لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا:
اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ پر سے ایک لشکر تم پر
حملہ کرنے آ رہا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کر لو گے؟
لوگوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہم نے آج تک آپ سے

کوئی جھوٹی بات نہیں سنی۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا: یقیناً میں تمہیں ایک دردناک عذاب سے خبردار کر رہا ہوں۔

ان لوگوں میں سے ابولہب نے کہا: واسے ہو تم پر! کیا تم نے مجھ سے صرف اتنی سی بات کے لیے یہاں جمع کیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد رسول اکرمؐ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اپنے گھر پر بلایا۔ اس اجتماع میں ابولہب نے یوں شروع کیا اور کہا:

اے محمدؐ! یہ تمہارے چچا اور چچا زاد بھائی ہیں، ان سے بات چیت کرو۔ ہاں — مگر آباؤ اجداد کا دین سے ترک کرنے اور نیا دین اختیار کرنے کی بات رہنے دو۔ پھر بھی یہ جان لو کہ تمہارا قبیلہ پورے عرب کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس تمہارے یہ رشتہ دار بھی تمہیں گرفتار اور قید کرنے کا سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔ لیکن جو بات تمہارے سر میں سمائی ہوئی ہے، اگر تم اس کی خاطر اٹھنا اور کوئی اقدام کرنا چاہتے ہو تو ان کے لیے تمہیں قید کر دینا قبائلی قریش کا مقابلہ کرنے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اپنے اعزہ و اقربا کے لیے اس سے بدتر تحفہ لایا کہ جو تم لائے ہو۔

ابولہب کی ان باتوں کے بعد رسول اکرمؐ نے کچھ نہ کہا اور خاموش ہی رہے۔ تاہم اگلے دن آپؐ نے ان لوگوں کو دوبارہ اپنے ہاں بلایا اور فرمایا: تعریف کے لائق بس خدا ہی ہے اور اس کی حمد کرتا ہوں۔ میں اس سے مدد چاہتا ہوں اور اس کی پناہ مانگتا ہوں۔

میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لا شریک کے علاوہ کوئی خدا نہیں — پھر فرمایا:

کوئی سالار اور دھنخا اپنی قوم سے غلط بات نہیں کہتا۔ اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں خدا کا رسولؐ ہوں باخصوص تمہارے لیے اور بالعموم تمام انسانوں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ خدا کی قسم! جس طرح تم سو جاتے ہو، ایک دن اسی طرح جاؤ گے، ان موت کے بعد — اس طرح اٹھائے جاؤ گے، جس طرح نیند سے جاگ اٹھتے ہو۔ یہاں تم جو بھی عمل کرتے ہو، اس کا تم سے حساب کتاب لیا جائے گا، اس کے بدلے میں جنت بھی ہمیشہ کے لیے ہوگی اور جہنم بھی ہمیشہ کے لیے ہوگا۔

ابولہب نے کہا: تمہاری مدد کرنا ہمیں بے حد عزیز ہے، ہم تمہاری غیر خواہی کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور تمہاری باتوں کی مکمل طور پر تصدیق کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں، تم دیکھ رہے ہو کہ یہ سبھی تمہارے رشتہ دار ہیں اور میں بھی انہیں میں سے ایک ہوں۔ لیکن مجھ میں اور ان میں فرق یہ ہے کہ جو بات تمہیں پسند ہو میں اس کے لیے بہت جلدی کرنے والا ہوں۔ اس لیے اٹھو اور خدا کی طرف سے جو کام تمہیں سونپا گیا ہے، اسے انجام دو۔ خدا کی قسم! میں ہمیشہ تمہارا محافظ اور نگہبان رہوں گا، البتہ میرا نفس اور میرا باطن — عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس پر مدد فرمائی یہ کہتے ہیں:

خدا کی رحمت ہو عبدالمطلب پر کہ ان کا مذہب خدائے تعالیٰ کی
توحید، اس کے رسولوں اور ان پر آئی ہوئی آسمانی کتابوں پر ایمان ...
اور ہر قسم کی بت پرستی سے دوری کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ عبدالمطلب وہی شخص
ہیں جنہوں نے اپنی وصیتوں میں یہ اعلان کیا: کوئی ظالم قطعاً اس دنیا
سے نہیں جاتا کہ جس سے انتقام لیا گیا ہو اور وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا ہو۔
تاکہ وہ ظالم جس نے اس دنیا میں اپنے کیے کی سزا نہ دیکھی ہو وہ آخرت
کی تباہی میں جا پڑے۔

جب ان سے ان مفاظ کی وضاحت کرنے کے لیے کہا گیا تو انہوں
نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا:

خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا ہے، جس میں نیکو کار کو
اس کی نیکی کا بدلہ ملے گا ورنہ کار اپنی بدکاری کی سزا پائے گا۔

عبدالمطلب وہی شخص ہیں جنہوں نے ابراہیمؑ سے کہا تھا:
اس گھر (یعنی خانہ خدا) کا بھی ایک مالک ہے جو اس کی حفاظت
کرتا ہے۔ عبدالمطلب وہی شخص ہیں کہ جنگ حنین میں رجز پڑھتے ہوئے
رسول اکرمؐ نے بھی ان کی اولاد ہونے پر فخر کیا یہ چیز بجائے خود عبدالمطلب
کو یا ایمان ثابت کرتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

ہیں پیغمبر ہوں اور جھوٹا نہیں ہوں

میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں ۲

۱۔ خانہ کعبہ پر ابراہیمؑ کے جیسے کا واقعہ قرآن مجید کے سورۃ نمل میں آیا ہے۔
۲۔ ابن سعد: طبقات، مسلسل صفحہ ۶۶۵ (مصر)، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲۹۔

میں ابوطالب کا یہ کہنا: ”میرا نفس اور میرا باطن عبدالمطلب کے
مذہب سے جدا ہونے پر راضی نہیں ہوتا“ درحقیقت عبدالمطلب کے
دین توحید کا پیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور ان کی دوسری باتوں کی طرح
یہ بھی واضح بات ہے لیکن انہوں نے حاضرین کے سامنے گفتگو کا یہ انداز
اختیار کر کے اس پر ایک قسم کا پردہ ڈال دیا ہے تاکہ وہ ان سے علیحدگی
کا موجب بننے والی دشمنی سے محفوظ رہیں۔ تاہم یہ انداز سخن عربوں
میں رائج تھا اور وہ اس اخفا میں ویر پر وہ اپنے نظریے کی تائید کرتے تھے۔
لہذا اگر ہمارے سردار — حضرت ابوطالبؑ کو ورنہ کوئی حیثیت حاصل
نہ ہوتی تو یہی رسول کریمؐ کے آغاز دعوت میں ان کا یہی طرز عمل ان کے
خاص اسلام، ثبات قدم اور ایمان کامل کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتا۔
ابن اثیر کہتا ہے:

اس موقع پر ابولمب نے کہا: خدا کی قسم! یہ (محمدؐ) اور اس کی
دعوت ایک فتنہ و فساد ہے۔ اس سے پیشتر کہ تمہارے علاوہ دوسرے
لوگ اس کے مبلغ بن جائیں تم اس دعوت و تبلیغ کا راستہ روک دو۔
لیکن ابوطالبؑ نے کہا: خدا کی قسم! ہم جب تک زندہ ہیں
اس (محمدؐ) کا دفاع کرتے رہیں گے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ کی طرف سے وہ ضیافت
ابوطالبؑ ہی کے گھر میں دی گئی تھی۔ ۱۔

ابوطالب کے فرزند اور امام علیؑ کے بھائی عقیل کہتے ہیں:
 قریش میرے والد ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے:
 اے ابوطالب! تمہارا یہ بھتیجا (محمدؐ) ہماری محفلوں میں کعبہ
 میں اور ہمارے اس وطن میں ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ ہمیں ایک ایسا
 کلام پڑھ کر سنااتا ہے جو ہمیں پسند نہیں۔ اگر تم اسے ان باتوں سے
 روکنا مناسب سمجھتے ہو تو اسے روک دو۔

میرے والد نے مجھ سے کہا: اے عقیل! اپنے چچا زاد بھائی
 محمدؐ کو ڈھونڈ لو۔ میں گیا اور ان کو ابوطالب کے ایک سچے مکان میں
 پایا۔ میں انہیں وہاں سے باہر لایا اور جب وہ میرے ساتھ چل رہے تھے
 تو ان کا اصرار تھا کہ اسی گھر میں واپس چلے جائیں تاہم وہ واپس نہ
 ہوئے۔ حتیٰ کہ ہم ابوطالب کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے آپ سے کہا:
 اے بھتیجا! خدا کی قسم کہ تم ہمیشہ میرے مطیع اور فرمانبردار رہے ہو۔ اب
 تمہارا قبیلہ (قریش) یہ سمجھتا ہے کہ تم کعبہ میں اور ان کی محفلوں میں انہیں
 تکلیف دیتے ہو۔ نیز تم انہیں وہ کلام پڑھ کر سنااتے ہو جو انہیں پسند نہیں
 ہے، پس اگر ممکن ہو تو اس کام سے باز رہو۔

رسول اکرمؐ نے اپنی نظر میں آسمان پر نگاہیں ڈالی اور فرمایا:
 میرے پروردگار نے مجھے جس کام کے لیے بھیجا ہے، خدا کی قسم!
 میں اس پر قادر نہیں ہوں کہ اس سے ہٹ جاؤں، چاہے یہ لوگ میرے
 لیے ایک ایسی شعلہ دار آگ روشن کر دیں جو سورج کی طرح
 جلائے والی ہو۔

ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم! وہ اپنی بات میں ہرگز جھوٹا نہیں
 ہے۔ اس کی طرف رجوع کرو اور سیدھی راہ پاؤ۔ لے
 دعوت ذوالعشرہ کی جو روایت امام علی علیہ السلام سے آئی ہے اس
 کے سلسلہ بیان میں آپ فرماتے ہیں:

پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: کون ہے جو اس کام میں میری مدد
 کا وعدہ کرے، تاکہ وہ میرا بھائی بنے اور بہشت کا حقدار ہو جائے۔
 میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ کام کروں گا۔ حالانکہ اس
 وقت میں سب سے کمسن اور لاعز بن کا تھا۔ قریش پہلے تو خاموش
 ہو گئے، پھر کہنے لگے: "اے ابوطالب! کیا تم اپنے بیٹے کو دیکھ رہے ہو؟"
 میرے والد نے کہا: اے نہ چھیڑو کیونکہ وہ اپنے چچا زاد بھائی
 کے ساتھ بھلائی اور نیکی میں ہرگز کوتاہی نہیں کرے گا۔ لے

ابو عمرو زہد طبری — تغلب سے اور وہ ابن اعرابی سے
 روایت کرتا ہے کہ اس نے لفظ — الْقُصُور — کے بارے
 میں کہا:

لے علامہ امینی فرماتے ہیں کہ بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ روایت مقبصر
 داویوں سے نقل کی ہے۔ اسی طرح حب طبری نے ذخائر العقبیٰ (صفحہ ۲۲۳) میں
 یہی الفاظ لکھے ہیں۔ البتہ تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۴۲ پر ابن کثیر نے اس روایت
 میں سے وہ لفظ حذف کر دیا ہے جس سے ایمان ابوطالب کا ثبوت ملتا ہے۔
 اور شاید اسی کا نام دیا نہ تدری ہے۔ لے ابن سعد طبقات جلد ۱ صفحہ ۱۱۱

نقود یعنی — پست بے قیمت اور اس کا ثبوت ابن عباس کی اس روایت سے ملتا ہے جس میں وہ امام علی علیہ السلام کی پوری گفتگو نقل کرتا ہے، حتیٰ کہ وہاں پہنچتا ہے جہاں امام علیؑ فرماتے ہیں:

جو نبی رسول اکرمؐ کچھ فرمانے لگے؛ ابوہب نے انہیں ٹوک دیا اور خود بونا شروع کر دیا۔ اور پھر کہا: اٹھو چلیں — اور قریش اٹھ کر چلے گئے۔ دوسرے دن رسول اکرمؐ نے مجھے دوبارہ حکم دیا تو میں نے پہلے دن کی طرح کھانے پینے کی چیزیں مہیا کیں اور قریش کو بلایا۔ وہ آئے اور انہوں نے کھایا پیا۔ جب رسول اکرمؐ ان سے خطاب کرنے کے لیے اٹھے تو ابوہب نے پھر سے انہیں ٹوک دیا۔ تب ابو طالب نے ابوہب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے بد فطرت خاموش رہ! تجھے اس بات سے کیا مطلب؟ اور پھر فرمایا: کوئی نہ اٹھے یہ سن کر بھی بیٹھ گئے۔ اب انہوں نے رسول اکرمؐ سے کہا:

میرے سردار! اٹھیے اور جو کچھ کہنا آپ پسند کرتے ہیں کہیے اور اپنے پروردگار کا پیغام دوسروں تک پہنچائیے، کیونکہ آپ سچے ہیں اور سچے قرار دیے گئے ہیں۔ اے

علامہ امینی کہتے ہیں: یہ ابو طالب — ان پر خدا کی رحمت

لے بن خیر: ابداہ۔ جلد ۳ صفحہ ۵۹ + ز غمشری: الفائق جلد ۲ صفحہ ۹۸
+ لسان العرب جلد ۶ صفحہ ۲۹۴ + تاج العروس جلد ۳ صفحہ ۳۲۸

ہو۔۔۔ تکتے چکتے کافر ہیں کہ اپنی تمام ظاہری اور باطنی قوت کے ساتھ خدا کے پسندیدہ دین — اسلام — کا دفاع کرتے ہیں۔ ایسی تند و تیز زبان میں قریش کے سرداروں کو ڈانٹتے ہیں اور رسول اکرمؐ کو خدا کے تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے اور لوگوں تک پہنچانے کی ترغیب دیتے اور آنحضرت کو سچا اور سچا قرار دیا ہو، سمجھتے ہیں۔

ابو طالب کی اپنے بیٹے علیؑ کو ہدایت

ابن اسحاق نے کہا ہے:

ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نماز کے وقت ابو طالب اور دوسرے رشتہ داروں سے چھپ کر علیؑ کو ہمراہ لیتے اور مکہ کی گھاٹیوں میں جاتے تھے۔ وہاں جا کر وہ دونوں نماز جماعت پڑھتے اور شام کے وقت لوٹ آتے تھے۔ یوں وہ جب تک خدا چاہتا وہاں ٹھہرتے اور تکراور عمل کرتے رہتے تھے۔ پھر ایک دن اتفاق سے ابو طالب نے ان دونوں کو دیکھ لیا کہ وہ دونوں نماز جماعت پڑھ رہے ہیں۔ ابو طالب نے رسول اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے کہا: میرے بھتیجے! یہ کونسا مذہب ہے جس کی تم پیروی اور اطاعت کرتے ہو؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: چچا جان! یہ خدا کا، فرشتوں کا، نبیؐ کا اور ہمارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے!

بعض لوگوں کا قول ہے کہ ابو طالب نے علیؑ سے بھی کہا: میرے بیٹے! یہ کونسا مذہب ہے جس کے تم معتقد ہو؟

امام علیؑ تے فرمایا: بابا جان! میں خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا ہوں۔ میں نے رسول اکرمؐ کی رسالت کی تصدیق کی، انکی پیروی اختیار کی اور ان کے ہمراہ خدا کی خاطر نماز پڑھتا ہوں۔

اس پر ابوطالب نے امام علیؑ سے کہا: یاد رکھو کہ پیغمبرؐ نے تمہیں بھلائی کے علاوہ کسی چیز کی جانب نہیں بلایا، پس ان سے وابستہ رہو۔ امام علیؑ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ جب وہ رسول اکرمؐ پر ایمان لائے تو ابوطالب نے ان سے کہا: اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ۔

امام علیؑ کا ایک قول یہ بھی ہے:

میرے باپ نے مجھ سے کہا: میرے بیٹے! اپنے چچا زاد بھائی (پیغمبر محمدؐ) سے وابستہ ہو جاؤ، کیونکہ اس کی پناہ میں تم زمانہ حال اور آئندہ کے ہر خطرے اور مصیبت سے امان میں رہو گے۔

پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

تمہارے محمدؐ سے وابستہ ہونے پر مجھے اطمینان حاصل ہوا ہے
پس تم اپنے ہاتھوں کو اس کی دوستی اور ہمرہی کے رشتے میں
مضبوطی سے باندھ لو

ابن ابی الحدید مزید کہتا ہے کہ ابوطالب نے اس موقع کی مناسبت

۱۔ ابن ہشام: میرت جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ + طبری: تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ + ثعلبی: تفسیر عیون الآثار جلد ۱ صفحہ ۹۳ + ۱ ص ۱۱۶ جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ + نسائی المطالب صفحہ ۱۰۔

سے جو اشعار کہے ہیں ان میں یہ بھی ہیں:

سچ تو یہ ہے کہ علیؑ اور جعفر میرے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہیں
جب زمانے کی تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں

اپنے چچا زاد بھائی (محمدؐ) کی مدد کرو، اور اسے ہیکس اور تنہا نہ چھوڑو
وہ میرے لیے بمنزلہ بھائی کے ہے اور میرے ماں باپ میں پروردگار
خدا کی قسم! میں پیغمبر (محمدؐ) کو بے مدد کے نہ رہنے دوں گا

اور میرے شریف فرزندوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا کہ
مذکورہ بالا تین اشعار عسکری نے اپنی کتاب "وکیل" میں درج کیے
اور لکھا ہے:

ابوطالب اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول اکرمؐ کے پاس سے گزرے
تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور علیؑ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں
نے جعفر سے مخاطب ہو کر کہا: تم بھی اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو کر نماز
پڑھو، اس پر جعفر بھی علیؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ ادھر رسول اکرمؐ کو اس
بات کا علم ہو گیا درود نماز کی امامت کے لیے ان دونوں کے آگے ہو گئے
اور عبادت میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ نماز اختتام کو پہنچی۔ تب ابوطالب یہ شعر
پڑھتے ہوئے خوش خوش واپس آئے:

سچ تو یہ ہے کہ علیؑ اور جعفر میرے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہیں
جب زمانے کی تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں

۱۔ ابن ابی الحدید: شرح نہج سیلاب جلد ۳ صفحہ ۳۱۴ دیوان ابوطالب صفحہ ۳۶

اذن بعد عسکری نے کچھ اور اشعار نقل کیے ہیں جن کا ابن ابی الحدید نے ذکر نہیں کیا، ان میں سے ایک شعر یہ ہے:
ہم اس پیغمبر کی پست پناہی کرتے ہیں
اور اس کے دشمنوں کو شہاب ثاقب کی طرح مار بھگاتے ہیں۔

ابوطالب نے اپنے بیٹے علیؑ کو نماز پڑھنے کی اجازت دی

جب رسول اکرمؐ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور آپ نبوت پر مبعوث ہو گئے تو آپ مسجد الحرام میں آئے اور نماز پڑھنے لگے۔ علیؑ ابن ابی طالب جو اس وقت ۵ سال کے تھے، آنحضرتؐ کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے علیؑ! میرے پاس آؤ۔ جب وہ آنحضرتؐ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے یوں خطاب فرمایا:
میں بالخصوص تمہارے لیے اور بالعموم تمام انسانوں کے لیے
خدا کا رسول ہوں۔ پس تم میری دایں جانب کھڑے ہو جاؤ اور نماز
ادا کرو۔

علی ابن ابی طالب نے جواب دیا: اے خدا کے رسول! میں جا کر
اپنے باپ سے اجازت لےؤں؟
رسول اکرمؐ نے فرمایا: جاؤ۔ وہ تمہیں اجازت دے
دیں گے۔

پس علیؑ رسول اکرمؐ کی پیروی کرنے کی اجازت لینے اپنے باپ کے پاس گئے۔ تب ابوطالب نے ان سے کہا: میرے بیٹے! تم جانتے ہو کہ محمدؐ ہمیشہ خدا کے امین رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں جاؤ۔ اور ان کی پیروی کرو تاکہ تمہیں کمال اور نجات حاصل ہو۔

علی ابن ابی طالب رسول اکرمؐ کے پاس واپس آئے جو مسجد الحرام میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ بھی آنحضرتؐ کی دایں جانب کھڑے ہو گئے اور نماز ادا کی۔ اس وقت ابوطالب ان دونوں کے پاس سے گزرے اور دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: اے محمد! تم کیا کر رہے ہو؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: میں آسمانوں اور زمین کے خدا کی عبادت کر رہا ہوں اور میرا بھائی علیؑ بھی میرے ہمراہ ہے، پس جس ذات کی میں عبادت کر رہا ہوں وہ بھی اسی کی عبادت کر رہا ہے۔ اور میں آپ کو بھی خدائے وحدہ لا شریک کی پرستش کی طرف بلاتا ہوں۔ لہ
اس پر ابوطالب مسکرائے، یہاں تک کہ ان کے سفید دانت نظر آ گئے اور پھر انہوں نے یہ اشعار کہے:

خدا کی قسم! قریش اپنی کثیر تعداد اور اسلحہ کے باوجود تم پر قابو نہ
پاسکیں گے
مگر۔ اس وقت جب میں قبر میں دفن ہو چکا ہوں گا

ابوطالب نے اپنے بیٹے جعفر کو نماز پڑھنے کی ہدایت کی

ابوطالب نے دیکھا کہ رسول اکرمؐ اور علیؑ نماز پڑھ رہے ہیں جبکہ علیؑ آنحضرتؐ کے دائیں جانب کھڑے تھے۔ تب انہوں نے اپنے بیٹے جعفرؑ سے فرمایا: اپنے چچا کے بیٹے (محمدؐ) سے وابستہ ہو جاؤ اور ان کی باتیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اس طرح جعفرؑ نے علیؑ سے تھوڑی ہی مدت کے بعد اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اس بارے میں ابوطالب نے مندرجہ ذیل اشعار کہے:

اے ابا بعلعلیٰ جم جانا چاہیے۔ احمد کے مذہب پر ہم
جانا چاہیے

دین کے مددگار نہ ہوتا کہ اس مضبوطی کے ساتھ تمہیں توفیق بھی
حاصل ہو

(محمدؐ) کے نگہبان اور اس کا دفاع کرنے والے بنو جو اپنے
پور دگار کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے

اور اس راستے میں وفا اور خلوص کو اپناؤ نہ کہ دوسری اور بدخواہی
(اے جعفرؑ) جب تو نے کہا کہ میں (محمدؐ) ہیں ایساں لایا ہوں
تو میں خوش ہو گیا

میں حسد کی خاطر اس کے رسولؐ کے مددگار بنے رہو

اور اے محمدؐ! جو تحفہ تم قریش کے لیے لائے ہو سے ان بظاہر

کرد

اور کھل کر اعلان کر دو کہ احمد جادوگر نہیں ہے اے
برزنجی نے لکھا ہے:

ابوطالبؑ کی رسول اکرمؐ سے والہانہ محبت، تبلیغ رسالت میں ان کی
امداد اور حفاظت نیز ان کے اقوال کی تصدیق کرنے کے بارے میں روایات
تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے بیٹے علیؑ اور جعفرؑ کو
حکم دیا کہ وہ رسول اکرمؐ کی پیروی اور مدد کریں۔

ان تمام روایات سے بالصراحت پتا چلتا ہے کہ ابوطالبؑ کا دل
رسول اکرمؐ پر ایمان سے مالا مال اور لبریز تھا۔ ۱۵

رسول اکرمؐ سے ابوطالبؑ کا جوش محبت

ابو جعفر محمد بن حبیبؒ اپنی کتاب اصالت میں لکھتے ہیں:
ابوطالبؑ جب بھی رسول اکرمؐ کو دیکھتے، ان کی آنکھوں سے آنسو
جاری ہو جلتے اور وہ کہتے: میں جب اس (محمدؐ) کو دیکھتا ہوں میرے
دل میں اپنے بھائی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ رسول اکرمؐ کے والد۔

۱۵ اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۷ + ابن ابی الحدید: شرح بیح بلاغہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵

الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ + سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶

۱۵ اسنی المطالب، صفحہ ۱۰۶

عبداللہ۔ حضرت ابوطالب کے سگے بھائی تھے اور ابوطالب و عبدالمطلب کو آنحضرتؐ سے بے حد محبت و محرومی تھی۔

ابوطالب کو اس بات کا بہت ڈر رہتا تھا کہ مبادا دشمنوں کو رسول اکرمؐ کی خوابگاہ کا پتہ چل جائے اور وہ آپؐ پر خون ماریں۔ اس لیے وہ رات کے وقت اپنے بیٹے علیؑ کو آنحضرتؐ کے بستر پر سلا دیتے تھے۔ ایک رات علیؑ نے کہا: بابا جان! ایسے میں ممکن ہے کہ میں قتل ہو جاؤں۔

ابوطالب نے جواب میں کہا:

میرے بیٹے صبر کرو کہو کہ صبر بہتر ہے۔

اور ہر زندہ مخلوق کو موت کی جانب لوٹنا ہے۔

بلاشبہ میں نے نہیں اس راستے پر ڈل دیا ہے جس میں سخت مصیبتیں اور آزمائشیں ہیں۔

یہ آزمائشیں میرے بھائی (عبداللہ) اور اس کے بیٹے (محمدؐ) کی خاطر جھیلنا ہیں۔

ہر زندہ شخص کو موت کا مزا چکھنا ہے خواہ وہ بڑی عمر یا کم عمر ہو گیب ہو۔

علیؑ نے اپنے باپ کو جواب دیا:

کیا آپ مجھے احمد پیغمبرؐ کی مدد کرنے میں صبر اور ثابت قدمی کا حکم دے رہے ہیں؟ جب کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا وہ خوف کی وجہ سے نہ تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ میری اس مددگاری پر غور کریں اور جان جائیں کہ میں ہمیشہ آپ کا مطیع اور

فرمانبردار ہوں۔ جلد ہی ایسا ہو گا کہ میں۔۔۔ لڑکیں اور جوانی میں قابل تعریف اور پیغمبرؐ ہر ایت۔۔۔ احمدؑ کی مدد میں جان لڑاؤں گا۔ لہ

علامہ ابنی کہتے ہیں:

بلاشبہ قرابت اور رشتہ داری ایک مقررہ حد تک حمایت اور نفرت کا جذبہ پیدا کرتی ہے، لیکن جب نوبت علیؑ جیسے فرزند کو قربان کرنے تک پہنچتی ہے جو ان کے باپ (ابوطالب) کے لیے ایک قیمتی متاع ہے۔ اس مرحلے پر قربانی کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی موقع نہیں رہتا۔ پھر باپ کے لیے یہ امر آسان نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بیٹے کو ہر رات قتل گاہ میں بھیجے اور اسے اپنے پیچھے کی جگہ سلائے۔ ہاں یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ جب اس میں دینی جذبے کا دخل ہو۔ یہی وہ بات ہے جس سے ابوطالب کے دین حنیف پر ایمان لانے اور اس کے سامنے سر جھکا دینے کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز ان باپ بیٹے کی مذکورہ بالا شعری گفتگو سے بھی اسی چیز کا اظہار ہوتا ہے۔ گویا کہ پیشا رسول اکرمؐ کی نبوت کا کھیلے بندوں اقرار کرتا ہے اور باپ اس بات سے انکار نہیں کرتا۔ وہ ایسا بھی نہیں سمجھتا کہ اس کے بیٹے کی یہ جاں نثاری اور ہلاکت پسندی فقط رشتہ داری کے مضبوط بندھن کی وجہ سے ہے بلکہ وہ جانتا ہے کہ نسبی تعلق ایسا محرک نہیں ہے جو اس کے بیٹے میں محمدؐ کی مسدود کرنے کا

لہ: ابن ابی الحدید: شرح تہج النبلاء جلد ۳ صفحہ ۳۱۰۔ ابوعلی علوی: الحجۃ صفحہ ۶۹

ثل، راوہ سپید اکرے اور نصرت کے جذبے کو ابھار سکے۔ (پس اس باب
(ابوطالب) اور اس بیٹے (علیؑ) پر خدا کی رحمت ہو۔)

ابوطالب اور ابن زبیری

سیرۃ نویس روایت کرتے ہیں: ایک دن رسول اکرمؐ مکہ کے
لیے کعبہ میں گئے۔ جب آپ نماز میں کھڑے ہو گئے تو ابو جہل نے کہا:
کون ہے جو اس شخص (رسول اکرمؐ) کی طرف جائے اور اس کی نماز کو
درہم برہم کر دے؟ اس پر ابن زبیری نامی ایک شخص اٹھا، کچھ نون
اور گوبر ہاتھ میں لیا اور رسول اکرمؐ کے چہرے پر مل دیا۔ آنحضرتؐ نے
نماز سے توجہ ہٹائی، اپنے چچا ابوطالبؓ کے پاس آئے اور فرمایا: چچا جان!
کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟
ابوطالبؓ نے پوچھا: کون ہے جس نے ایسا کیا ہے؟
آنحضرتؐ نے بتایا: عبداللہ بن زبیری نے۔

ابوطالبؓ اٹھے، تلوار کھینچ لی اور رسول اکرمؐ کے ہمراہ ان لوگوں
کے پاس پہنچے۔ جب انہوں نے ابوطالبؓ کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔
لیکن انہوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اگر تم میں سے کوئی
اٹھا تو میں اس تلوار سے اسے ڈھیر کر دوں گا۔

یہ سن کر وہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے، حتیٰ کہ ابوطالبؓ ان
کے نزدیک آئے اور آنحضرتؐ سے پھر پوچھا: میرے جان و جگر! تمہارے
ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟

رسول اکرمؐ نے فرمایا: عبداللہ بن زبیری نے۔

تب ابوطالبؓ نے کچھ خون اور گوبر ہاتھ کر ن لوگوں کے چہروں
پر ڈھیلے اور کپڑوں پر مل دیا اور انہیں سخت کسمت کہا۔

اس واقعہ کی تفصیل اور اس میں ابوطالبؓ کے کردار کا ذکر اہل سنت
کی ایک سے زیادہ کتابوں میں ملتا ہے، جو ذاتی اعتراض اور دوسرے سبب
کی بنا پر اب تحریف اور تغیر کا شکار ہو گئی ہیں۔ اللہ راہم قادرین کو اس
واقعہ کی حقیقت کے بارے میں "ابوطالبؓ قرآن کے نقطہ نگاہ سے"
کے عنوان کے تحت آگاہ کر دیں گے۔

ہمارے سردار ابوطالبؓ کا

قریش سے برتاؤ

ابن اسحاق لکھتا ہے:

جب رسول اکرمؐ نے اپنی قوم کے سامنے اسلام کا اعلان کیا اور
خدا تعالیٰ کے حکم سے ان کو اس کی دعوت دی تو جہاں تک مجھے علم ہوا ہے
ان کے رشتہ داران سے دور نہیں ہوئے۔ ان لوگوں نے آپؐ پر اس وقت
تک کوئی اعتراض نہیں کیا، جب تک آنحضرتؐ نے ان کے بتوں کا نام
نہیں لیا اور ان کی مذمت نہیں کی لیکن جب رسول اکرمؐ نے بتوں کو برا
بھلا کہا تو یہ بات ان پر سخت گزری اور وہ آپؐ کی مخالفت اور عداوت

لے کر تفریق پیدا ہوئی۔

میں متحد ہو گئے۔ ان میں سے چند گنہگار شخص ایسے تھے کہ خدا نے تعالیٰ نے اسلام کے دیکھنے سے ان کی حفاظت کی اور دشمنی سے باز رہے۔ اس وقت ابوطالب کو رسول اکرمؐ کے حال پر سوچ ہوا، وہ آنحضرتؐ کا دفاع کرنے لگے اور پھر اتنے جوش اور امید کے ساتھ اس کام میں لگے کہ کوئی مشکل آپ کو اس سے باز نہ رکھ سکی۔

ابن سحاق مزید کہتا ہے:

جب قریش نے ابوطالبؓ سے شکایت کی کہ رسول اکرمؐ ان کے خداؤں کو بڑ بھلا کہتے ہیں تو وہ آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا: میرے بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ مناسب ہو گا کہ تم مجھ پر اور اپنے آپ پر رحم کرو اور کسی ایسے کام میں نہ پڑو جس کا سنبھالنا میری طاقت سے باہر ہو۔ رسول اکرمؐ کو خیال ہوا کہ ان کے چچانے ان کے بارے میں شاید اپنی راستے بدل دی ہے۔ یعنی وہ انہیں قریش کے سپرد کرنا چاہتے ہیں اور اب وہ اس قابل نہیں رہے کہ ان کی مدد کریں اور ان کا ساتھ دے سکیں۔ یہ سوچ کر آپ نے فرمایا:

”خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر مسوج

اور بائیں ہاتھ پر چھپاؤں بھی لا کر رکھ دیں تاکہ میں اپنا

مشن ترک کر دوں تو بھی میں ایسا نہیں کروں گا۔ حتیٰ کہ

خدا اس دین کی پشت پناہی کرے یا میں اس راستے میں

نابلود ہو جاؤں“

پھر آنحضرتؐ غمگین ہو گئے اور رد پڑے۔ ان بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر جانے لگے۔ ابوطالبؓ نے انہیں آواز دی اور کہا: ”اے میرے بھتیجے! واپس آؤ۔“

رسول اکرمؐ پلٹ کر آئے تو ابوطالبؓ نے کہا:

”میرے بھتیجے! جاؤ اور جو تمہارا جی چاہے کہو، خدا کی

قسم! میں تمہیں ہرگز ان لوگوں کے سپرد نہیں کروں گا!“

جب قریش کو یہ پتہ چلا کہ ابوطالبؓ رسول اکرمؐ کو ان کے سپرد کرنے پر تیار نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے ان سے الگ ہو جانے اور مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ان کے پاس لئے اور کہا: اے ابوطالبؓ! یہ عمارہ بن ولید قریش کے ممتاز اور خوبصورت جوانوں میں سے ہے۔ تم اس کی ذہانت اور حمایت سے فائدہ اٹھاؤ اور اسے اپنا بیٹا بنا لو تاکہ اس کا تعلق تم سے ہو جائے اور اس کے بدلے میں اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دو، اس بھتیجے کو جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے دین کا دشمن ہے۔ جس نے تمہاری قوم کا باہمی اتحاد تباہ کر دیا ہے اور اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ ہاں یہ تو ایک شخص کو دوسرے شخص سے تبدیل کرنے کا معاملہ ہے (اور اس میں کوئی حرج نہیں) اس لیے تم محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اسے قتل کر ڈالیں۔

ابوطالبؓ نے کہا: خدا کی قسم! جس چیز کی تم مجھ سے توقع رکھتے ہو وہ ہمت ہی بڑی ہے۔ کیا تم اپنے فرزند کو اس لیے میرے

سپر دکر رہے ہو کہ میں اس کی پرورش کروں اور اپنا فرزند تمہیں دے دوں
تاکہ تم اسے قتل کر دو؟ خدا کی قسم! یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو گا۔

مطعم بن عدی بن نوفل نے کہا: اے ابوطالب! بخدا کی قسم!
قوم کے لوگ تمہاری خدمت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ
تم جس چیز کو پسند نہیں کرتے وہ اس سے تمہیں نجات دلا دیں۔ اس
یہ بہتر ہے کہ تم قوم کی اس تجویز کو قبول کر لو۔

ابوطالب نے جواب دیا: خدا کی قسم! قوم (قریش) کے
لوگ میری خدمت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور تمہارا بھی
بجز مجھے خفیہ کرنے اور ان لوگوں کی مدد کرنے کے کوئی اور
مقصد نہیں ہے۔ پس جاؤ اور جو بکھر بھی تم سے بن پڑا
ہے تم بھی کر لو۔

اس پر بات بڑھ گئی، ان کی زبانیں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے
لگیں، وہ ایک دوسرے کے بالمقابل اٹھ کھڑے ہوئے اور جنگ کی آگ
بھڑکنے لگی۔ اس وقت خاص کر مطعم بن عدی اور پھر قبیلہ عبد مناف
کا وہ گروہ جو انہیں خفیہ کرنے کے درپے تھا، نیز قریش کا وہ گروہ جو
ان سے دشمنی رکھتا تھا، ان سب کو مخاطب کرتے اور ان لوگوں کی پیش
نیجی توہین کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے ابوطالب نے یہ اشارہ
کے: ہاں! لوگو! ذرا عمرو، ولید اور مطعم سے کہہ دو کہ
میں نے کاس۔ تم ایسے بوقوں لے کا یا لانا میرے لیے مفید ہوتا

۱۵۰۲ اونٹ کا زنجیر

تم وہ بولتے ہو جن کے عیشاب کے قطرے ابھی تک ان کی نڈیوں
پر گر رہے ہیں۔

اور تم تو بس کم ہمت، کمزور اور بڑھ چڑھ کر باتیں بنانے والے ہو
میرا روئے سخن بالخصوص "عبد شمس" اور "نوفل" کی طرف ہے
انہوں نے ہمیں اس طرح دور پھینک دیا جیسے آگ سے چنگاری
گرتی ہے۔

میرا روئے سخن "تیم" "مخزوم" اور "زہرہ" قبیلوں کی طرف
بھی ہے۔

جو ہماری ریاست کے آغاز میں ہمارے غلام و رخصت گار تھے۔
خدا کی قسم! دشمنی اور کینہ اس وقت تک ختم نہیں ہو گا۔
جب تک ہماری تمہاری نسل سے ایک ایک شخص بھی باقی ہے
بلکہ شعبہ ان کے بڑے بوڑھوں کی عقل کسی کم سن لڑکے کی طرح
ہو جی۔

اور ایک کس نر کے کی سوچ کیا ہی ناقص ہوتی ہے۔
ابن اسحاق کہتا ہے کہ میں نے ان میں سے دو ایسے اشعار حذف
کر دیے ہیں، جن میں ابوطالب نے ان لوگوں کو دشنام دی ہے۔ جبکہ
علامہ اجینی کہتے ہیں: ابن اسحاق نے تین اشعار حذف کر دیے ہیں اور
یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسا کرنے میں اس کا خاص مقصد کیا ہے؟
بلکہ انسان تو اپنے اور گواہ ہے۔ اگرچہ وہ دگناہ کا، عذر پیش

کرنا رہے۔ (سورۃ قیامت - آیت ۱۴-۱۵)

جو تین اشعار ابن اسحاق نے حذف کیے وہ یہ ہیں :

اور کینہ سوائے اس بزرگواری اور سرداری کے کسی چیز کے لیے نہیں ہے۔

جو خدا نے ہم سے مخصوص فرمائی اور یہ ہمارے لیے مایہ افتخار ہے کہ اس نے ہمیں اس کے لیے چنا۔

وہ لوگ جو حسد اور گمراہی دشمنی کی بنا پر عزت والوں کے مقابل ہوئے ان کے درمیان ہمیشہ کینہ حاکم ہے۔

ان میں سے ایک "ولید" ہے جس کا باپ ہمارے دادا کا غلام ہے جو سحر کے وقت موٹے موٹے گدھوں کو چرنے کے لیے چراگاہ کی طرف لے جاتا تھا۔

ولید سے مراد وہی ولید بن مغیرہ ہے جو رسول اکرم کا ذوق اڑاتا تھا۔ وہی ابوطالب کے پاس گیا تھا تاکہ آنحضرت کا قریش کے ایک نوجوان سے نباؤ کر لیں۔ تب اس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی :

یعنی (اے رسول) ! تم مجھے اور اس شخص کو نبٹ لینے دو جسے میں نے اکیلے پیدا کیا۔ لہ

لے سورہ مدثر آیت ۱۱ + یہ آیت ولید بن مغیرہ کی مذمت میں نازل ہوئی، اس کے قبیلہ والے اسے وحید کہا کرتے تھے تفصیل کے لیے دیکھیے :روض الاناف جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ + ابن اثیر : الکامل جلد ۲ صفحہ ۴۴۲ + تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۴۵

ابن اسحاق مزید کہتا ہے :

جب ابوطالب نے دیکھا کہ قریش ایسا بڑاؤ کر رہے ہیں تو وہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے درمیان اٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں رسول اکرم کی حمایت کرنے اور ان کے پہلو پہ پہلو قیام کرنے کو کہا۔ اس پر — خدا کے ملعون دشمن ابوطالب کے سوا — ان بھی نے ان کی دعوت قبول کی، ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ مل کر قیام کیا جب ابوطالب نے اپنے ان اقرباء کی کوشش اور اطاعت دیکھی جو ان کی خوشی کا موجب بنی تو انھوں نے ان کی تعریف کی اور انہیں ان کے گزشتہ کارنامے یاد دلانے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسول اکرم کی برتری کا ذکر کیا اور ان کے درمیان آنحضرت کو جو حیثیت حاصل تھی وہ بھی ان کو بتائی۔ یہ سب کچھ انہوں نے اس لیے کیا تاکہ ان کی اس رائے کو نچھڑا کر دیں اور وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ہو کر رسول اکرم کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔ اس وقت انہوں نے یہ اشعار کہے :

اگر تمام قریش ایک دن اپنی بڑائی دکھانے اور اپنے افتخارات گمانے کے لیے جمع ہوں۔

تو ان میں سب سے نیک نام اور سخی بنی عبد مناف ہونگے اور اگر بنی عبد مناف کے سردار بھی جمع ہو جائیں۔

تو ان میں سب سے زیادہ شریف اور ذی مرتبہ بنی ہاشم ہوں گے۔

اور اگر ایک دن بنی ہاشم بھی فخر کریں تو انہیں محمد پر فخر کرنا چاہیے

کیونکہ وہ ان میں سب سے زیادہ پاک دل اور سخی ہے نیز خدا کا چہنہ ہوا ہے۔

قریش کا عہد نامہ اور ابوطالب

قبل قریش جمع ہوئے اور انہوں نے طے کیا کہ باہم ایک عہد نامہ لکھیں کہ جس کی رو سے وہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف متحد ہو جائیں۔ تیرہ عہد کرے کہ ان کے ساتھ شادی بیاہ اور کوئی لین دین نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ ان کی طرف سے صلح کی کوئی تجویز قبول نہیں کریں گے اور ان پر ترس نہیں کھائیں گے۔ وہ اس عہد پر قائم رہیں گے تا وقتیکہ بنی ہاشم رسول اکرم سے ملحدگی اختیار نہ کریں اور انہیں قتل کرنے کے لیے ان کے سپرد نہ کر دیں۔

یہ سب باتیں ایک عہد نامے کی شکل میں لکھی گئیں جو منصور بن عکرمہ

۱۔ ابن ہشام: سیرت جلد ۲ صفحہ ۲۴۵-۲۸۳ + ابن سعد: طبقات جلد ۲ صفحہ ۱۸۶ + طبری: تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸ تا ۲۲۱ + ویوان ابوطالب صفحہ ۲۲ + روض الانعت جلد صفحہ ۱۸۱-۱۸۲ + ابن ابی الحدید: شرح بیج بلاغہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ + ابن کثیر: تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۲۶-۱۲۸ + جلد ۳ صفحہ ۲۲-۲۸ + ۲۹-۳۸ + عیون الاثر جلد ۱ صفحہ ۹۹-۱۰۰ + ابی الفداء: تاریخ جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ + سیرۃ حبیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۶ + طبقات الطالاب صفحہ ۹۵ تا ۹۷ + ابی الطالب صفحہ ۱۵۱ اس میں کہا گیا ہے کہ ابوطالب کے یہ اشعار ان کے آنحضرتؐ کی نبوت کی تصدیق کرنے کا ثبوت ہیں۔

نے تحریر کیا اور اس کی ایک نقل کعبہ میں لٹکا دی گئی۔ یہ قریش کا یہ اجتماع حیف بن کنانہ میں ہوا جو ایک رتیلہ میدان تھا۔

اس واقعہ کے بعد ابولہب کے علاوہ جو قریش کے ساتھ ہو گیا، تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب — ابوطالب کے ہاں جمع ہوئے اور ان کے ساتھ ایک وادی میں چلے گئے۔ جہاں وہ دو سال تک اور بقولے تین سال تک رہے۔ اس وادی میں انہوں نے پوری ثابت قدمی دکھائی۔ یہاں تک کہ خشک گھاس اور درختوں کے پتے چبا کر گزارہ کرتے رہے۔

ابن کثیر لکھتا ہے:

اس وادی میں قیام کے دوران ابوطالب — رسول اکرمؐ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ وہ ہر رات ان کے سر ہانے کھڑے ہو جاتے تاکہ دشمنوں کے برے ارادے اور ان کے کسی حکمہ چلنے کو روک سکیں۔

پھر جب سبھی لوگ سو جاتے تو وہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں میں سے کسی ایک کو حکم دیتے کہ وہ رسول اکرمؐ کے بستر میں سوئے اور آنحضرتؐ سے کہے کہ وہ اس شخص کے بستر میں سو جائیں۔

ایک مدت کے بعد خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ پر وحی نازل کی کہ عہد نامے کے وہ تمام الفاظ کہ جن میں ظالمانہ شرائط لکھی گئی تھیں انہیں دیکھ

۱۔ قریش کا یہ عہد نامہ محرم ۱۰ ہجرت میں منصور بن عکرمہ، یحییٰ بن عامر، نصر بن حوث، ہشام بن عمرو، طلحہ بن ابی عمرو و منصور بن عبد حمیت چھ افراد میں سے کسی ایک نے تحریر کیا تھا۔

نے چاٹ لیا ہے اور فقط اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔

آنحضرتؐ نے اس امر کی اطلاع ابوطالب کو دی تو انہوں نے پوچھا: میرے بھتیجے! کیا تمہیں اس معاملے سے تمہارے پروردگار نے آگاہ کیا ہے؟ رسول اکرمؐ نے جواب دیا: ”جی ہاں!“

تب ابوطالب نے کہا: ٹوٹے ستاروں کی قسم! تم نے مجھ سے ہرگز جھوٹ نہیں کہا۔

اس کے بعد ابوطالب — بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ایک گروہ کو لے کر اس وادی سے روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ مسجد الحرام میں جا پہنچے۔ قریش کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور وہ سمجھے کہ یہ لوگ شدید تکالیف کے مارے وادی سے باہر آ گئے ہیں اور محکم کو ہمارے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ابوطالب نے کہا: اے قریش! ہمارے تمہارے درمیان کچھ ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن کی تمہارے عہد نامے میں خاطر خواہ نشاندہی نہیں کی گئی۔ اس لیے تم اپنا عہد نامہ لے آؤ، ہو سکتا ہے کہ ہماری تمہاری صلح ہو جاتے۔

یہ بات انہوں نے اس ڈر سے کہی کہ کہیں وہ لوگ عہد نامہ لانے سے پہلے ہی اسے دیکھ نہ لیں اور اس کی حقیقت ان پر واضح نہ ہو جائے۔ اور قریش کو اب اس بارے میں کوئی شک نہ تھا کہ ابوطالب اپنے بھتیجے (محمدؐ) کو ان کے حوالے کر دیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے عہد نامہ اپنے پاس رکھا اور اسے کھولنے سے پہلے ابوطالب سے کہا: کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم نے اپنے اور ہمارے درمیان جو یگانہ ڈال رکھا ہے اس سے باز آ جاؤ؟

ابوطالب نے جواب دیا: میں تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں جو ہمارے تمہارے درمیان انصاف کر دے گی۔ میرے بھتیجے (محمدؐ) نے مجھے ایک خبر دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا، وہ خبر یہ ہے:

خدا نے تعالیٰ نے تمہارے عہد نامے پر ایک کیرٹے کو مسلط کیا، جس نے اللہ کے نام کے علاوہ اس کا کوئی لفظ باقی نہیں چھوڑا۔ اگر صورت حال ایسی ہی ہو، جیسا کہ محمدؐ نے دعویٰ کیا ہے تو تمہیں چاہیے کہ اپنے کام سے ہاتھ کھینچ دو۔ کیونکہ ان حالات میں ہم اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے مگر یہ کہ ہمارا آخری فرد تک مارا جاسکے۔ تاہم اگر معاملہ اس سے مختلف ہوا اور جو کچھ میرے بھتیجے نے کہا ہے وہ غلط ہو تو ہم اسے تمہارے حوالے کر دیں گے، پھر تمہیں اختیار ہوگا کہ اسے قتل کر دو یا زندہ رہنے دو۔

قریش نے کہا: ہمیں منظور ہے۔ لیکن جب وہ عہد نامہ کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھ رسول کریمؐ نے فرمایا وہ درست ہے۔ اس کے باوجود بھی وہ ضد کی بنا پر کہنے لگے: ”یہ کام تمہارے بھتیجے کے جادو کا نتیجہ ہے۔“ بلکہ یہ بات ان کے غصے اور دشمنی میں اضافے کا موجب بن گئی۔ جب قریش نے دیکھ لیا کہ اصرار و جبر ہی ہے جس کی رسول اکرمؐ نے خبر دی۔ تو ابوطالب نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا: ہاں تو اب ہم کس مسئلہ پر حاضرے اور قید میں رہیں، جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ خود تم لوگ ہی اس

لائق ہو کہ تم سے قطع تعلق کیا جائے اور تم پر سختی کی جائے۔

پھر آپ اپنے ہمراہیوں سمیت خانہ کعبہ کے پردوں کے درمیان پہنچے اور کہا: اے پردہ گار! ہمیں اس شخص پر فتح نصیب کر جس نے ہم پر ظلم و اذیت کیا ہم سے رستہ داری کے تعلقات توڑ دیے اور جو باتیں نشانہ تھیں وہ اس نے ہمارے لیے مناسب سمجھیں۔

اس وقت کے بعد قریش کا ایک گروہ اس عہد نامے کی مخالفت اور اس کی شرائط کو توڑ دینے پر تل گیا۔ اس پر ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

کیا خدا نے ضاعی کے اس عظیم نشان کی خبر ہمارے سمندر کے راستے جانے والے مہاجروں تک پہنچی ہے؟

وہ عظیم نشان جو ان کے دفاع اور حفاظت کے لیے ظاہر ہوا کیونکہ خدا لوگوں پر مہربان ہے۔

ان کے لیے وہ بڑی مہربانی ہے کہ قریش کا عہد نامہ پارہ پارہ ہو گیا اور جس عمل کو خدا کی رضا حاصل نہ ہو اس میں خرابی ہی خرابی ہے وہ عہد نامہ محض جھوٹ، دھوکا اور جادو کی پوٹ تھا۔

اور ہر جادو اپنا مقصد حاصل کرنے سے پہلے فنا ہو جاتا ہے ہاں! اپنی شخصیت، اپنے باپ دادا اور خاندان کے لحاظ سے بڑا آدمی احمد بنی ہو گا، جبکہ لوگوں میں سے بڑے آدمیوں کو گناہ جاتے وہ خدا کا پیغمبر اور سخی و شجاع خاندان سے ہے۔

لہٰذا یہ مہاجر مسلموں کی طرف اشارہ ہے جو عہد نامے کے راستے جبرست مئے تھے۔

اس کے اخلاق اچھے ہیں وہ صاحب کماں ہے اور سے خدا کی نایب حاصل ہے۔

وہ بڑے معرکوں میں شجاع ہے، جیسا کہ ہمیں علم ہے۔ وہ ایک چمکتا ستارہ ہے جو روشنی بکھیرتا ہے۔ دوسرے قبیلوں نے ہمارے کارناموں میں کب شرکت کی ہے؟ اور حالانکہ ہم نے بہت پہلے سے باہم دوستی کا پیمانہ باذکر رکھا ہے اور ہم ایک مدت سے ظلم سہنے پر کبھی تیار نہیں ہوئے۔

اور ہم جو کچھ چاہیں وہ سختی اور زبردستی کے بغیر حاصل کر لیتے ہیں اے فقی بن کلاب کے فرزند و ابیکاتیم ہوش و حواس میں ہو؟ اور کیا تم اس کی کچھ خبر رکھتے ہو جو کل ہمیں پیش آنے والا ہے؟ یہ جان لو کہ میں اور تم اس شخص کی طرح ہیں جس نے کہا: اے کوہ! سودا تیری زبان ہوتی تو بتاتا کیونکہ کوئی اور گواہ نہیں ہے۔

ہے لے

۱۔ ابن سعد: طبقات جلد ۱ صفحہ ۱۴۳-۱۴۲ + ابن هشام: سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۹۹
۲۔ ابن قتیبہ: حیون الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ + تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۳۲
۳۔ استیعاب جلد ۱ صفحہ ۵۰۰ - حالات سنن بن بیضا + صفحہ الصفوة جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ + روض الانف جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ + بغدادی: خزائن الادب جلد ۱ صفحہ ۲۵۲
۴۔ ابن کثیر: تاریخ جلد ۲ صفحہ ۸۷-۹۶-۹۷ + عیون الاخبار جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ + خصائص نوری جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ + دیوان ابوطالب صفحہ ۱۳ + سیرۃ حبیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۷ تا ۳۶۷
۵۔ دیوان: سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۲۸۶ تا ۲۹۰ + طلبۃ الطالب صفحہ ۹-۱۵-۲۲

قریش کے اس عہد نامے کے بارے میں ابن اثیر لکھتا ہے :

اس عہد نامے 'اس کے عامانہ مضامین اور اس کو دیکھ کے چلٹ لینے کے متعلق ابوطالب نے کچھ اشعار کہے کہ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

بلاشبہ عہد نامے کے اس واقعہ میں عبرت اور نصیحت ہے۔

اور جب قوم کے غیر حاضر لوگوں کو پتا چلے گا تو وہ تعجب کریں گے۔

خدا نے تعالیٰ نے اس عہد نامے میں سے ان کے کفر اور ناشکری پر

کی باتوں کو نالود کر دیا۔

اور قریش کی ان مخالفانہ باتوں کو جو انہوں نے سچے پیغمبر کے بارے

میں لکھی تھیں۔

پس انہوں نے جوابات کہی تھی وہ فطرتاً ثابت ہو گئی

اور جو کوئی ناحق باتیں بنائے وہ یکسر جھوٹا ہے لہ

وقت وفات ابوطالب کی

قریش کو نصیحت

کبھی کہتا ہے :

جب ابوطالب کا وقت وفات قریب آگیا تو قریش کے سربراہان

سنی المطالب صفحہ ۱۳۴

لہ ابن اثیر - المطالب جلد ۲ صفحہ ۳۶

اشخاص ان کے گرد جمع ہو گئے، تب انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا :

اے قریش ! تم خدا کی مخلوق میں سے برگزیدہ گروہ اور سرزمین

عرب کے کارپرداز ہو۔ تمہارے درمیان ایک قابل اطاعت پیشوا و لاد

سرور اور عفو و درگزر کرنے والا ہادی (محمدؐ) موجود ہے۔ تم جانتے ہو کہ

عربوں میں کوئی ایسا افتخار اور بڑائی کا نشان نہیں ہے جو تم نے حاصل

نہ کیا ہو نیز کوئی ایسا شرف اور بزرگواری نہیں کہ جو تم نے نہ پایا ہو۔

اسی بنا پر تم دو سرے عربوں سے برتر ہو اور اسی لیے وہ لوگ اپنے معاملات

میں تم سے رجوع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ جنگ بھی

کرتے ہیں اور تمہارے مقابلے پر آپس میں اتحاد کرتے ہیں۔

پس سن لو کہ میں تمہیں اس مہارت و کعبہ کے احترم کی وصیت

کرتا ہوں، کیونکہ اس میں خدا نے تعالیٰ کی خوشنودی، اقتصادی و معاشی

استحکام اور مصیبت کے وقت تمہاری ثابت قدمی کا از پوشیدہ ہے۔

اپنے رشتہ داروں سے وابستہ رہو اور ان سے اپنا تعلق نہ ٹوڑو

کیونکہ صلہ رحمی طول عمر کا موجب بنتا ہے اور اس سے افراد قبیلہ کی تعداد

میں اضافہ ہوتا ہے۔

اپنے ٹسے لوگوں کے بارے میں ناشکر گزرمی اور ان پر زیادتی کرنا

چھوڑو، کیونکہ یہی دونوں چیزیں اگلے لوگوں کی ہلاکت کا سبب بنی تھیں۔

دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرو اور سائل جو چیز مانگے اسے

دیدو، کیونکہ زندگی میں اور موت کے بعد کی بڑائی بھی یہی ہے۔

ہمیشہ سچی بولو اور امانت میں خیانت نہ کرو، کیونکہ یہ طریقہ

اعزہ واقربا میں محبت پیدا کرتا ہے اور عوام الناس میں بزرگواری حاصل ہونے کا موجب ہے۔

میں تمہیں محمدؐ کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں سب سے بڑھ کر مانتا تھا (ایمن) اور سارے عرب میں سب سے بڑے راستگو و صادق ہیں، نیز ان میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں کہ جن کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے۔ وہ ہمارے لیے ایسی دعوت اور ایسا پیغام دے گئے ہیں کہ جسے دین و روح قبول کرتے ہیں، لیکن زبان بدگو لوگوں کے خوف سے نکار کرتی ہے۔ خدا کی قسم! یوں لگتا ہے جیسے میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے محنت کشوں، صحرائیوں اور بے کس لوگوں نے محمدؐ کی دعوت پر لبیک کہا، ان کے قلوب کی تصدیق کی۔ ان کی نبوت کا احترام کیا، اور انہیں موت کی سختیاں سہنی پڑی ہیں۔

نیز ان کے اس طرز عمل سے قریش کے بزرگ اور رئیس ان کے مطالبے میں کمتر اور پست ہو گئے، ان کے گھر ویران ہو گئے اور ان میں سے کمزور لوگ سرداری کے رتبے کو پہنچ گئے۔ یہی وہ وقت ہو گا جب کہ ان میں جو سب سے بڑا ہو گا وہ رسولِ کرمؐ کا سب سے زیادہ محتاج ہو گا اور جو ان میں سب سے کمزور ہو گا وہ ان سے کچھ زیادہ فائدے اٹھائے گا۔ کیونکہ وہ اپنی عرب دوستی اور محبت کو براہِ راست محمدؐ کے لیے خاص کر دے گا، اپنے دین کو ان کے لیے پاک صاف کرے گا اور ان کو اپنا بادی قرار دے گا۔

اے قریش! خبردار! ہاں اپنے بھائی عبداللہ کے بیٹے محمدؐ

کے بارے میں خبردار رہو۔ اس سے محبت رکھو اور اس کی جسامت (مسئیں) کے حامی رہو۔

خدا کی قسم! جو شخص اس کی راہ پر چلتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اور جسے اس سے ہدایت مل جائے وہ سعادت مند بن جاتا ہے۔ ہاں تو گریزی زندگی کچھ بڑھ جاتی اور میری موت میں تاخیر ہو جاتی تو میں آنیولی سختیوں اور مصیبتوں میں محمدؐ کا حامی اور مددگار ہوتا۔ اے علامہ امینی کہتے ہیں:

یہ وصیت جو ایمان اور ہدایت سے بہرہ مند ہونے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابوطالبؓ نے زبان سے رسولِ اکرمؐ کی تصدیق کو اپنی قوم کی بدگرائی کے خوف سے زندگی کے آخری لمحات تک منہ پٹی کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ بات مسلمانوں پر ان لوگوں کے شدید حملے اور ان میں کمزوری، انتشار پیدا کرنے کا موجب بن سکتی تھی۔ نیز اگر ایسے حوادث وقوع پذیر ہوتے تو ابوطالبؓ کے لیے، حضرتؓ کا دفاع کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اگرچہ پہلے دن سے ہی رسولِ اکرمؐ کی رسالت پر ایمان ان کے قلب و روح میں جائز ہو گیا تھا، لیکن جب ان کی موت کا وقت آ پہنچا اور مذکورہ بالا مصلحت اندیشی

۱۔ رضی اللہ عنہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ + موبد لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲ + تاریخ الخلفاء جلد ۲ صفحہ ۳۳۹ + تمرات الاوراق جلد ۲ صفحہ ۹ + جوہر الادب جلد ۱ صفحہ ۲۳۴ + سیرۃ حبیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ + دھلان: سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۹۳ + اسنی المطالب صفحہ ۵۔

کی کوئی ضرورت نہ رہی تو وہ جس کو ان کے وجود کے بند بندے نے قبول کر لیا تھا، اسکو وہ اپنی زبان پر بھی لے آئے اور اپنی جاودانی وصیت کے ذریعے رسول اکرم کے بارے میں وہ سفارشات کیں جن کا ذکر اب کر لیا گیا ہے۔

وقت وفات ابوطالب کی

اپنے خاندان کو وصیت

ابن سعد اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں لکھتا ہے :

جب ابوطالب کی وفات کا وقت آپہنچا تو، انہوں نے بنی عبدالمطلب

کو بلا کر ان سے یوں خطاب کیا :

”جب تک تم محمدؐ کی باتیں سنو گے اور ان کے احکام کی پیروی

کرو گے نیکی اور بھلائی کو ہاتھ سے نہیں دو گے، پس ان کی

حمایت اور پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔“

ایک اور روایت میں یوں بیان ہوا ہے :

اے بنی ہاشم! محمدؐ کی تصدیق کرو اور ان کی اطاعت کرو تاکہ

ہدایت اور نجات پاؤ۔ لہ

برزخی نے اپنی کتاب اسنی، المطالب میں ان باتوں کو ابوطالب کے

لہ تذکرۃ الخواص صفحہ ۵۰ + خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۷۲-۳۷۵ + وحیون:

سیرۃ جلد ۲ صفحہ ۹۲-۲۹۳ + اسنی المطالب صفحہ ۱۰۰۔

ایمان کی دلیل قرار دیا ہے اور پھر اس سے بہتر دلیل ہو بھی کیا سکتی ہے جیسا کہ وہ لکھتا ہے :

میری نظر میں یہ چیز قطعاً ناممکن ہے کہ ابوطالبؑ — رسول اکرمؐ کی متابعت کو ہدایت سمجھیں اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں، لیکن خود انحضرتؐ کی متابعت اور فرمانبرداری نہ کرتے ہوں۔

علامہ امینی کہتے ہیں :

عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ ان تمام حالات اور واقعات

میں ابوطالب کے طرز عمل کی وجہ اس کے علاوہ کچھ اور ہو کہ انہوں نے

دین حنیف کو قبول کر لیا تھا اور دل سے اس دین کے لانے والے پیغمبر کی

تصدیق کر چکے تھے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر وہ کیا سبب تھا جو انہیں قریش کے

غضب، سنگدلی اور ایذا رسانی کا مقابلہ کرنے نیز اپنی زندگی کا آرام و آسائش

کھودینے پر آمادہ کرتا تھا۔ خصوصاً اس وقت جب وہ خود اور ان کے خاص

رشتہ داروں کا ایک گروہ اس وادی میں دن گزار رہا تھا۔ جہاں نہ

زندگی خوشگوار تھی، نہ سکون حاصل تھا اور نہ ہی خطرہ دور ہوا تھا۔ اس دور

میں وہ قریش کی جانب سے سنگدلی، قطع تعلق اور دردناک زیادتیاں برداشت

کر رہے تھے۔ ہاں تو وہ کونسی چیز تھی — جس نے انہیں ان سب تکالیف

کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ ایک ایسا دین کہ جس کے صحیح ہونے کا انہیں

کوئی یقین نہ تھا اور جس کی حقیقت کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا تھا، آیا وہ اس

کی خاطر کئی سال کی قید اور محاصرے کی مصیبت مول لے سکتے تھے ؟ خدا

گواہ ہے کہ ایسا نہیں ہے اور ان سب مصائب کو برداشت کر سنے کی

وجہ خدا پرین کا پختہ ایمان اور رسول اکرمؐ کی نبوت کے یقین کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ وہ زیرک قاری جو ان واقعات کی جزئیات پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔

ظاہر ہے کہ فقط رشتہ داری اور قبائلی تعلقات یہ تمام تکالیف برداشت کرنے کا موجب نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ یہ تعلقات ابوطالب کے بھائی ابولہب کے لیے کوئی ایسا محرک نہیں تھے۔ پھر اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ ابوطالبؓ رسول اکرمؐ سے اپنی رشتہ داری کی بنا پر ان کا دفاع کرتے تھے، تو بھی یہ رشتہ داری اس کا سبب نہیں بن سکتی کہ اس صراحت سے رسول اکرمؐ کی تصدیق کی جائے اور یہ کہا جائے کہ جو کچھ آنحضرتؐ لائے ہیں وہ برحق ہے۔ نیز یہ اعلان کرنا کہ آپؐ پیش موٹی اور وہی رسول ہیں جن کی سابقہ کتابوں میں بشارت دی گئی ہے، بلکہ یہ کہنا کہ جو کوئی ان کی پیروی کرے وہ ہدایت پاتا ہے اور جو آنحضرتؐ کے راستے سے منحرف ہو جائے اور سرکشی و خست یار کرے۔ وہ گمراہ ہے۔

علاوہ انیس ابوطالبؓ کی ایسی ہی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ واضح مغالطہ میں لوگوں کو رسول اکرمؐ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور یہی ان کے مسلم ہونے کا بین ثبوت ہے۔

ایک حدیث جو ابوطالبؓ سے مروی ہے

اسحاق بن عیسیٰ ہاشمی البزوفیؒ سے اور وہ ابوطالبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے محمد بن عبد اللہؐ سے سنا کہ انہوں نے کہا: ان کے

پروہ دگار نے انہیں صدمہ رجمی کے لیے بھیجا اور اس امر کے لیے مبعوث کیا ہے کہ وہ فقط خدا کی پرستش کریں اور اس کے علاوہ کسی کی پرستش نہ کریں۔ اور (میرے نزدیک) محمدؐ سب سے بڑھ کر صواب و حق اور امین ہیں۔

شیخ ابراہیم حنبلی نے ”نہایت الطلب“ میں ”عروہ ثقیفی“ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:

میں نے ابوطالب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا: میرا صادق اور امین بھتیجا کہ بخدا وہ بے حد سچا ہے، اس نے مجھ کو بتایا کہ خدائے تعالیٰ نے اسے صدمہ رجمی برقرار کرتے، غار قائم کرنے اور نذوۃ دینے کے لیے بھیجا، نیز یہ حکم بھی دیا: ”شکر رتا رہ تا کہ تجھے روزی ملے اور ناشکر امت بن تا کہ تجھے ضاب نہ دیا جائے۔“



ابن حجر: احباب جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، سنن ابوطالب صفحہ ۶، سید قطار: کتاب الحجۃ صفحہ ۳۶، بروایت ابو نعیم، مصنفانی اور بروایت ابو نعیم، مصنفانی۔ نیز خطیب بغدادی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

تیسرا باب

ایمان ابو طالبؑ کے متعلق

آپ کے

اھل و عیال کی رائے

ہاشمی بزرگوں: عبدالمطلب کے فرزندوں اور ابوطالب کی اولاد سے ان (ابوطالب) کے راسخ الاسلام اور پختہ ایمان کی بلند آہنگ شہادتوں کے علاوہ کوئی اور بات روایت نہیں ہوئی۔ پھر جو باقی نقل ہوئی ہیں وہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ابوطالب کے رسول اکرمؐ کی حمایت کرنے کی اس کے سوا کوئی اور وجہ نہ تھی کہ وہ آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے تھے اور گھر والا جانتا ہے کہ گھر کے اندر کیا ہے؟ لہ

ابن اثیر اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتا ہے کہ بیعت علیہم السلام کے نقطہ نظر کے مطابق رسول اکرمؐ کے چچاؤں میں سے حمزہؓ، عباسؓ اور ابوطالب کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔

لہ اَھْلُ الْبَیْتِ اَدْرَیْ بِمَا فِی الْبَیْتِ

ہاں تو، طبیعت نے ہر دور میں ہر فصل کے لوگوں کو بلاضراحت اس حقیقت سے آگاہ کیا اور مخالفین کے مقصد میں ہمیشہ یہی موقوف اختیار کیا۔
۱۔ ابن ابی نعید: شرح معجم البلدان جلد سوم صفحہ ۳۱۲ پر لکھتا ہے:

عباس بن عبدالمطلب اور ابو بکر بن ابی قحافہ سے متعدد طریقوں اور مختلف الفاظ میں روایت آئی ہے کہ ابوطالب اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے مگر اس وقت جب انہوں نے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ چنانچہ یہ ایک مشہور روایت ہے کہ وفات کے وقت ابوطالب نے آہستہ آہستہ کچھ باتیں کیں جو ان کے بھائی عباس نے سنیں۔

علاوہ انہیں امام علیؑ سے بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ابوطالب دنیا سے نہیں گئے مگر یہ کہ انہوں نے رسول اکرمؐ کی خوشنودی حاصل کر لی۔
ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

جب ابوطالب کی بیماری زور پکڑ گئی تو رسول اکرمؐ نے ان سے فرمایا: اے چچا! وہ بات کہہ دیجیے تاکہ قیامت کے دن میں آپ کی شفاعت کر سکوں۔ جبکہ وہ یافث سے آپ کی مراد کلمہ شہادت تھا۔ ابوطالب

لے ابن ہشام: سیرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰ + بیہقی: دلائل النبوة + ابن کثیر: تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳ + ابن کثیر: سیرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ + احیاء جلد ۳ صفحہ ۱۶ + موبہد ثیہ جلد ۱ صفحہ ۷۱ + سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۲ + دحلان: سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۸۹ + اسنی لمطالب صفحہ ۲۰

نے جواب دیا: اگر طفول کا ڈرنہ ہوتا اور یہ خیال نہ ہوتا کہ قریش بکھیں گے، میں نے وہ بات موت کے خوف سے کہی ہے تو میں یقیناً وہ بات زبان پر نہ آتا۔ پھر حباب ان کی موت کا وقت آیا اور ان کے ہونٹ ہلے تو عباس نے ان پر کان دھرا اور کہا: اے بھتیجے! بخدا کہ آپ نے ہمیں جوابات کہنے کا حکم دیا تھا وہ انہوں نے کہہ دی ہے۔ تب رسول اکرمؐ نے فرمایا: شکریہ ہے خدا کا۔ اے چچا! شکریہ اس خدا کا کہ جس نے آپ کو ہدایت فرمائی۔

احمد زینی دحلان: سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۹۰ پر لکھتا ہے:
شیخ یحییٰ نے شرح بر شرح جوہرۃ التوحید شعرائی میں نیز سبکی اور بعض دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کی مذکورہ بالا روایت بعض صوفیاء پر عالم کشف میں مبنی برحق ثابت ہو چکی ہے اور ان کی نظر میں ابوطالب کے مسلم و مومن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
علامہ اجینی کہتے ہیں:

یہ حدیث ہم نے محض بل سنت کا ساتھ دینے کے لیے بیان کی ہے۔
ورنہ ابوطالب کو یہ دو جملے زبان سے ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ انہوں نے اپنی قیمتی زندگی نظم و نثر میں اس کلمہ طیبہ کا اعلان کرنے، اس کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے، معنی لغین سے اس کا دفاع کرنے اور آخری دم تک اس کی غائر تکفیں اٹھانے میں گزاری تھی۔ پھر زندگی کے ان

لے ابوالقدار: تاریخ جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ + شعرائی: کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴

آخری لمحات میں ابوطالب کو کلمہ اسلام کے یہ دو جملے رسمی طور پر زبان سے ادا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ابوطالب اپنی زندگی میں کب کافر یا گمراہ ہونے لگے کہ وہ ان دو جملوں کو زبان پر لے کر ایمان اور ہدایت سے حصہ پاتے؟ کیا رسول اکرم کی حقانیت پر ایمان رکھنے کی شہادت ان تمام باتوں اور ان اشعار سے نہیں ملتی؟ جو ابوطالب نے کئے اور جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ وہ تمام اشعار اور کلمات ایسے ہیں کہ اگر ان مطالب کے ساتھ رسول اکرم کے کسی صحابی کے اشعار و کلمات ان سے پست بھی ہوتے تو اس کی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا اور اس کے فضائل بیان کرنے میں غلو سے کام لیا جاتا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ابوطالب خواہ اس سے ہزار گن بلند آواز میں بھی اپنے اسلام کا اعلان کریں پھر بھی ان لوگوں کے لیے ان کے اسلام پر یقین کرنا دشوار ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ میں بھی نہیں جانتا!

۲۔ ابن سعد نے طبقات الکبریٰ جلد ۵ صفحہ ۱۵ پر عبید اللہ بن ابی رافع سے وراس نے امام علیؑ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

میں نے رسول اکرم کو ابوطالب کی وفات کی اطلاع دی۔ آپ روپٹے اور پھر فرمایا: "ہاؤ اور ان کو غسل دے کر سپرد خاک کر۔" خدا ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحمت فرمائے۔

یہی بات واقعہ کی روایت میں بھی اس فرق کے ساتھ موجود ہے کہ رسول اکرم نے ابوطالب کی خبر وفات سن کر شدید گریہ فرمایا اور پھر کہا جاؤ اور یہ!

۱۔ اسنی المطالب صفحہ ۲۱ + دلائل النبوة بیہقی + تذکرۃ الخوارج صفحہ ۶

اور رزنجی اسنی المطالب کے صفحہ ۳۵ پر لکھتا ہے:
رسول اکرمؐ محض قریش کے جاہل لوگوں کے شر سے غافل ہو کر ابوطالب کے جنازہ پر نہ آئے اور ان کے نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک یہ مشروع نہ ہوئی تھی۔

اسلمی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

ابوطالب نے ۱۰ بعثت، نصف شوال میں وفات پائی اور ام المومنین خدیجہ الکبریٰؓ ان سے ۳۵ دن بعد دنیا سے فانی سے عالم جاودانی کو مبارک۔ ان دو سانچوں پر رسول اکرمؐ کو بے حد دکھ ہو اور آپ نے اس سال کو عام الحزن و غم کا سال قرار دیا۔ ۱۔

قابل توجہ

ابوطالب کی تاریخ وفات کے بارے میں سنی ماخذ اور شیعہ منابع میں بھی بڑا اختلاف ہے۔ بعض نے ان کی تاریخ وفات وہی بعثت کے دسویں سال ماہ شوال کے نصف میں بیان کی ہے اور بعض نے (دن کا ذکر کیے بغیر)

+ ابن ابی الحدید: شرح منہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۴ + دحلان: سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۹۰ + منہج ابی طالب رزنجی۔

۱۔ ابن سعد: طبقات جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ + مقریزی: متاع صفحہ ۲۷ + ابن کثیر: تاریخ جلد ۳ صفحہ ۱۳۴ + سیرۃ حبیبہ جلد صفحہ ۳۷۳ + دحلان: سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۱ + اسنی المطالب صفحہ ۱۱۔

ان کی وفات سواں میں اور بعض نے پہلی ذیقعدہ کو بتائی ہے۔ جبکہ بعض نے ان کی وفات بعثت کے دسویں سال میں شعیب ابی طالب سے نکل آنے کے بعد ۱۰ رمضان کو اور بعض نے اسی سال ماہ رجب میں بتائی ہے۔
۲۔ بیہقی، ابن عباس سے نقل کرتا ہے:

رسول کریمؐ ابو طالب کے جنازے سے واپس آئے تو آپؐ زیارہے تھے: اے چچا! میری آپ کے ساتھ رشتہ داری تھی اور خدا کی طرف سے آپ کو اس کا بدلہ مل گیا ہے۔

اور خطیب کی روایت میں یوں نقل ہوا ہے:

رسول کریمؐ نے ابو طالب کا جنازہ دیکھا تو فرمایا: اے چچا! میری آپ کے ساتھ رشتہ داری ہے، خدا آپ کو اس کا اچھا بدلہ دے گا۔
تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے:

جب رسول اکرمؐ کو بتایا گیا کہ ”ابو طالب فوت ہو گئے“ تو آپؐ کو بے حد دکھ ہوا اور آپؐ بہت بے چین ہو گئے۔ پھر آپؐ ان کی میت پر پیچے، ان کے دائیں رخسارے کو چار دفعہ اور بائیں کو تین دفعہ مس کر کے فرمایا: چچا جان! آپ نے میرے بچپن میں میری پرورش کی، یتیمی

۱۔ دلائل نبویہ، بیہقی، خطیب بغدادی، تاریخ جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۶ +
ابن کثیر: تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۲ + تذکرۃ غزویں صفحہ ۶ + نہایت مطلب شیخ ابراہیم حنفی + طرائف صفحہ ۸۶ + اصحاب جلد ۳ صفحہ ۱۱۶ + سیوطی: شرح سواد لغتی صفحہ ۱۳۶۔

میں میری کفالت کی اور جب میں بڑا ہوا تو میری نصرت کی ہے۔ خدا اس پر میری خاطر سے آپ کو جزائے خیر دے۔

بعد ازاں آپؐ ان کے تابوت کے پاس گئے اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: میں آپ کا رشتہ دار ہوں اور آپ کو اس کی نیک جزا مل گئی ہے۔

۴۔ اسحاق بن عبد اللہ بن حارث کا بیان ہے کہ رسول اکرمؐ کے چچا عباسؓ نے کہا: اے خدا کے رسولؐ! کیا آپ کو امید ہے کہ پروردگار عمامہ ابو طالب پر لطف و کرم فرمائے گا اور انہیں بخش دے گا؟

آنحضرتؐ نے جواب دیا: میں اپنے پروردگار سے ہر غیر کی امید رکھتا ہوں۔

۵۔ انس بن مالک نے کہا ہے:

ایک اعرابی رسول اکرمؐ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس میں حالت میں آئے ہیں کہ ہماری اونٹنیاں باقی نہیں رہیں اور ہمارے پاس ایک شیر خوار بچہ کو سیر کرنے کے لیے بھی دوہ نہیں ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار کہے:

۱۔ حقیقات جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ پر ابن سعد نے عفان بن سلم، حاد بن سلم، ثابت بنانی اور اسحاق بن عبد اللہ ایسے معتبر روایوں سے یہ روایت نقل کی ہے۔ علاوہ انہیں دیکھیے: فضائل، الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۸ + نہایت مطلب شیخ ابراہیم حنفی + طرائف صفحہ ۶۸ + ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱ + سیوطی: تعظیم و امتداد صفحہ ۷۔

ہم اس حالت میں آپ کے پاس آئے ہیں کہ ہماری لڑکیوں نے اپنے گریبان خون سے تر کر دیے ہیں۔
اور ماؤں نے شدید کمزوری کی وجہ سے اپنے بچوں سے ہاتھ کھینچ لیے ہیں۔

ان میں اپنے بچوں کو گود میں لینے کی سکت نہیں ہے
گویا وہ بے فائدہ اور ناکارہ ہو کر رہ گئی ہیں
اور جو چیز انسانوں کی خوراک ہے وہ ہمیں نصیب نہیں
سوائے فطرت اور درختوں کے پتوں اور پھال کے
اور ہمارے پاس سوائے آپ کی پناہ و حوصلہ کے کوئی راستہ
نہیں۔

اور پیغمبروں کے علاوہ لوگوں کی پناہ گاہ کون ہو سکتا ہے؟
پس رسول اکرمؐ اس حالت میں اٹھے کہ آپ کی چادر زمین پر
گھسٹ رہی تھی۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے، خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء
بجالائے اور پھر فرمایا: اے پروردگار! تو ہم پیغمبروں اور طویل بارش
برسا، تاکہ اس کے ذریعے ہماری کھیتیاں اگیں، ماؤں کی چھاتیاں
دودھ سے پُر ہو جائیں اور زمین اپنی موت کے بعد اس کے ذریعے دوبارہ
زندگی حاصل کرے، جیسا کہ انسان عدم سے وجود میں آتے ہیں۔

ابھی رسول اکرمؐ کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر بجلی
چمکی اور بارش شروع ہو گئی۔ بارش اتنے زور سے ہوئی کہ سب
ولیر اور بہادر لوگ ڈر گئے اور انھوں نے رسول اکرمؐ سے مدد چاہی
۱۲۰

اور کہا: یا رسول اللہ! ہم تو ڈوب رہے ہیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: اے بارش! خود شہر پر نہیں بلکہ اس کے
ارد گرد برس جا۔

جونہی آپ نے فرمایا۔ وہ بادل ہٹ گئے جو ایک مرصع تاج
کی طرح مدینہ پر چھائے ہوئے تھے۔ اس پر رسول اکرمؐ اس طرح ہنسنے کہ
آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے، پھر فرمایا: خدا ابوطالب کو جزائے
خیر دے! اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھوں میں طراوت آجسائی۔
کون ہے جو میں ان کا شعر پڑھ کر سنائے؟
امام علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شاید آپ کی
مراوان کے اس شعر سے ہے:

وایض یستسقی الغمام بوجه
ثم الیتامی عصمہ الارامل لہ

رسول اکرمؐ نے فرمایا: ”ہاں!“

پس انھوں نے ابوطالب کے اس قصیدے کے چند اشعار پڑھے۔
جبکہ آنحضرتؐ منبر پر تشریف فرما تھے اور ابوطالب کے بیٹے غشش کی دعا
کر رہے تھے۔ دریں اثنا بنی کنانہ میں سے ایک آدمی اٹھا اور اس
نے یہ اشعار کہے:

لہ ایسے دشمن جیسے والا بزرگ کہ جس کے سامنے آتے ہی ایرانی سے بھر جاتے ہیں
وہ قیدیوں کی فریاد کو پہنچنے والا اور بیوہ عورتوں کی پناہ گاہ ہے۔

انہی سپاس تھے ہی زیبا ہے اور سپاس اس کی طرف سے ہے جو
شکر کرتا ہے

اور ہم نے پیغمبر کے چہرے کی برکت سے بارش کی نعمت حاصل کی ہے
وہ پیغمبر جس نے اپنے پروردگار کو پکارا ہے
یوں پکارا ہے کہ سب کی آنکھیں ان پر لگی ہوئی تھیں
زیادہ دیر نہیں گزری تھی اور درحقیقت ایک سانس سے بھی کم
کہ دعا قبول ہوئی اور ہم نے بارش کے قطرے دیکھے
وہ بڑی تیز بارش تھی اور ابھی بادل پانی سے بھرے تھے
جن کے ذریعے خدائے تعالیٰ نے حضر کی قوم کو سیراب کیا
ٹھیک اسی طرح جیسے پیغمبر کے چچا ابوطالب نے کہا تھا
وہ (محمّد) صاحب کمال اور معصوم پیغمبر ہے
اس کی خاطر خدائے تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے
یہ ایک امر واقعہ ہے جو محتاج بیان نہیں

یہ اشعار سن کر رسول اکرمؐ نے فرمایا: اگر کوئی شاعر اچھے شعر کہتا ہے
تو یقیناً تم سے بھی اچھے شاعر ہو۔ اے

لے مادری: اہم النبوة صفحہ ۷۷ + بدائع الصنائع جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ + ابن
ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۶ + سیرۃ حلبیہ + حمدۃ القاری
جلد ۳ صفحہ ۳۳۵ + سیوطی: شرح شواہد المغنی صفحہ ۱۳۰ + زینی دحلان:
سیرۃ جلد ۱ صفحہ ۸۷ + اسنی المطالب صفحہ ۱۵ + طلبۃ الطالب
صفحہ ۳۳۔

برزخی — اسنی المطالب میں لکھا ہے:

رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد کہ ”خدا ابوطالبؑ کو جزائے خیر دے۔“
یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر ابوطالبؑ زندہ ہوتے اور آنحضرتؐ کو منبر پر بیٹھے بارش
کی دعا مانگتے ہوتے دیکھتے تو یقیناً خوش ہوتے اور ان کی آنکھوں میں طروت
آجاتی۔ ہاں تو رسول اکرمؐ کا ابوطالبؑ کی وفات کے بعد یہ فرمانا اس امر
کا شاہد ہے کہ ابوطالبؑ آنحضرتؐ کی باتیں سن کر خوش ہوتے تھے اور ان
کی آنکھیں روشن ہو جاتی تھیں۔ پس ابوطالبؑ کی یہ کیفیت اس کے علاوہ اور
کسی بات پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ رسول اکرمؐ کے کمالات سے آگاہ
تھے اور ان کے نبی ہونے کی تصدیق کر کے دلی مسرت محسوس کرتے تھے۔
علامہ امینی کہتے ہیں:

بہت سے مؤرخین نے رسول اکرمؐ کے بارش طلب کرنے کی داستان
نقل کی ہے اور اس میں سے ”خدا ابوطالبؑ کو جزائے خیر دے“ کے الفاظ
حذف کر دیے ہیں۔ ہمارے قارئین اس تحریف کا مقصد بہت طور پر سمجھ سکتے
ہیں اور بلاشبہ اس کی وجہ ہماری نگاہوں سے بھی اوجھل نہیں ہے۔

۶۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد سوم صفحہ ۲۱۶ پر لکھا ہے:
سیرت سوانح اور مخاریج سے متعلق کتابوں میں آیا ہے کہ جنگ
بدر میں جب ”عتیبہ بن ربیعہ“ یا ”شعیبہ“ نے ابو عبیدہ بن جراحؓ بن
مطلب کا پاؤں کاٹ دیا تو علیؓ اور رسول اکرمؐ کے چچا حمزہؓ کا
ابو عبیدہ کی مدد کو پہنچنا انہیں بچایا اور عتیبہ کو قتل کر دیا۔ پھر وہ ابو عبیدہ
کو میدان جنگ سے حیمہ خاص میں لے گئے اور ان کو رسول اکرمؐ کے

حضور میں بٹھا دیا، جبکہ اس کے پاؤں کی بڑی کاگودا نظر آ رہا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا: یہ رسول اللہ! اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ انہوں نے یہ بات غلط نہ کہی تھی:

خدا کے گھر کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم محمدؐ کو چھوڑ دیں گے اور ان کے پہلو میں جنگ کرنے اور ان کی حمایت کرنے پر تیار نہ ہوں گے ہم اس وقت تک ان کی نصرت کریں گے جب تک ان کے رد و گرد ڈھیر نہ ہو جائیں۔

اور اس مقصد کی خاطر ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بھلا دیں گے حاضرین کا کہنا ہے کہ اس دن رسول اکرمؐ نے ابو عبیدہ بن حارث اور ابو طالب کے لیے بھی مغفرت کی دعا کی تھی۔

۷۔ روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے عقیل بن ابو طالب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اے ابائزید! میں تم سے دو وجوہ کی بنا پر محبت کرتا ہوں۔ ایک تو اس لیے کہ تم میرے رشتہ دار ہو اور پھر اس لیے کہ میں جانتا ہوں میرے چچا ابو طالب تمہیں کتنی شدت سے چاہتے تھے۔" یہ واقعہ اس بات پر شاہد صادق ہے کہ آنحضرتؐ کو اپنے چچا

۱۵۔ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۵۰۹ + دار المعانی صفحہ ۲۲۲ + تاریخ الخلفاء جلد ۱ صفحہ ۱۲۳ + بیہی عامری: بحیث المفاہل جلد ۱ صفحہ ۳۲۷ + ابن ابی الحدید: شرح منہج، بیانہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۲ + مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۷۷۲۔

ابو طالب کے صاحب ایمان ہونے کا یقین تھا۔ ورنہ عام لوگوں کے نزدیک ایک کافر سے محبت کرنے کی کوئی قیمت ہے کہ رسول کریمؐ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت ہو اور وہ بھی اس کی اولاد کے لیے؟ جبکہ رسول اکرمؐ نے جناب عقیل سے یہ بات ان کے ایمان لانے کے بعد کہی ہے۔

اگر ہم اس مفروضے کو قبول کر لیں کہ ابو طالب نے رسول اکرمؐ کا دین اختیار نہیں کیا تھا، پھر آنحضرتؐ کی ان سے محبت تعجب انگیز نہ ہوگی؟ اور اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہوگی کہ انہوں نے اس محبت کا، نہاں ابو طالب کی وفات کے بعد کیا! بلکہ عقیل سے ابو طالب ہی کی محبت کو ان سے اپنی محبت کا سبب قرار دیا!!

۸۔ ابو نعیم اور بعض دوسرے مؤلفین ابن ابی الحدید سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابو طالب — رسول اکرمؐ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جتنا وہ آنحضرتؐ کو چاہتے تھے اتنا اپنے بیٹوں کو بھی نہ چاہتے تھے اور ہمیشہ انہیں اپنے بیٹوں پر ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آنحضرتؐ کے علاوہ کسی کے ساتھ نہیں سوتے تھے اور جب کبھی باہر جاتے تو آپ کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

ابو طالب کی وفات کے بعد قریش نے رسول اکرمؐ کو وہ تکلیفیں دینی شروع کر دیں جو وہ ابو طالب کی زندگی میں نہیں دے سکتے تھے، یہاں تک کہ

قریش کے محققوں میں سے ایک احمق نے آنحضرتؐ کے سر پر مٹی ڈال دی۔
تب آپ اس حالت میں گھر تشریف لائے کہ مٹی آپ کے سر پر لگی ہوئی تھی
اور آپ کی بیٹی آپ کا سر دھو گئے۔ بوسے رو رہی تھیں۔ رسول اکرمؐ نے
انہیں مخاطب کر کے فرمایا: میری بیٹی! رو مت — کیونکہ خدا تمہارے
باپ کا محافظ ہے۔ قبل اس سے کہ ابوطالب کی وفات ہو جائے، قریش نے
میری مخالفت میں ایسا کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔

ایک اور روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: قریش حبیت سے اس
انگڑ میں تھے کہ کعب ابوطالبؓ کی وفات ہوئی ہے۔ ایک تیسری روایت کے
مطابق آپؐ نے فرمایا: قریش ابوطالب کے سامنے دبے رہے۔ یہاں تک کہ
وہ قوت ہو گئے۔

۹۔ عبداللہ نے کہا: جنگ بدر میں مفتولین قریش کی لاشیں میدان میں
پڑی تھیں۔ رسول اکرمؐ نے ان کو دیکھتے ہوئے ابو بکر کو مخاطب کر کے فرمایا:
اگر آج ابوطالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہماری تلواروں نے ان سرداروں کو

۱۔ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۹ + تاریخ ابن عساکر جلد ۱ صفحہ ۲۸۴ + مستدرک حاکم
جلد ۲ صفحہ ۶۲۲ + تاریخ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ + ۱۳۴ + صفحہ السنوہ علما
صفحہ ۳۱ + زعزعی: العائق جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ + تاریخ الخلفاء جلد ۱ صفحہ ۲۵۳
+ سیرۃ حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ + فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ + ۱۵۴ + شرح
شواہد لمغنی صفحہ ۱۳۶ + استی المطالب صفحہ ۲۱۰ + طبقات المطالب
صفحہ ۵۳۔

دیوؤں کو اسی طرح نشانہ بنایا ہے، جیسا کہ ابوطالبؓ نے اپنے اس شعر
میں کہا تھا:

عظمت کعب کی قسم: تم نے جھوٹ بولا ہے، جو کچھ ہم دیکھ رہے
ہیں اگر وہ حقیقت ہو

تو ہم اپنی تلواریں تمہارے سرداروں اور دیوؤں پر سونت لیں گے
۱۰۔ حافظ ابن فنجویہ نے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ ابن عباس
نے امام علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اگر (رسول اکرمؐ کے) جانشین کا تقرر میری ذمہ داری ہوئی تو میری
نظر میں آپ سے بڑھ کر اس عہدے کا مستحق کوئی نہ ہوتا، کیونکہ آپ سلام
لانے میں سبقت کرنے والے ہیں۔ آپ رسول اکرمؐ کے دشتہ در ہیں
اور امام یعنی مومنہ عورتوں کی سردار فاطمہ زہراؓ کے شوہر ہیں۔ اور اس
سے پیشتر آپ کے والد ابوطالبؓ نے بھی رسول اکرمؐ کی خاطر تکلیفیں اٹھائی
ہیں۔ جب قرآن مجید میں سے کچھ نازل ہوا تو ابوطالبؓ نے وہ مجھے
دیا تھا۔ اس کے لیے مجھ پر ان کا حق ہے، میری خواہش تھی کہ ان کے بعد
میں وہ ان کے فرزندوں کے ورثے ہی ادا کروں۔

علامہ ابنی کہتے ہیں:

ان احادیث میں سے کسی ایک کا مضمون بھی ابوطالبؓ کے کفر
سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس کے لیے یہ امور قابل توجہ ہیں،

۱۔ غانی جلد ۱ صفحہ ۲۸ + طبقات المطالب صفحہ ۳۸ + کفایت طار بنی

رسول اکرمؐ اپنے غلیظ دُعاؑ کو ایک کافر ابو طالبؓ کے غسل و کفن کا حکم کبھی نہ دیتے اور ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا نہ فرماتے۔ (حدیث ۲-۳ میں آپؐ نے ان کے غسل و کفن کا حکم دیا اور دعائے مغفرت بھی فرمائی ہے)۔
 ابو طالبؓ کافر ہوتے تو حضور اکرمؐ ان کے لیے خیر بلکہ کُل خیر کی آرزو نہ فرماتے۔ (حدیث ۴ میں آپؐ نے ان کے لیے کُل خیر کی آرزو فرمائی ہے)۔
 ابو طالبؓ کافر ہوتے تو آنحضرتؐ ان کے لیے بخشش کی دعا نہ فرماتے۔ (حدیث ۵ میں آپؐ نے ان کے لیے بخشش کی دعا فرمائی ہے)۔
 ابو طالبؓ کافر ہوتے تو نبی اکرمؐ ان کے لیے طلب مغفرت نہ کرتے۔ (حدیث ۶ میں آپؐ نے ان کے لیے طلب مغفرت فرمائی ہے)۔
 ابو طالبؓ کافر ہوتے تو رسول کریمؐ ان کی محبت میں عقیل سے محبت ظاہر نہ کرتے۔ (حدیث ۷ میں آپؐ نے ابو طالبؓ کی محبت میں عقیل سے محبت ظاہر فرمائی ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی شخص کا کفر ایک مسلمان کو اس کے بارے میں ان اعمال میں سے ایک بھی عمل انجام دینے سے روکتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک کافر کے حق میں یہ سارے اعمال انجام دیے جائیں اور ان کے انجام دینے والے بھی خود رسول کریمؐ ہوں جنہوں نے خدا سے تعالیٰ کے یہ ارشادات بیان کیے ہیں:

۱۔ جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں تم ان کو خدہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے

لوگ ہوں۔ (سورۃ مجادلہ- آیت ۲۲)

۲۔ اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس دین حق سے انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔ (سورۃ ممتحنہ- آیت ۱)

۳۔ اے ایماندارو! اگر تمہارے باپ اور بھائی ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہیں تو تم ان کو اپنے خیر خواہ نہ سمجھو۔ تم میں جو لوگ ان سے الفت رکھیں گے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں (سورۃ توبہ- آیت ۲۳)۔
 ۴۔ اور اگر یہ لوگ خدا اور رسولؐ پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے تو ہرگز ان کو دوست نہ بناتے۔ (سورۃ مدہ- آیت ۸)

انہی جیسی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔



چوتھا باب

ایمانِ ابوطالبؑ کے بارے میں

معصومین علیہم السلام کے

پاکیزہ کلمات

۱۔ احادیث رسولؐ

تمام رذی نے فوائد میں اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا:

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی تو میں اپنے باپؑ اپنی ماں اور اپنے چچا ابوطالبؑ نیز اس شخص کی شفاعت بھی کروں گا جو ایام جاہلیت میں میرا بھائی تھا۔ ۱۵

تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۲۶ پر ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: خدائے عز و جل نے مجھ سے چار اشخاص کے بارے میں میری شفاعت قبول کرینہ وعدہ

کیا ہے: میرا پاپ میری ماں، میرا چچا اور میرا ایم جاہلیت کا بھائی۔
ابن جوزی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام علی علیہ السلام سے مروی روایت کی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:

جبریلؑ مجھ پر نازل ہوتے اور کہا: خدائے تعالیٰ آپؐ پر سلام کے بعد فرماتا ہے کہ وہ پشت جس نے آپؐ کو ظاہر کیا، وہ پیٹ جس نے آپؐ کو اٹھایا اور وہ رشتہ دار جنہوں نے آپؐ کی سرپرستی کی، میں نے ان پر دوزخ کی لگ حزم کر دی ہے۔ وہ پشت — عبداللہ بن عبدالمطلب، وہ پیٹ — آمنہ بنت وہب اور وہ رشتہ دار آپؐ کے چچا ابوطالب اور چچی فاطمہ بنت اسد ہیں۔^۱

رسول اکرمؐ نے فرمایا: جبریلؑ نے مجھ سے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے آپؐ کو چھ اشخاص کے بارے میں خاص شفاعت کا حق عنایت فرمایا ہے:

اس پیٹ کے بارے میں جس نے آپؐ کو اٹھایا (آمنہ بنت وہب)۔
اس پشت کے بارے میں جس نے آپؐ کو ظاہر کیا (عبداللہ بن عبدالمطلب)۔
اس رشتہ دار کے بارے میں جس نے آپؐ کی سرپرستی کی (ابوطالب)۔
اس گھر کے بارے میں جس نے آپؐ کو پناہ دی (عبدالمطلب)۔
اس شخص کے بارے میں جو ایم جاہلیت میں آپؐ کا بھائی تھا اور.....^۲

۱۔ بہی، درود سری حدیث میں ایم جاہلیت کے بھائی کا مطلب رضاعی بھائی ہے۔

۲۔ سیوطی: تعلیم والمنہ صفحہ ۲۵۔

۳۔ ابن ابی الحدید: شرح نہج بدیع جلد ۳ صفحہ ۳۱۱۔

۲۔ کلمات امیر المومنین علیؑ

امام علیؑ نے اپنے والد کے مرثیے میں یہ اشعار کہے:

ابوطالبؑ، اے پستاندینے والوں کی پناہ گاہ

اور اے رحمت کی زوردار بارش اور اے اندھیروں کی روشنی

سچ تو یہ ہے کہ آپؑ کے نہ رہنے سے غیرت مند مردوں کے دل ٹوٹ

گئے اور وہ حسرت ہڑ گئے ہیں

اور نعمتوں کے مالک پروردگار نے آپؑ پر رحمت نازل کی

اور آپؑ کو اپنی خوشنودی سے نواز مارا

کیونکہ آپؑ پیغمبرؐ کے یہ واقعی بہترین چچا تھے

اس ضمن میں ابن ابی الحدید نے بھی امام علیؑ سے مندرجہ ذیل اشعار

نقل کیے ہیں:

رات گئے بولنے والے پرندوں کی آوازوں پر میرا دل بھریا

انہوں نے پھر سے مجھے وہ محنت دکھ یاد دلایا

ابوطالبؑ کے اٹھ جانے کا دکھ کہ جو بڑے سخی اور فقیروں کی پناہ گاہ

تھا۔

تعبید قریش کے لوگ ان کی وفات پر خوش ہوئے ہیں

۱۔ ابن جوزی: تذکرۃ الخواص صفحہ ۶ + دیوان ابوطالبؑ صفحہ ۳۶ +

سید فخر: کتاب الحجۃ صفحہ ۲۳

اور میں نے تو کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو
قریش اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے جو ان کی آرزوؤں کا اختیار

تف

اور یہ ناروا آرزوئیں جلد ہی انہیں ایک ناپسندیدہ مقام پر لے

آئیں گی

وہ رسولِ کرمؐ سے جھوٹی باتیں منسوب کرنے اور انہیں قتل
کرنے کے خواہشمند ہیں

اور وہ آنحضرتؐ کی گزشتہ زندگی کے بارے میں افتراء باز ہوتے ہیں
قسم ہے خدا کے گھر — کعبہ کی کہ تم جھوٹ بولتے رہو گے یہاں

تمک

ہم تمہیں تیزوں کی نوکوں اور ہندی تلواروں کا مزہ چکھائیں
پس یا تم ہمیں نابود کر دو گے یا ہم تمہیں نابود کر دیں گے
یا یہ کہ تم رشتہ داروں کے ساتھ صلیح کو بہتر پاؤ گے

ورنہ حقیقی زندگی تو فقط محمدؐ کے پہلو میں ہی مل سکتی ہے
اور ہم بنی ہاشم — بہترین اور ممتاز ترین انسان (رسولِ اکرمؐ)

کے ساتھ ہیں

امیر مومنین علیؑ سے منسوب دیون میں ابوطالبؓ کے مرثیے کے
سلسلے میں معولیؑ تغیر اور اختلاف کے ساتھ اور بھی بہت سے مؤثراتِ شعلہ
موجود ہیں، ہم نے تکرارِ کلام سے بچنے کے لیے ان کو نقل نہیں کیا۔

۳۔ کلماتِ امامِ سجادؑ

وفایت ہے کہ جب امام علی بن حسین (سجادؑ) سے ایمانِ ابوطالبؓ
کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ بڑی عجیب بات ہے! خدا نے
تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو کافر مرد سے مسلمان عورت کا نکاح کرنے سے منع فرمایا
ہے، جبکہ امام علیؑ کی والدہ اور ابوطالبؓ کی زوجہ — فاطمہ بنت اسد —
جو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھیں، وہ ابوطالبؓ کے
فقد میں رہیں مٹی کر وہ وفات پا گئے۔ لہ

۴۔ کلماتِ امامِ باقرؑ

امام باقرؑ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں ابوطالبؓ
کا ٹھکانا آگ کا ایک گڑھا (جہنم) ہے۔ امامؑ نے فرمایا: اگر ابوطالبؓ کا ایمان
توافق کے ایک پڑے میں اور آج کے لوگوں کا ایمان دوسرے پڑے میں رکھا
جاتا تو بھی ابوطالبؓ کے ایمان کا پلڑا بھاری رہتا۔ پھر فرمایا: کیا تم نہیں جانتے
امیر المومنینؑ نے حکم دیا تھا کہ عبداللہؑ انکے فرزند اور ابوطالبؓ کے لیے حج بجالایا
جائے۔ پھر آپؑ اپنی وصیت میں بھی ان کے لیے فریضہ حج انجام دینے
کی تاکید فرما گئے۔ لہ

۵۔ کلمات امام صادقؑ

امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اصحاب کف نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور کفر کا اظہار کیا۔ پس خدا نے تعالیٰ نے انہیں اس کا دگنا بدلہ عطا فرمایا۔ اسی طرح ابوطالبؑ نے بھی ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک ظاہر کیا، چنانچہ خدا نے انہیں بھی اس کا دگنا بدلہ عطا فرمایا ہے۔

علامہ ابنی کہتے ہیں:

یہ حدیث ثقہ الاسلام شیخ کلینی نے بھی امام صادقؑ سے غیر رفع طور پر ان الفاظ میں روایت کی ہے:

ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کف کی سی ہے کہ جنہوں نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک ظاہر کیا۔ پس خدا نے انہیں اس کا دگنا بدلہ عطا فرمایا۔

سید فخر بن محمد نے حسین بن احمد مالکی کے طریقے سے ابن ابی الحدید کی مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے اور اس پر ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے:

”ابوطالبؑ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے یہاں تک کہ انکو خدا تعالیٰ سے جنت کی بشارت مل گئی ہو۔“

۱۔ ابن ابی الحدید: شرح بیح البلاغ جلد ۳ صفحہ ۳۱۲

۲۔ اصول کافی صفحہ ۲۴۴ ۳۔ سید فخر کتاب الحجۃ صفحہ ۱۴۸

۶۔ کلمات امام رضاؑ

ابان بن محمود نے امام علی رضا علیہ السلام کے نام ایک خط میں یوں لکھا:

”میں آپ پر قربان جاؤں مجھے ایمان ابوطالبؑ کے بارے میں شک ہو گیا ہے۔“

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں لکھا: جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اکرمؐ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رائے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے تو جہنم میں پھیرا جائے گا۔ ہم بھی اسے اصرار ہی پھیر دیں گے۔ پھر جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ اے بعد از میں تم جان لو کہ اگر تم ایمان ابوطالبؑ پر یقین نہیں رکھتے تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔

مذکورہ بالا پاکیزہ کلمات میں سے ہر محسوم کا کلام بجائے خود ہمارے مدعا (یعنی ایمان ابوطالبؑ) کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے، جبکہ یہاں وہ سب پاکیزہ کلمات یکجا ہو گئے ہیں۔ پس یہ ایک قطعی بات ہے کہ وہ ائمہ جو ابوطالبؑ کی اولاد سے ہیں اور اپنی عصمت کی وجہ سے حق و حقیقت کے علاوہ کچھ نہیں کہتے وہ اپنے جبراً علی کے حالات (اسلام و ایمان) کو دوسروں کی نسبت بہتر طور پر جانتے اور بیان کرنے والے ہیں۔

پانچواں باب

ایمانِ ابوطالبؑ کے اثبات میں
علمائے اہلسنت کے
قیمتی اقوال

۱۔ علامہ برزنجی

مکہ مکرمہ میں شافعیوں کے مفتی نے کیا خوب کہا ہے :

علامہ سید محمد بن رسول برزنجی نے ابوطالبؓ کی نجات کے بارے میں جو روش اپنائی ہے وہ ان سے پہلے کسی نے بھی نہیں اپنائی تھی۔ خدا انہیں اس کا بہترین بدلہ دے۔ ان کی یہ روش ہر انصاف پسند اور باایمان شخص کو خوش کردیتی ہے کیونکہ اس میں روایات کو جھٹلانے یا ان کے مضامین کو ضعیف ثابت کرنے کا راستہ اختیار نہیں کیا گیا۔ اس کے بجائے انہوں نے اکثر و بیشتر ان کے ایسے چھے معنی لیے ہیں جو اختلاف آراء کو دور کرتے ہیں۔ رسول اکرمؐ کی آنکھوں کی روشنی کا باعث بنتے ہیں اور ابوطالبؓ کی تنقیص یا ان سے دشمنی کے اس بھنور میں گرنے سے محفوظ رکھتے ہیں کہ جو رسول اکرمؐ کے لیے آزار

کا موجب ہے۔ ۱۵

اس بارے میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کو تکلیف پہنچاتے ہیں، خدائے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ ۱۶

نیز یہ بھی فرماتا ہے:

جو لوگ خدا کے رسولؐ کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ۱۷

۲۔ امام ابن وحشی

امام احمد بن حسین موصی حنفی (ابن وحشی) نے شرح شہاب الاخبار میں لکھا ہے:

ابوطالب کے ساتھ کینہ رکھنا کفر کا ارتکاب کرنے کے مساوی ہے۔

۱۵۔ اسنی المطالب صفحہ ۳۳

۱۶۔ سورۃ احزاب۔ آیت ۵۷

۱۷۔ سورۃ توبہ۔ آیت ۶۱

۱۸۔ شہاب الاخبار۔ علامہ محمد بن سلام قضاہی (متوفی ۴۵۵ھ) کی تالیف ہے اور امام ابن وحشی نے اس کی شرح لکھی ہے۔

۳۔ علامہ علی اجہوری

ماہکی علما میں سے علامہ اجہوری نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس مسئلے کی تائید کی ہے کہ ابوطالب سے کینہ رکھنا کفر کا ارتکاب کرنے کے مساوی ہے۔

۴۔ تلمسانی

تلمسانی — کتاب ”شفا“ پر اپنے حاشیے میں ابوطالب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ مناسب نہیں کہ ہم ابوطالبؓ کو رسول اکرمؐ کی حمایت کرنے والے کے علاوہ کسی اور حیثیت سے یاد کریں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے قور اور فعل سے رسول اکرمؐ کی حمایت اور نصرت کی ہے۔ پھر ابوطالبؓ کو برائی سے دیکر درحقیقت رسول اکرمؐ کو دکھ دینا ہے اور جو شخص آنحضرتؐ کو دکھ دے وہ کافر ہے اور اسے قتل کر دینا چاہیے۔

۵۔ ابوطاہر

ابوطاہر بھی اس بات کا معتقد ہے کہ جو شخص ابوطالبؓ کے ساتھ کینہ رکھے وہ کافر ہے۔

۴۔ زینی دحلان

زینی دحلان نے — اسنی، مطاسب — کے صفحات ۳۳، ۳۴ پر ایمان ابوطالب کے موضوع پر بڑے بلند پایہ اشعار نقل کیے ہیں۔ چونکہ ان میں سے بہت سے اشعار کا مضمون وہی ہے، جو پہلے ہی مختلف عبارات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس لیے تکرار سے بچنے اور اختصار کا لحاظ رکھنے کی خاطر وہ اشعار درج نہیں کیے گئے۔

۵۔ قرطبی سبکی شعرانی اور دیگر صوفیاء

وہ تمام امور جو نجات ابوطالب کے بارے میں علامہ برزنجی کے تحقیقی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ بہت سے محقق علماء اور اہل کشف صوفیاء بھی نجات ابوطالب کے معتقد ہیں۔ ان اہل کشف میں قرطبی سبکی شعرانی اور بہت سے دوسرے صوفی حضرات شامل ہیں جو یہ کہتے ہیں: نجات ابوطالب ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کا ہم اعتقاد اور یقین رکھتے ہیں۔ اگرچہ ان کے نزدیک اس امر کے ثابت کرنے کا طریقہ — برزنجی کے طریقے سے مختلف ہے، لیکن اس کے باوجود وہ نجات ابوطالب کے بارے میں ان سے متفق ہے۔ لہذا اس مسئلے میں ان علماء اور صوفیاء کا یہ اعتقاد — خدا تعالیٰ کے نزدیک لوگوں کے لیے حجت ہے، یا مخصوص ان دلائل اور براہین کی بناء پر — میں جو علامہ برزنجی نے اس بارے میں پیش کیے ہیں۔

چھٹا باب



ایمان ابوطالب کے بارے میں

ان کے متعلقین و معتقدین کی

روایات



شیعیان اہلبیت میں سے کسی کو بھی ایمان ابرطالبت کے بارے میں شک و شبہ نہیں ہے اور وہ انہیں اسلام و ایمان کے اعلیٰ مرتبے اور بلند مقام پر فائز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے یہ اعتقاد نسلاً بعد نسل رسول اکرمؐ کے خلیفہ صحابہ اور ان کے نیک نفس تابعینؓ سے حاصل کیا ہے۔ نیز انہوں نے ائمہ اہلبیتؑ کی ان روایات کے ذریعے اس مسئلے کی حقانیت کو تسلیم کر لیا ہے جن کا سلسلہ مشدان کے جلیل القدر گوار رسول اکرمؐ سے متصل ہے اور یوں ان کے مطالب کی درستی ثابت ہو گئی ہے۔

معلم اکبر شیخ مقیدؒ اپنی کتاب "ادائل المقالات" کے صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں: شیعہ امامیہ اس بارے میں اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ آدمؑ سے

لے صحابہ کے بعد کی نسل کے لوگ جنہوں نے رسول اکرمؐ کو نہیں دیکھا تھا۔

عبداللہ تک رسول اکرمؐ کے تمام آباء و اجداد موحّد تھے اور خدائے عزوجل پر
ایمان رکھتے تھے۔

پھر وہ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں:

شیعہ امامیہ کا اس بات پر جماع (کامل وحدت نظر ہے کہ ابوطالب
دنیا سے بحیثیت مومن رخصت ہوئے اور رسول اکرمؐ کی والدہ حضرت
آمنہ بنت وہب عقیقہ توحید پر قائم تھیں۔

شیخ طوسیؒ اپنی کتاب "تبیین" مجدد دوم کے صفحہ ۳۹۸ پر لکھتے ہیں:
امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے اقوال کے مطابق ابوطالب مسلمان
تھے اور اس پر شیعہ امامیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ ان کے پاس اس کے
متعلق ایسے فیصد کن دلائل ہیں جو یقین پیدا کرتے ہیں۔

شیخ طبرسیؒ اپنی تفسیر "معجم البیان" مجدد دوم کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں:
ایمان ابوطالبؑ پر اہل بیتؑ کا جماع ثابت ہو چکا ہے اور یہ جماع
محبت ہے کیونکہ وہ ان ثقلین میں سے ایک ثقل ہیں جن سے وابستہ رہنے
کے لیے رسول اکرمؐ نے لوگوں کو ان الفاظ میں حکم دیا ہے: اگر تم ان دونوں
(قرآن و اہلبیتؑ) کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔
سید فخر بن سعد اپنی کتاب "المجتب" کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

رسول اکرمؐ کے اہلبیتؑ کا جماع ہمارے لیے ابوطالبؑ کے ایمان
پر بطور استدلال کافی ہے اور شیعہ علماء ربہی ان کے اسلام و ایمان پر

لے یہاں حدیث ثقلین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

متفق الہائے ہیں۔

جو چیز ان کے خالص اسلام اور راسخ ایمان پر گواہ ہے وہ ان کے
اقوال اور افعال کا مجموعہ ہے جنہیں مسلمان اور مومن انسانوں کے علاوہ
دوسرے لوگ تسلیم نہیں کرتے لیکن ان سب باتوں کے باوجود فقط اہلبیتؑ
کا جماع ہی اس یہی محبت ہے اور اعتماد و اعتبار کے قابل ہے۔

شیخ فتال اپنی کتاب "روضۃ الواعظین" کے صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:
جان لو اور آگاہ رہو کہ برحق گروہ (شیعہ) نے ابوطالبؑ عبد اللہ
بن عبد المطلب اور آمنہ بنت وہب کے صاحب ایمان ہونے پر جماع کیا
ہے اور ان کا جماع محبت ہے۔

سید طاووسؒ اپنی کتاب "طرائف" کے صفحہ ۸۲ پر لکھتے ہیں:
یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے شیعہ علماء کو ابوطالبؑ کے ایمان پر
متحد و متفق پایا ہے۔

پھر صفحہ ۸۷ پر لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت (اہلبیت رسولؑ) عزیزوں کے
مقابلے میں ابوطالبؑ کے باطن کا حال بہتر طور پر جانتے ہیں۔ نیز ان کے
شیعوں نے بھی اس امر (ایمان ابوطالبؑ) پر جماع کیا ہے۔ ورنہ ان کے
ہاں اس بارے میں مستقل مائلیات بھی موجود ہیں۔ ہم نے کوئی ایسا مسلمان
نہ دیکھا اور نہ سنا ہے کہ جو ان (ایمان ابوطالبؑ کے منکر بن) کے برابر
دوئل کا طلبگار ہوا ہو۔ تاہم جیسا کہ ہم انہیں جانتے ہیں۔ وہ خبر و حسد
یا اشارہ بعید کی بنا پر بھی بعض کافروں کے ایمان کی توثیق کرتے

ہیں۔ لیکن بعض بنی ہاشم سے دشمنی کے باعث، ایمان ابوطالب کا انکار کرتے ہیں حالانکہ اس کے لیے قطعی دلائل موجود ہیں اور یہ بجائے خود ایک حیرت انگیز بات ہے۔

ابن ابی احمدؒ شرح منہج السلفہ“ جلد سوم کے صفحہ ۳۱۱ پر لکھتے ہیں: ایمان ابوطالب کے متعلق لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اس بارے میں شیعہ امامیہ اور اکثر ذریعہ کا اعتقاد ہے کہ ابوطالب دنیا سے رخصت نہیں ہوئے مگر اس وقت جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح بعض معتزلی علماء شیخ ابو القاسمؒ یعنی اور ابو جعفر اسکا فی دغیرہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ ”بحر الانوار“ جلد نہم کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں: ابوطالب کے قبول اسلام پر شیعہ امامیہ کا اجماع ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ رسول اکرمؐ کے ”غزہ بعثت“ ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ نیز انہوں نے ہرگز بتوں کی پرستش نہیں کی بلکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے اوصیاء میں سے تھے۔ ابوطالب کا ایمان قبول کرنا شیعہ امامیہ کے ہاں زیادہ مشہور ہے۔ حتیٰ کہ تمام محققین اس نظریے کو شیعوں ہی سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ ایمان ابوطالب کے بارے میں سنی اور شیعہ روایات تو ترکی حد کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نیز ہمارے ہمت سے علماء اور محدثین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور یہ بات کتب رجال پر نظر رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔

ہمارے اس اتفاق رائے اور اجماع کی بنیاد — سہدار کہ ابوطالب کے بارے میں فقط خاندان نبوت کے بزرگوں کے آثار اور

اقوال ہیں جو کم از کم چالیس احادیث پر مشتمل ہیں۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے اور تکرار سے بچنے کے لیے یہاں ان تمام احادیث کی سناد بیان کی گئی ہیں اور صرف وہ احادیث نقل کی ہیں جو مکرر نہیں ہیں۔

۱۔ روایت ہے کہ جبریلؑ رسول اکرمؐ پر نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کے والدہ و والدہ اور حجاج ابوطالبؓ پر آتش جہنم کے حرام ہونے کی خبر لائے۔

۲۔ روایت ہے کہ جبریلؑ رسول اکرمؐ پر نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کو اپنے والدہ اور چچا کی شفاعت کرنے کی اجازت ہونے کی خبر دی۔

۳۔ معلم اکبر شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں: جب ابوطالب اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو امام علیؑ نے آکر رسول اکرمؐ کو اطلاع دی۔ آنحضرتؐ یہ خبر سن کر غلگین ہو گئے اور پھر امیر المومنینؑ سے فرمایا: تم جا کے ان کے غسل منوہ اور کفن کا انتظام کرو۔ جب انہیں دفن کرنے کے لیے تخت پر لٹا دیا جائے تو مجھے بھی اطلاع کر دینا۔ امام علیؑ نے ایسا ہی کیا اور جب ان کی میت تخت پر رکھ دی گئی تو آنحضرتؐ وہاں آئے اور بہت دکھی ہو کر فرمایا: ”اے چچا! میری آپ کی

۱۔ ابو علی قتال: روضۃ المومنین صفحہ ۱۲۱ + اصول کافی صفحہ ۲۴۲ + شیخ صدوق: معانی الاخبار + سید فخر بن معد: کتاب الحجۃ صفحہ ۸ + ابو الفتح رازی: تفسیر جلد ۳ صفحہ ۲۱۰۔

۲۔ سید فخر بن معد: کتاب الحجۃ صفحہ ۸۔

باہم رشتہ داری ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ کو اس کا اچھا بدلہ ملے گا۔ کیونکہ آپ نے بچپن میں میری پرورش کی اور جب میں بڑا ہوا تو آپ میرے معاون و مددگار رہے ہیں۔

پھر آپ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم! میں اپنے چچا کی اس طرح شفاعت کروں گا کہ اس پر سارے جن اور انسان حیران رہ جائیں گے۔

شیخ صدوقؒ کی روایت کے مطابق رسول اکرمؐ کے الفاظ یہ تھے: ”اے چچا! آپ یتیمی میں میرے سرپرست، بچپن میں میرے مربی و میری جوانی میں میرے مددگار رہے ہیں۔“
خدا نے تعالیٰ آپ کو میری طرف سے اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

۴۔ ابولہبؓ کے لیے رسول اکرمؐ کی تمنائے خیر تھی

۵۔ ابولہبؓ کی محبت میں رسول اکرمؐ کا عقیل سے انہار محبت تھی

۱۔ علی بن ابراہیم: تفسیر صفحہ ۳۵۵ + امالی شیخ صدوقؒ + سید مرتضیٰ: فضول الاختار صفحہ ۸۰ + کتاب الحجۃ ص ۶۷ + بحار انوار جلد ۹ صفحہ ۱۵۵ + سید شہرازی: درجۃ الرقیعہ + فتویٰ: حنیف العالمین۔

۲۔ کتاب الحجۃ صفحہ ۱۵۵ + درجۃ الرقیعہ دیگر حوالہ جات حاشیہ صفحہ ۱۱۶ پر ملاحظہ ہو۔
۳۔ عن ابن اثیر: فتح صدوقؒ + الحجۃ صفحہ ۳۳۴ + بحار انوار جلد ۹ صفحہ ۱۶۹ + دیگر حوالہ جات حاشیہ صفحہ ۱۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۶۔ رسول اکرمؐ کو اپنے والد و والدہ اور چچا کی شفاعت کرنے کی اجازت ہونا۔ آمین

۷۔ امام حسینؑ سے روایت ہے کہ میرے والد۔ امیر المومنینؑ رجبہ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ائمہ کرامؑ سے یوں خطاب کیا:

اے امیر المومنینؑ! آپ اس وقت اس مرتبے اور مقام پر ہیں جو خدا نے تعالیٰ نے آپ کو عنایت کیا ہے جبکہ آپ کا باپ دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہے۔

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ایسا کہنے سے باز رہو خدا تیرا مددگار ہے! مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اگر میرا باپ دنیا کے تمام گنہگاروں کی شفاعت کرے تو خدا نے تعالیٰ اس کی شفاعت قبول کرے گا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میرا باپ تو دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہو اور میں اس کا بیٹا ہو کر دوسروں میں بہشت اور دوزخ تقسیم کروں؟ مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا۔ قیامت کے دن ابولہبؓ کا نور اپنے چہرے سے دوسرے لوگوں کے نور کو مات کر دے گا، سوائے پانچ اشخاص یعنی محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کے نور کے جن میں ائمہ مابعد کے نور بھی

۱۔ علی بن ابراہیم: تفسیر صفحہ ۳۵۵ + ۳۹۰ + تفسیر البراہین جلد ۳ صفحہ ۷۴ + دیگر حوالہ جات حاشیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ ہو۔

شامل ہیں۔ یاد رکھو کہ ابوطالب کا نور ہمارے اس نور سے ہے جسے خدا تعالیٰ نے آدمؑ کی پیدائش سے ہزار ہا سال پہلے تخلیق فرمایا تھا۔ لہٰذا
۸۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! میرے باپ (ابوطالب) اور میرے دادا عبدالمطلب
بیزہاشم اور عبدمناف نے ہرگز بتوں کی پرستش نہیں کی۔
آپ سے پوچھا گیا: پھر یہ چاروں کس کی عبادت کرتے تھے؟
آپ نے فرمایا: وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے دین ابراہیم کے مطابق نماز
ادا کرتے تھے۔ لہٰذا

۹۔ ابو طفیل عامر بن واہب سے روایت ہے کہ امام علیؑ نے فرمایا: جب میرے
والد کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اکرمؐ ان کے پاس میں تشریف
فرما ہوئے۔ تب آپ نے مجھے ان کے بارے میں وہ (یعنی شفاعت کی)
خبر دی جو میرے لیے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے زیادہ قیمتی
ہے۔ لہٰذا

۱۰۔ شیخ ابوالحسن بن شافان: مناقب المآثرہ ۴ کراچی: کنز الفوائد صفحہ ۸۰ +
ابن شیخ امامی صفحہ ۱۹۲ + احتیاج طبری + ابوالفتوح رازی: تفسیر جلد ۴
صفحہ ۲۱۱ + الحجۃ صفحہ ۱۵ + درجات الرقیعہ + بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۱۵
+ ضیاء العالین + تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ ۹۴۔
۱۱۔ شیخ صدوق: اکمل الدین صفحہ ۱۰۳ + ابوالفتوح رازی: تفسیر جلد ۴ صفحہ
۲۱۰ + تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ ۹۵۔

۱۲۔ کتاب الحجۃ صفحہ ۲۳ + فتویٰ: ضیاء العالین۔

۱۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

ابوطالب دنیا سے نہیں گئے مگر اس وقت جب رسول اکرمؐ نے
ان سے اپنی خوشنودی ظاہر فرمادی تھی۔
۱۱۔ شعبی لکھتا ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! ابوطالب مسلم اور مومن تھے، وہ بنی ہاشم کے ساتھ
قریش کی دشمنی اور کینہ کے پیش نظر اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔
ابوعلیٰ موفیج بھی ایمان ابوطالب کے اثبات میں امام علیؑ کا وہ مرثیہ
پیش کرتا ہے جو آپ نے اپنے والد ماجد کی وفات پر کہا اور ہم نے
وہ پاکیزہ کلمات کے تحت نقل کیا ہے۔ لہٰذا

۱۲۔ امیر المومنینؑ سے اصمغ بن نباتہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک
دن جب رسول اکرمؐ مکہ میں نماز پڑھ رہے تھے ابن زبیری نے خون
اور گوبر لا کر آپ کے چہرے اور کپڑوں پر مل دیا۔ اس کے بعد ابوطالب
وہاں آئے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے: اے محمدؐ! آپ پیغمبر میں آپ
سید مراد اور نیکو کار ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا: یہ سب کس نے
کیا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: عبد اللہ ابن زبیری نے!
تب ابوطالب ان لوگوں کی طرف گئے اور انہوں نے بھی ابن
زبیری اور ان کے ساتھیوں کے چہروں اور کپڑوں پر خون

۱۳۔ کتاب الحجۃ صفحہ ۲۳ + دیگر حوالہ جات حاشیہ ۱ صفحہ ۲۲ پر مد خط ہوں۔

اور گوبرل دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں سختی سے ڈانٹا۔ ۱۴

۱۳۔ امام علیؑ نے فرمایا: ایک بار ابوطالب اچانک میسرے اور رسول اکرمؐ کے پاس پہنچے جب کہ ہم سجدے میں تھے۔ انہوں نے کہا: کیا تم وہ غنائ بجالائے؟ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: خیال رکھو کہ تم کو کس طرح اس (پیغمبرؐ) کا ساتھ دینا ہے اور پھر مجھے اس کی تشویق اور ترغیب دینے لگے۔ ۱۵

۱۴۔ روایت کی گئی ہے کہ امیر المؤمنینؑ سے پوچھا گیا: رسول اکرمؐ سے پہلے زمانے کا آخری وصی کون تھا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ”میرا باپ!“ ۱۵۔ امام سجادؑ سے کہا گیا کہ کیا ابوطالب ایمان لائے تھے یا نہیں؟ امام نے فرمایا: ”اں! وہ ایمان لائے تھے۔“

کہا گیا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

امام نے فرمایا: ”بڑی عجیب بات ہے! کیا ایسا کہنے سے ان کا مقصد ابوطالبؑ یا رسول اکرمؐ پر طعنہ زنی کرنا ہے؟ حالانکہ خدا نے تعالیٰ نے ایک مومنہ عورت کو کافر مرد کے نکاح میں رہنے

دینے سے منع فرمایا اور یہ بات قرآن مجید کی ایک سے زیادہ آیات میں بیان فرمائی ہے۔ پھر کسی کو اس بات میں بھی شک نہیں کہ امام علیؑ کی والدہ — فاطمہ بنت اسدؑ — سب سے پہلے ایمان لانے والی عورتوں میں سے تھیں اور جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے وہ انہی کے گھر میں تھیں، اس بنا پر ابوطالبؑ کافر ہو ہی نہیں سکتے۔ ۱۶

۱۶۔ ابو بصیر ریث مرادی کا کہنا ہے کہ میں نے امام باقرؑ سے پوچھا: میرے سردار! لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالبؑ جہنم کے ایک گڑھے میں ہے جس کی گرمی سے اس کا مغز جوش کھا رہا ہے۔

امام نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ اگر ابوطالبؑ کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں اور ان لوگوں کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ابوطالبؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔ ۱۷

۱۷۔ امام صادقؑ کا یہ ارشاد کہ ابوطالبؑ کے ایمان کی مثال اصحاب کف کے ایمان کی سی ہے۔ ۱۸

۱۸۔ اسحاق نے اپنے باپ جعفر سے روایت کی ہے کہ امام صادقؑ

۱۔ کتاب الحجۃ صفحہ ۲۴ + درجات الرقیعہ + ضیاء العالمین۔

۲۔ صفحہ ۱۸ + ۳۔ صفحہ ۳۶ + روضۃ الواعظین۔

۴۔ مول کافی صفحہ ۲۳۴ + امالی شیخ صدوقؑ صفحہ ۳۶ + روضۃ الواعظین۔

۵۔ کتاب الحجۃ صفحہ ۱۱۵۔ نیز یہی حدیث بغیر غلطی کیساتھ ان کتابوں میں بھی ہے:

بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۳ + ابوالفتح مازنی: تفسیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۲ + درجات الرقیعہ +

ضیاء العالمین۔

سے کہا گیا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کا فرقہ۔

امام نے فرمایا: وہ لوگ جھوٹے ہیں اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے
جیکہ ابوطالب نے کہا ہے:

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم محمدؐ کو ایک رسولؐ سمجھتے ہیں
ہو سکتی جیسا کہ جس کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی ہے۔

یہ حدیث بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔ ۱۸۔
ایک روایت کے مطابق کچھ لوگوں کے ابوطالب کو کافر کہنے کے

جواب میں امام صادقؑ نے یوں فرمایا:

ابوطالب کیونکہ کافر ہو سکتے ہیں جیکہ انہوں نے کہا: وہ ضرور
جانتے ہیں کہ ہماری طرف سے ہمارے فرزند محمدؐ کی تکذیب نہیں
ہوئی۔

اور ہم اس کے بارے میں شیطانوں کی باتوں پر توجہ نہیں دیتے۔
محمدؐ وہ معصوم ہے جس کا چہرہ دیکھ کر ابر پانی سے بھر جاتا ہے

وہ یتیموں کی جائے پناہ اور بیوہ عورتوں کا نگہبان ہے ۱۹۔
امام صادقؑ کے قول کے مطابق ابوطالب نے قریش کو وصیت کی کہ

تمہارے درمیان ایک قابل اطاعت پیشوا، دلورسردار اور غفور و درگزر
کرنے والا بادی و محمدؐ موجود ہے۔ ۲۰

۱۔ اصول کافی صفحہ ۲۴۴ ۲۔ اصول کافی صفحہ ۲۴۴ + تفسیر بران ۳۔ صفحہ ۷۵۔

۴۔ روضۃ الواعظین صفحہ ۱۲۱ + بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۳ + دیگر حوالہ جات اس

کتاب کے صفحہ ۱۰ پر حاشیہ ۱ میں ملاحظہ ہو۔

۲۱۔ محمد بن مروان سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا: ابوطالب

ظاہراً کفر پر ریتے ہوئے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ جب ان کی
وفات کا وقت آیا تو خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو وحی بھیجی کہ مکہ چھوڑ

دو کیونکہ ابوطالب کے بعد اس شہر میں تمہیں کوئی معاون و مددگار
نہیں ملے گا۔ چنانچہ اسی حکم الہی کے تحت آنحضرتؐ نے مدینہ کی

جانب ہجرت فرمائی تھی۔ ۱۔

یہ بات رسول اکرمؐ کی نبوت پر یقین و تحقیق کے ساتھ ابوطالب کے

ایمان اور ان کے کار تبلیغ کو تقویت دینے کا ثبوت ہے۔ ۲۔

جب ابوطالب فوت ہو گئے تو جبریل رسول اکرمؐ پر نازل ہوئے

اور کہا کہ خدائے تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرمان ہے: آپ کی قوم قریش
نے باہم مل کر لیا ہے کہ وہ رات کے وقت آپ کو گھر ہی میں قتل کر دیں۔

چونکہ اب آپ کے حامی اور مددگار ابوطالب فوت ہو چکے ہیں اس لیے آپ
مکہ چھوڑ جائیں۔ اس طرح خدائے تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کا حکم دیدیا۔

آپ اس حدیث پر تھوڑی توجہ دیں اور دیکھیں کہ خدائے تعالیٰ نے

اس بات کی گواہی دی ہے کہ ابوطالب، رسول اکرمؐ کے مددگار تھے اور

یہ گواہی ان کے لیے انتہائی عزت اور فخر کا موجب ہے۔ ۳۔

۱۔ شیخ صدوق: اکمال الدین صفحہ ۱۰۳ + کتاب الحجۃ صفحہ ۳۰

۲۔ سید مرتضیٰ: فصول الامتارہ صفحہ ۸

۳۔ ۱۰۳ صفحہ

۲۲۔ رسول بن نہایت سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے مجھ سے پوچھا: اے یونس! عام لوگ ابوطالب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا: قربان جاؤں! لوگ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ کے ایک گڑھے میں ہیں اور اس میں ن کا جسم یا سر جوش کھ رہا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: وہ اللہ کے دشمن — جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ابوطالبؑ انبیاء و صلحہ یقین، شہداء اور صالحین کے ساتھیوں میں ہیں اور وہ بہترین ساتھی ہیں۔ اے

۲۳۔ شیخ صدوقؒ — واؤد رقی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں ابابعد اللہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ میں نے ایک شخص سے قرضہ وصول کرنا تھا اور مجھے ڈر تھا کہ وہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرے گا، پس میں نے مامؑ سے اپنی اس پریشانی کا ذکر کیا۔ آپؑ نے فرمایا: جب تم مکہ جاؤ تو عبدالمطلب کی نیابت میں کعبہ کا طواف کرو اور ان کی طرف سے دو رکعت نماز پڑھو۔ علاوہ انہیں ابوطالب بن عبدالمطلب، عبد اللہ بن عبدالمطلب، فاطمہ بنت اسد اور آمنہ بنت وہب کی نیابت میں بھی طواف کرو اور ان میں سے ہر ایک کی جانب سے دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر خدا سے دعا کرو کہ تمہارا مال تمہیں وصول ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور بعد ازاں جب میں باب عقیقہ سے نکل رہا تھا تو میں نے اپنے مقروض کو دیکھ کر وہاں کھڑا کہہ رہا ہے:

اے کراہکی: کنز مغاورد صفحہ ۸۰ کتاب الحجۃ صفحہ ۷، منیہ العالمین

گئے واؤد! میرے پاس آؤ اور مجھ سے اپنا مال لے لو!

۲۴۔ امام صادقؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

رسول اکرمؐ مسجد الحرام میں تھے اور آپؐ نے نیا لباس پہن رکھا تھا۔ مشرکین اونٹنی کی بچہ دانی دے دے اور حضرتؐ کے کپڑے آلودہ کر دیے۔ آنحضرتؐ اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس گئے اور پوچھا: چچا جان! آپؐ لوگوں میں میرا رتبہ کیسا ہے؟

ابوطالبؑ نے کہا: میرے بھتیجے کی بات ہوئی ہے؟

آنحضرتؐ نے سارا قصہ سنایا تو ابوطالبؑ نے حمزہؑ کو دیا، تلوار تھامی دے اور اونٹنی کی یہ بچہ دانی اٹھا لو۔ پھر وہ دونوں ان لوگوں کی جانب چلے جب کہ رسول اکرمؐ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ قریش کے پاس جایں پئے۔ جبکہ وہ خانہ کعبہ کے ارد گرد موجود تھے۔ جو نبی قریش کی نظر ابوطالب پر پڑی، انہوں نے صوٹ کیا کہ وہ دھڑکی پر آمادہ ہیں۔ ابوطالبؑ نے حکم دیا کہ اونٹنی کی بچہ دانی ان کی مونچھوں پر مل دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حتیٰ کہ وہ آخری شخص تک پہنچ گئے۔ پھر ابوطالبؑ نے رسول اکرمؐ کو مخاطب کر کے کہا: یہ ہے ہم لوگوں میں آپؐ کا حسب اور حیثیت! اے

۲۵۔ ابو الفرج اصفہانی سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

امام علیؑ اپنے والد ابوطالبؑ کے اشعار جمع کرنے اور پڑھے جانے پر خوش ہوتے تھے۔ جیسا کہ آپؑ نے اس سلسلے میں فرمایا: ان اشعار کو پڑھو اور اپنے فرزندوں کو پڑھاؤ، کیونکہ ابوطالبؑ خدا کے دین کے

لے کتاب الحجۃ صفحہ ۲۳ + بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۳۳، اصراف کافی ۲۳۲

معتقدہ اور اس کا وسیع علم رکھتے تھے۔ لے

۲۴۔ شیخ صدوق نے نقل کیا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

رسول اکرمؐ کی پہلی نماز جماعت میں امام علیؑ ان کی اقتدار کرتے تھے۔ اس وقت ابوطالبؓ اور ان کے بیٹے جعفرؓ ان کے پاس سے گزے۔ تب ابوطالبؓ نے جعفرؓ سے کہا: اپنے چچا کے بیٹے (محمدؐ) کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی باتیں جان بکھڑے ہو کر نماز پڑھو: پھر انہوں نے یہ کہا: بیشک علیؑ و جعفرؓ میرے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہیں جبکہ زمانے کی تکلیفیں اور مصیبتیں آتی ہوئی ہوں۔ لے

۲۵۔ درست بن بنی منصور سے روایت ہے کہ میں نے امام کاظمؑ سے سوال کیا: کیا ابوطالبؓ رسول اکرمؐ پر رحمت کا مقام رکھتے تھے؟

امامؑ نے فرمایا: نہیں! لیکن کچھ مصیبتیں جو ان تک بطور امانت آئی ہوئی تھیں وہ انہوں نے رسول اکرمؐ کو پہنچا دی تھیں۔ میں نے پوچھا: کیا وہ مصیبتیں رسول اکرمؐ کو پہنچانے کی وجہ یہ تھیں کہ وہ (ابوطالبؓ) آنحضرتؐ پر رحمت تھے؟

لے کتاب الحجۃ صفحہ ۲۵ + بحار لاوارجلہ صفحہ ۲۲۴ + ضیاء العالین۔

لے ۱۔ بی شیخ صدوق صفحہ ۳۰۴ + ابوالفتح رازی: تفسیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ + دیگر حوارجات اس کتاب کے صفحہ ۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: اگر ابوطالبؓ کو رسول اکرمؐ پر رحمت کا مقام حاصل ہوتا تو وہ مذکورہ مصیبتیں ان کو نہ پہنچاتے، تب میں نے پوچھا: پھر ابوطالبؓ کی حیثیت کیا تھی؟ امامؑ نے فرمایا: وہ رسول اکرمؐ اور ان کی رسالت پر ایمان لائے اور وہ مصیبتیں جو ان تک آئی ہوئی تھیں انہوں نے رسول اکرمؐ کے سپرد کر دیں اور اسی دن فوت ہو گئے۔ لے

علامہ امینی کہتے ہیں:

یہ ایمان سے بھی بلند مقام ہے، جیسا کہ اس سے پیشتر میرا مومنین کے ایمان کے ضمن میں انہی سے نقل ہو چکا ہے اور جس سے نہ صرف ابوطالبؓ کا ایمان بلکہ اپنے زمانے میں ان کے لیے رحمت اور ولایت کا مقام بھی ثابت ہوتا ہے۔ لے چنانچہ یہ معاملہ اتنی قوت حاصل کر گیا تھا کہ امامؑ سے سوال کرنے والا یہ سمجھنے لگا، گو یا رسول اکرمؐ کی بعثت سے پہلے ابوطالبؓ آنحضرتؐ پر رحمت کا مقام رکھتے تھے۔ لیکن امام کاظمؑ اس بات کی نفی کرتے ہوئے ابوطالبؓ کے لیے مقام وصایت و ولایت کی توثیق کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ابوطالبؓ حضرت ابراہیمؑ کے پاک دین پر تھے، حتیٰ کہ جمال محمدیؑ کا آفتاب چمکا اور ابوطالبؓ نے وہ مصیبتیں ان کے سپرد کر دیں، نیز اس سے پیشتر ابوطالبؓ کے عظیم فرزند — امام علیؑ

لے اصول کافی صفحہ ۲۴۳۔

لے اس کتاب کے صفحہ ۸۸ تا ۸۱ پر ابوطالبؓ کی اپنے بیٹے علیؑ کو ہدایت کا مضمون ملاحظہ کریں۔

کی ولایت کی طرف بھی اشارہ کیا جا چکا ہے۔

۳۸۔ امام رضا علیہ السلام کے نام ابان بن محمد کا خط اور امام کا یہ جواب کہ اگر تم ایمان ابوطالب کے قائل نہیں تو تمہارا ٹھکانہ دوزخ میں ہوگا۔ لے

۲۹۔ مفسر رازی امام رضا کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام کے آباد جہد سے بھی کئی طریقوں سے مروی ہے کہ ابوطالب کی انگشتی کا نقش یہ تھا:

رَضِيتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِابْنِ اَخِي مُحَمَّدٍ نَبِيًّا
وَبِابْنِي عَلِيٍّ وَصِيًّا لَّهِ

۳۰۔ شیخ صدوق اپنی اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

جب عبدالعظیم بن عبد اللہ حسنی العلوی بیمار ہوئے تو انھوں نے امام رضا کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: اے فرزند رسول! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب جہنم کے ایک گوشے میں پڑے ہیں جس میں ان کا مغز جو خشک کھارہ ہے۔ آپ میرے لیے اس بات کی ضمانت فرمائیں۔ امام نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابابعد۔ اگر تم ایمان ابوطالب کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ لے
۳۱۔ شیخ صدوق اپنی اسناد کے ساتھ امام حسن عسکری سے اور وہ اپنے اتباع طاہرین سے ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں:

خداوند تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو خطاب کرتے ہوئے وحی بھیجی کہ میں نے تمہارے پیروکاروں کے دودستوں کے ذریعے تمہاری مدد کی ہے۔ ایک وہ دست ہے جو پوشیدہ طور پر تمہاری مدد کرتا ہے اور دوسرا وہ ہے جو کھلم کھلا تمہاری حمایت کرتا ہے۔ جو لوگ پوشیدہ طور پر تمہاری مدد کرتے ہیں ان میں سب سے بلند مرتبہ اور ان کا سردار تمہارا چچا ابوطالب ہے اور جو گردہ علانیہ تمہاری حمایت کرتا ہے اس میں سے عالی مرتبت اس کا بیٹا علی ہے۔ پھر فرمایا: ابوطالب مومن آل فرعون کی مانند ہے جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا۔ لے

۳۲۔ شیخ صدوق۔ اعمش سے وہ عبد اللہ بن عباس سے روئے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ابوطالب نے رسول اکرم سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! کیا خدا نے تمہیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں!

لے کتاب الحجۃ صفحہ ۱۶ + ضیاء العالمین

لے ۱۱۵ صفحہ ۱۱ + ۱۱۵

لے کنز معارف صفحہ ۸۰ + کتاب الحجۃ صفحہ ۱۶ + بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۳۳ +

ضیاء العالمین + تیز س کتاب کے صفحہ ۳۲ پر کلمات امام رضا بھی ملاحظہ کریں۔

لے ابوالفتح رازی: تفسیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۱ + درجۃ الرقیۃ + محبوب القلوب

بوطاب نے کہا: پھر تم مجھے اس کی کوئی نشانی دکھاؤ۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: آپ اس درخت کو میری طرف بلائیں۔

بوطاب نے ایسا ہی کیا۔ درخت آگے بڑھا حتیٰ کہ اس نے

رسول اکرمؐ کے سامنے آکر سجدہ کیا اور پھر واپس ہو گیا۔ البوطاب نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ تم دعوائے نبوت میں سچے ہو، اے علیؑ! تم اپنے چچاؑ

بھائی (محمدؐ) کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ ۱۷

یہ حدیث اس عبارت کے ساتھ بھی مروی ہے:

بوطاب نے قریش پر رسول اکرمؐ کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے

ان کے مجمع میں آنحضرتؐ سے یوں خطاب کیا: اے میرے چچے! کیا خدا

نے تمہیں (اپنا رسولؐ بنا کر) بھیجا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں!

بوطاب نے کہا: ہر پیغمبر کا کوئی معجزہ اور خارق العادہ عمل ہوتا ہے

تم بھی میں کوئی نشانی دکھاؤ۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: آپ اس درخت کو

یہ کہہ کر بلائیں: محمد بن عبد اللہ کہتا ہے کہ تو خدا کے اذن سے میری طرف آ!

بوطاب نے ایسا ہی کیا اور درخت آگے بڑھا۔ حتیٰ کہ اس نے آنحضرتؐ کو

سجدہ کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے اسے واپس جانے کا حکم دیا اور وہ واپس چلا گیا۔

بوطاب نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم دعوائے نبوت میں سچے ہو۔ اس کے

ساتھ ہی انہوں نے اپنے بیٹے علیؑ کو مخاطب کر کے کہا: میرے بیٹے! اپنے

چچاؑ کو دعا دینی سے وابستہ ہو جاؤ۔ ۱۸

۱۷ امام شیخ صدوق ج ۲ صفحہ ۳۶۶

۱۸ ردۃ المؤمنین صفحہ ۱۲۱ + کتاب الحجۃ صفحہ ۲۵

۳۲۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبد اللہ بن عباس

سے پوچھا: اے رسولؐ کے چچے بھائی! مجھے بتائیں کہ کیا البوطاب

مسلمان تھے؟

انہوں نے کہا: البوطاب کی مثال اصحاب کف کی سی ہے جنہوں

نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور شرک ظاہر کیا۔ پس خدا نے

ان کو دگنا اجر دیا۔ ۱۹

۳۳۔ عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کعبہ میں نماز

ظہر پڑھ رہے تھے اور امام علیؑ ان کی واجبی طرف تھے۔ تب

بوطاب وہاں سے گزرے جبکہ جعفر بن محمدؑ کے ساتھ تھے۔ پس

انہوں نے (اپنے بیٹے) جعفرؑ سے کہا:

اپنے ابن عم (محمدؐ) کے ساتھ نماز پڑھو۔ جعفر کے آنے پر علیؑ

رسول اکرمؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ جب نماز ادا ہو چکی تو بوطاب

نے چند اشعار کہے جن میں سے ایک یہ ہے:

بے شک علیؑ اور جعفرؑ میرے اعتماد اور بھروسے کے قابل ہیں

جب کہ زمانے کی تکلیفیں اور مصیبتیں آئی ہوئی ہوں ۲۰

۳۵۔ عکرمہ بن ابی عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میرے

باپ نے مجھے خبر دی کہ البوطاب نے اپنی وفات کے وقت خدا

۱۹ امامی شیخ صدوق ج ۲ صفحہ ۳۶۶ + کتاب الحجۃ صفحہ ۱۱۵

۲۰ ردۃ المؤمنین صفحہ ۱۲۳ + کتاب الحجۃ صفحہ ۵۹ + کنز العمال

کی وحدانیت اور رسول اکرم کی رسالت کی گواہی دی۔ اے

۳۶۔ ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا:

اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں — ابوطالب دنیا سے نہیں گئے مگر اس وقت جب انہوں نے حبشی زبان میں اپنا سلام کا اظہار کیا اور رسول اکرم سے کہا: کیا آپ حبشی زبان جانتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: چچا جان! خدا نے مجھے تمام زبانیں سکھا دی ہیں۔ تب ابوطالب نے کہا: یا محمد! اسدن لمصا قاطا لاھا "یعنی میں پورے غلوں سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس پر رسول اکرمؐ رو پڑے اور فرمایا: خدا نے ابوطالب (کے اسلام) سے میری آنکھیں روشن کر دی ہیں۔ ﷺ

ابوطالب نے حبشی زبان میں عقیدہ توحید کی شہادت دینا پسند کی تھی۔ تاہم یہ عمل انہوں نے اس سے پہلے بہت سے مواقع پر ایک اور زبان میں شہادت دینے کے بعد کیا۔ اس بارے میں شیخ ابوالحسن شریف فتویٰ نے اپنی گراند قدر کتاب "ضیاء العالمین" میں مفصل بحث کی ہے جو امامت کے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے۔

۳۷۔ فاطمہ بنت اسد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

عبدالطلب کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ابوطالب

۷ ضیاء العالمین

۸ تفسیر و کتب ۴ ضیاء العالمین

نے رسول اکرمؐ کی سرپرستی سنبھالی اور ان کے ساتھ میں بھی ان کی خدمت کرنے لگی۔ چارے گھر کے باغ میں کھجور کے چند درخت تھے اور تازہ کھجوروں کا موسم آیا ہوا تھا۔ میں ہر روز دو مٹھی کھجوریں آنحضرتؐ کے لیے بنتی اور میری باندی بھی میرے ساتھ ہوتی تھی۔ اتفاق سے ایک دن میں ان کے لیے کھجوریں چننا بھول گئی اور باندی کو بھی یاد نہ رہا۔ آنحضرتؐ سوہے تھے اور جو بچی ہوئی کھجوریں درخت پر سے گرس وہ دوسرے بچے چن کر لے گئے تھے۔ اس وقت تک جب رسول اکرمؐ جاگ اٹھیں — میں بھی شرمندگی کے مارے اپنا منہ چھپائے سوئی رہی۔ پھر وہ جلے اور باغ میں گئے تو انہیں زمین پر کوئی کھجور نظر نہ آئی۔ تب انھوں نے کھجور کے درخت کو اشارہ کیا اور فرمایا: اسے درخت! مجھے بھوک لگی ہے۔ اس وقت میں نے دیکھا جن شاخوں پر کھجوریں لگی تھیں وہ درخت نے نیچے جھکا دیں۔ پھر جب آنحضرتؐ نے اپنی خواہش کے مطابق کھجوریں کھالیں تو وہ شاخیں دوبارہ اوپر اٹھ گئیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور ابوطالب اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ جب وہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو میں ننگے پاؤں ہی بھاگ کے گئی دروازہ کھولا اور جو کچھ دیکھ تھا وہ انہیں کہہ سنایا۔ ابوطالب نے کہا: بلاشبہ وہ (محمدؐ) پیغمبر ہوگا اور تمہارے بھائیہ ہونے کے بعد تم سے ایک بچہ ہوگا جو اس کا وزیر بنے گا اور پھر جیسا کہ انہوں نے کہا تھا۔ میں نے علیؑ کو جنم دیا۔ ﷺ

۱۷ قطب راوندی: الخراج والخراج

۳۸۔ ابوطالب اپنے والد عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں:

ایک بار جب میں حجاز اسماعیل کے پاس سو رہا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ جس نے مجھے ڈرا دیا۔ میں قریش کی کاہنہ کے پاس گیا جب کہ میں سمور کی بڑی سی ردا اور سے تھا اور میرے گھنے بال میرے کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس عورت نے مجھ پر نگاہ ڈالی تو میرے چہرے پر پریشانی کے آثار پائے کیونکہ میں قوم کا سردار تھا، اس لیے وہ احترام میں کمڑی ہو گئی اور کہنے لگی: عرب کے سردار کا یہ کیسا حال ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ بدل سا گیا ہے؟ کیا زمانے کی گردش نے اس پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے؟

میں نے کہا: ہاں! اس لیے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری پشت سے ایک درخت اگا کہ جس کا سر آسمان کو چھو رہا تھا اور اس کی شاخیں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جو اس درخت میں سے چمک رہا تھا درمیان کے نور سے سرگنا زیادہ روشن تھا۔ نیز میں نے یہ بھی دیکھا کہ عرب و عجم کے لوگ اس درخت کو سجدہ کر رہے ہیں اور ہر روز اس کی روشنی اور عظمت بڑھ رہی ہے۔ علاوہ انہیں میں نے قریش کے ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس درخت کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتا تھا۔ لیکن جب وہ لوگ اس کے نزدیک پہنچے ایک جوان جو سب سے زیادہ خوش شکل اور خوش لباس تھا، اس نے انہیں بکڑا، ان کی کمریوں توڑ دیں اور انھیں نکال لیں۔ پھر میں نے بھی اس درخت کی شاخوں کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس جوان نے بلند آواز سے کہا: اپنا ہاتھ ہٹا لو کہ تمہارا اس درخت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ درخت تو مجھ سے

آگے اور میں ہی اس سے محروم رہ جاؤں!

اس جوان نے کہا: اس درخت میں، ان لوگوں کا حصہ ہے جو اس سے وابستہ ہو گئے ہیں اور اس کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ ان واقعات کے بعد میں خوفزدہ ہو کر مہینہ سے جاگ اٹھا جبکہ میرا رنگ بدل چکا تھا۔

اس گفتگو کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کاہنہ کا رنگ بھی بدل گیا اور وہ کہنے لگی: اگر تم نے سچ کہا ہے تو تمہاری نسل سے ایک فرزند پیدا ہو گا اور وہ جو لوگوں میں پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہو گا اور دنیا کے مشرق و مغرب کا مالک بن جائے گا۔

کاہنہ کی طرف سے اس جواب کے بعد میرا فم اور میری پریشانی دور ہو گئی۔ عبدالمطلب نے مزید کہا: ابوطالب! ذرا غور کرو کہ شاید وہ درخت اور وہ فرزند قسمی تو نہیں ہو؟

جب ابوطالب نے یہ داستان و ہزنی تو رسوں اکرمؐ نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ درخت — صادق و امین! ابوالقاسم محمدؐ — ہے۔

۳۹۔ ابوعلی موضح اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوطالب کی وفات کے وقت تک رسول اکرمؐ پر نماز میت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے اور عبد بن جحش کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ جب ابوطالب کا جنازہ اٹھایا گیا تو رسول اکرمؐ، علیؑ، جعفرؑ اور حمزہؑ جو بیٹے ہوئے تھے۔ انھیں کھڑے ہوئے۔ انہوں نے جنازے کی تشییع کی اور ابوطالب کے لیے مغفرت کی دعا مانگی۔

کچھ لوگوں نے کہا: ہم اپنے مرنے والے ان رشتہ داروں کے لیے

جو مشرک ہوں، مغفرت طلب کیا کرتے ہیں۔ یہ بات کہہ کر وہ سمجھ رہے تھے کہ ابوطالب دنیا سے حالت شرک میں گئے ہیں، کیونکہ وہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ راوی مزید کہتا ہے: لیکن خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت کے ذریعے میرے باپ ابوطالب کے بارے میں شرک کے گمان کی نفی فرمادی ہے، نیز رسول اکرمؐ اور مذکورہ بالا اشخاص کا دامن بھی پاک کر دیا ہے:

”پیغمبر در مومنوں کے لیے مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔ اگرچہ وہ مشرک، ان کے رشتہ دار بھی کیوں نہ ہوں۔“ (سورۃ توبہ - آیت ۱۱۳)

پس جو شخص ابوطالب کے کفر کا معتقد ہو وہ درحقیقت رسول اکرمؐ کی خطا کا حکم لگاتا ہے، حالانکہ خدائے تعالیٰ انہیں قول و فعل کے لحاظ سے پاک اور منزه قرار دیتا ہے۔

ابوالفرج صفہانی اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن حمید سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے،

ابوہم بن حذیفہ نے پوچھا: کیا رسول اکرمؐ نے ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟

میں نے کہا: ان دنوں نماز جنازہ تھی ہی کہاں؟ وہ تو ابوطالب کی وفات کے بعد واجب ہوئی ہے۔ تاہم رسول اکرمؐ اپنے چچا ابوطالب کی وفات پر سخت غمگین ہوئے اور آپؐ نے امام علیؑ کو ان کی تدفین کا حکم دیا تھا۔ پھر آپؐ خود بھی جنازہ پڑھنے پر پہنچے۔ نیز عباس اور ابوہمیر نے بھی ان

ابوطالب کے ایمان پر گواہی دی اور میں (راوی) بھی ان دونوں کی گواہی کے درست ہونے پر گواہ ہوں۔ کیونکہ ابوطالب اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اگر وہ اسلام کی شہرت اور غیبیہ کے وقت تک زندہ رہتے تو یقیناً اپنے ایمان کو ظاہر کرتے۔ لہ

۳۔ مقامی سے یہ قول نقل کیا گیا ہے:

جب قریش نے دیکھا کہ رسول اکرمؐ کی تبلیغ اور دعوت پسپائی لگی ہے اور اکثر لوگ ان کے دین کو قبول کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا: محمدؐ نے غرور اور تکبر کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں کیا، وہ یقیناً جادو کر رہے یا دیوانہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے باہم پیمانہ باندھا کہ اگر ابوطالب فوت ہو گئے تو وہ تمام قبائل کو محمدؐ کے قتل پر متفق کر لیں گے۔ قریش کے اس پیمانہ کی خبر ابوطالب تک پہنچی تو انہوں نے بنی ہاشم اور قریش میں سے ان کے حلیفوں کو جمع کیا، انہیں رسول اکرمؐ کے متعلق کئی ایک سفر رشتیں کیں اور کہا:

میرا بھتیجا محمدؐ دعوت دیتا ہے، ہم اسے بزرگوں اور دانشوروں نے اس کی پیشین گوئی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ محمدؐ سی پیغمبر میں ناطق اور بلند ترین مراتب اور مقامات کا مالک ہے۔ کیونکہ پروردگار کے نزدیک اس کا درجہ سب سے بلند ہے۔ پس تم اس کی دعوت قبول کرو۔ اس کی مدد کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور اس کے دشمنوں کو منتشر کر دو۔ اگر تم ایسا کرو گے

تو تمہیں ہمیشہ رہنے والی بیڑائی اور بزرگی نصیب ہوگی۔ پھر انہوں نے یہ اشعار کہے:

میں اپنے بیٹے علیؑ اور اپنے بھائی عباس کو
نیک سیرت پیغمبرؐ کی مدد کرنے کی سفارش کرتا ہوں
اور حمزہؓ کو بھی جس کے حملے سے شیر بھی خوف کھاتا ہے
اور جعفرؓ کو بھی دوسروں سے اس کا دفاع کرنے کو کہتا ہوں
اور میں تمام بنی ہاشم کو پیغمبرؐ کی حمایت کی سفارش کرتا ہوں
تاکہ وہ جنگ کے وقت دشمن کے جنگ آزماؤں کا مقابلہ کریں
میری ماں اور اس کے فرزند تم پر پیدا ہو جائیں
خطرے اور جنگ کے وقت احمدؑ کے لیے ڈھال بنے رہتا
اور اپنی صیقل شدہ تلواروں کے ساتھ اس کا دفاع کرو
جورات کے وقت آگ کے شعلوں کی مانند نظر آتی ہیں

اس بحث کے خاتمے پر ہم علامہ امینی کا قول نقل کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں:

ہم نے اپنی اس تحقیق کے دوران اختصار کی خاطر بہت سی احادیث
کا ذکر نہیں کیا اور اپنی تحقیق کے نتائج کا خاکہ پیش کرنے کے لیے فقط ان عالیوں
احادیث کے تذکرے پر اکتفا کیا ہے جو حق اور حقیقت کے راویوں نے نقل
کی ہیں۔

اگر قارئین ان حدیثوں کو ابوطالب کے بارے میں ان کے خاندان
اور ان سے وابستہ لوگوں سے منقول روایتوں سے متقل کر دیں۔ اور
ان روایتوں کو بھی جو سالار مکہ ابوطالبؑ کے کردار میں نقل ہوئی ہیں۔

لے فتویٰ: ضیاء العالمین

پھر ان سب کا اضافہ ان صریح شہادتوں پر کریں جو ابوطالب کے اشعار میں
موجود ہیں اور ان کے سیکڑوں دلائل پر مبنی اسلام اور ان کے خالص ایمان
کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ ایسے ثبوت اور ایسی شہادتیں ہیں جو صاحبان فکر و نظر
کے نزدیک ہر شخص کے اسلام اور ایمان پر یقین کرنے کے لیے کافی ہیں تو کیا
یہ ایمان ابوطالب کے بارے میں کافی نہیں ہیں؟ شاید یہ کہا جائے کہ یہ سب
دلائل بھی کافی نہیں ہیں۔ کیونکہ ابوطالب کے معاملے میں ایک ایسی رمز
موجود ہے جو ہزار دلائل سے بھی ان کا ایمان ثابت نہیں ہونے دیتی حالانکہ
دوسروں کا ایمان ایک غیر معروف قول یا محض اس کا دعویٰ کرنے سے ہی
ثابت ہو جاتا ہے۔ اب قارئین کا کام ہے کہ وہ اس بیان کو پڑھیں اور
فیصلہ کریں کہ وہ کونسی رمز ہے جو بعض لوگوں کو ایمان ابوطالبؑ کا اقرار
نہیں کرنے دیتی؟ غالباً وہ رمز یہ ہے کہ ابوطالبؑ — علی مرتضیٰؑ —
کے والد ہیں!



ساتواں باب

ایمان ابوطالبؑ کا
اثبات کرنے والے
مؤلفینؒ



بہت سے شیعہ بزرگوں مثلاً علامہ مجلسیؒ نے سحار الانوار کی نویں جلد کے صفحت ۱۴ تا ۳۳ میں اور ابوالحسن شریف فتویٰ نے ضیاء العالین کی دوسری جلد میں ایمان ابوطالبؑ کے متعلق تفصیل سے بحث کی ہے۔ چنانچہ دو سر مآخذ یعنی ضیاء العالین اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ اسی طرح ”برزنجی“ کی تالیف کو جس کی ”احمد زینی وعلان“ نے تلخیص کی ہے، وہ ایمان ابوطالبؑ پر اہل سنت کی جانب سے ایک بہترین کتاب ہے۔ علاوہ بریں اس موضوع پر مندرجہ ذیل اشخاص نے بھی کتابیں تالیف کی ہیں:

۱۔ سعد بن عبد اللہ ابوالقاسم اشعری قمی (متوفی ۲۹۹ تا ۳۰۱ھ) نے — رجال نجاشی صفحہ ۱۲۶ — کی تحریر کے مطابق ابوطالبؑ عبدالمطلب اور عبد اللہ (رسول اکرمؐ کے والد) کی فضیلت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔

۲۔ ابوعلی کوئی احمد بن محمد بن عمار (متوفی ۳۴۶ھ) نے — فرست
شیخ منتخب، صفحہ ۲۹ اور رجال نجاشی، صفحہ ۷۰۔ کی تحریر کے مطابق
”ایمان ابو طالب“ نامی ایک کتاب لکھی ہے۔

۳۔ ابو محمد حسن بن محمد عبد اللہ دیلمی نے — (متوفی ۴۰۰ھ)
ور فرست نجاشی، صفحہ ۱۳۲۔ کی تحریر کے مطابق ایمان ابو طالب
پر ایک کتاب لکھی ہے۔

۴۔ ابو نعیم علی بن حمزہ بصری قمی (متوفی ۳۷۵ھ) نے ایمان ابو طالب
کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا ایک نسخہ سامرا میں شیخ
میرزا محمد ترائی کے پاس موجود ہے۔ ابن جریر نے ”اصابہ“ میں ابو طالب
کے حالات زندگی لکھتے ہوئے اس کتاب کے بعض اجزاء نقل کیے
ہیں اور اس کے مؤلف پر رافضی ہونے کی تہمت بھی لگائی ہے۔

۵۔ ابو سعید محمد بن احمد بن حسین خزاعی نیشاپوری جو مفسر کبیر شیخ ابو الفتح
خزاعی کے نانا تھے۔ انہوں نے ”منی الطالب فی ایمان ابی طالب“
نامی ایک کتاب لکھی ہے جس کا ذکر فرست شیخ منتخب کے صفحہ
۱۰ پر ہے۔

۶۔ ابوالحسن علی بن ہلال بن ابو معاویہ حلبی ازوی نے — فرست شیخ
صفحہ ۹۶ اور رجال نجاشی، صفحہ ۸۸ کی تحریر کے مطابق ”الایمان
عن خیرۃ الرحمن“ نامی ایک کتاب لکھی جو رسول اکرمؐ کے آباء اجداد
اور ابو طالب کے ایمان کے بارے میں ہے۔

۷۔ احمد بن قاسم نے ایمان ابو طالب کے بارے میں ایک کتاب لکھی

ہے۔ فرست نجاشی صفحہ ۶۹۔ کی تحریر کے مطابق نجاشی نے
اس کا ایک نسخہ دیکھ جو حسین بن سعید اللہ خضاری کے خط میں تھا۔
۸۔ ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد بن طرخان کندی جرجانی (متوفی ۵۴۵ھ)
جو نجاشی کا دوست تھا۔ اس نے — فرست نجاشی صفحہ ۶۳۔
کی تحریر کے مطابق ایمان ابو طالب کے بارے میں ایک کتاب
لکھی ہے۔

۹۔ شیخ بزرگوار ابو عبد اللہ محمد بن نعمان الشیخ مفید (متوفی ۵۴۱ھ) نے
— فرست نجاشی صفحہ ۲۸۔ کے مطابق ایمان ابو طالب کے
بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۰۔ ابو علی محمد بن سید فقار بن معد موسوی (متوفی ۶۳۰ھ) نے
”ابحۃ علی الذہاب الیٰ کفیر ابی طالب“ نامی ایک کتاب لکھی ہے
اس پر علامہ سید محمد صادق بحر العلوم نے منظوم تقریب تحریر کی اور اس
میں سے ایک مقررہ ہے:

اے فخر! تمہیں مبارک ہو وہ احتیاز

جو خدا نے تمہیں قیامت کے دن کے لیے عنایت فرمایا

۱۱۔ ابوالفضل احمد بن طاووس حسنی (سید بن طاووس؛ متوفی ۶۷۳ھ)
نے ایمان ابو طالب کے بارے میں ایک منقہ لکھا ہے
انہوں نے اپنی کتاب ”المقاتلۃ العلویہ“ میں شامل کیا ہے جو امامت
کے موضوع پر ہے اور ابو عثمان جاحظ کے رد میں لکھی گئی ہے۔

۱۲۔ سید حسین طباطبائی یزدی حارثی المعروف بہ داعی (متوفی ۱۲۰۷ھ)

نے "بغیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب" نامی ایک کتاب فارسی زبان میں لکھی اور وہ چھپ چکی ہے۔

۱۳۔ مفتی شریف سید محمد عباس تستری ہندی (متوفی ۱۳۰۶ھ) جو شعرائے قدر میں سے ہیں، انہوں نے "بغیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۴۔ شمس العلماء میرزا محمد حسین کرگانی نے "مقصد الطالب فی ایمان آباد البی دعتہ ابی طالب" نامی کتاب لکھی ہے جو فارسی زبان میں ہے اور ۱۳۱۱ھ میں بمبئی سے چھپی ہے۔

۱۵۔ شیخ محمد علی بن میرزا جعفر علی فیض ہندی نے "القول الواجب فی ایمان ابی طالب" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۶۔ شیخ میرزا حسن بن میرزا محمد تبریزی۔

۱۷۔ سید محمد علی آل شرف الدین طالی (متوفی ۱۳۷۳ھ) نے "شیخ الطبع ابی طالب" نامی ایک کتاب لکھی جو ۱۳۴۹ھ میں ۹۶ صفحوں پر چھپی ہے۔

۱۸۔ شیخ میرزا محمد طرانی کے فرزند شیخ میرزا نجم الدین نے "شہاب الثقب مرجم مکفر ابی طالب" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۹۔ مرحوم شیخ جعفر بن حاج محمد نقدی نے "مواہب الواہب فی لفائف ابی طالب" نامی ایک کتاب لکھی جو ۱۳۴۱ھ میں نجف اشرف سے ۵۴۴ صفحوں پر چھپی ہے۔

آٹھواں باب



حضرت ابوطالب کی شان میں

مدحیہ اشعار



بہت سے شیعہ بزرگوں نے اپنے کلام میں ابوطالب کے اوصاف بیان کیے ہیں، ہم ان میں سے کچھ اشعار یہاں نقل کرتے ہیں:

①

سید ابو محمد عبد اللہ بن حمزہ سننی زیدی کے ایک قصبیدے میں سے دو بیت ہم یہاں نقل کر رہے ہیں جن میں انہوں نے کہا:

ہمارے باپ ابوطالب نے ان (پیغمبرؐ) کی حمایت کی

اور وہ اس وقت اسلام لائے جب دوسرے لوگ نہیں لائے تھے

وہ اپنے عقیدے اور ایمان کو تو چھپاتے تھے

لیکن پیغمبرؐ سے اپنی محبت کو نہیں چھپا سکتے تھے

(۳)

سید علی خان شیرازی نے اپنی کتاب ”درجات رفیعہ“ میں کچھ شعر کے
 ہیں جن میں سے چند ایک ہم یہاں نقل کرتے ہیں:
 ابو طالبؑ پیغمبرؐ (محمدؐ) کے وہ چچ تھے
 جن کی طاقت سے دین قائم ہوا اور اس کی شان بڑھی
 تمام افتخارات میں سے ان کے لیے یہی فخر کافی ہے
 کہ وہ لوگوں کے درمیان پیغمبرؐ کے مددگار اور
 کفالت کرنے والے تھے
 اگر وہ نہ ہوتے تو پیغمبرؐ کی دعوت کو مضبوطی اور
 پائداری حاصل نہ ہوتی
 اور ظلم اور جھوٹ کی لمبی رات کا خاتمہ نہ ہوتا
 ان بزرگوار کو یہ وہ کہنا کیونکر جائز ہے
 جو اپنی زندگی کی ابتدا سے انتہا تک قابلِ تعریف اور شائستہ تھے
 فدا کا سلام ہو ان پر کہ جب تک سورج مشرق سے چمکتا ہے
 ان کی نیکیوں اور خوبیوں کا ذکر کیا جائے گا

(۳)

سید بزرگوار آیت اللہ میرزا عبدالباقی شیرازی نے ایک بڑا نوردار
 قصیدہ لکھا ہے جس کے کچھ اشعار ہم یہاں نقل کرتے ہیں:
 ۱۸۸

ایک ہوشمند اور بزرگ انسان کی تعریف کے لیے میرے پاس بڑا
 وسیع میدان ہے
 وہ بزرگ انسان جو قرآن کے ہم پلہ اولی الامر (ائمہ) کا
 دوا ہے

وہ ہدایت کا ایک ایسا پرچم ہے کہ میں اس کی تعریف کر کے
 اپنے شعور کو زینت دیتا ہوں اور اپنے اشعار کو سر بلند کرتا ہوں
 وہ اوصیاء کا باپ اور پیغمبرؐ کا چچا ہے
 جس کے ذریعے ایک برگزیدہ خاندان بھلا پھولا ہے
 وہ دنیا میں یگانہ ہے اور اس کا ساتھی حسنِ خلق ہے
 اور روشنی اور چمک کے لحاظ سے سورج اور چاند
 کے بعد اسی کا مقام ہے
 پھر اس کے لیے یہی فخر کافی ہے کہ
 وہ حیدر (امام علیؑ) کا باپ ہے جو انتہائی مصیبت
 میں لوگوں کی پناہ گاہ تھے
 جب تک باوصیا چلتی ہے اس آزاد مرد پر خدا کی رحمت ہو
 کیونکہ زندگی بھر تو اس کی زبان مکہ کے سردار (رسول اکرمؐ) کی تعریف
 کرتی رہی۔

(۴)

علامہ اردوبادی مندرجہ ذیل اشعار میں ابو طالبؑ کی تعریف کرتے ہیں:
 ۱۸۹

ملکہ کے شیخ ابوطالب کے ذریعے بھلائی اور ہدایت پھیلی

اور وہ اس کے نور کا پرتو تھا کہ جس سے مکہ چمکنے لگا

خدا نے تعالیٰ نے اسے توحید کے ہمراہ تیز تلوار کی مانند بنایا

جس نے ہر طرح کے شرک اور کفر کو سزگوں کر دیا

اس نے خدا کے دین کے دفاع کے موقع پر اودے کی تلوار نیام

سے کیخنی لی

وہ تلوار جس کی چمک سے دوسرے ہتھیاروں کی چمک و لک ماند پڑ گئی

اور اس نے حقیقت کو اپنے شعروں میں ظاہر کیا

ان شعروں میں جو حقیقتوں اور نیکیوں سے لبریز ہیں

اس کا وجود یک ایسا علم ہے جو جو انحرادی کی صفت سے آراستہ ہے

وہ سخی اور اس دین سے آراستہ ہے جس کی راہ میں اس نے اپنا

آپ قربان کر دیا

مختصر اور واضح بات یہ ہے کہ وہ علیؑ کا باپ ہے

اس کے خالص ایمان میں کوئی شک و گمان نہیں

جو دھوپ رات کے چاند کا نور ظاہر ہے

اگرچہ ادھر ادھر سے کتھے بھونک رہے ہیں

فرض کیجیے کہ میں صبح کو کہوں کہ یہ تو رات ہے

لیکن کیا ایک آنکھوں والے سے دن چھپا رہ سکتا ہے؟

مکہ کا سردار ابوطالب ایسا ہے کہ ہدایت کے راستے میں

پیشوائی اور بزرگی نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال رکھا ہے

۵

علامہ یگانہ شیخ محمد تقی صادق عاملی نے اہلسنت کی شان میں اپنے ایک

تفسیر میں ابوطالبؑ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:

علیؑ کے ذرا دشمنیر سے دین کے عمل کی بنیاد کو استقامت نصیب ہوا،

جیسے علیؑ کے باپ ابوطالبؑ کی ہمت سے اس عمارت کے

ستون کھڑے ہوئے تھے

وہ جو عالی ظرفی کی رمز اور جو انحرادی کا لازم ہے

وہ جو ہدایت کے مہینے کی ابتدا بھی اور انتہا بھی ہے

وہ جو تمام فضیلتوں اور دانشوں میں بے نظیر ہے

یوں سمجھو کہ تمام بڑائیاں اس کے وجود میں جمع ہو گئی ہیں

اس نے پیغمبرؐ کے دین کی سرمدی کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا

اور پھر کیا کہنے کہ اس کا یہ معاملہ کتنا مبارک ہے۔

۶

علامہ بزرگوار سید علی نقی مکنوی اپنے چند اشعار میں ابوطالبؑ کی

یوں تعریف کرتے ہیں:

مکہ میں پیغمبرؐ کے وصی کے باپ کی خاطر صبح کے وقت

اس صبح کو جب اس نے پیغمبرؐ کا دفاع کیا نور کی بارش ہوئی

اسلام کی حمایت کے لیے اور ہر خود غرضی گمراہ کے مقابلے پر

بس وہ تھا کہ جو اکیلا ہی اٹھ کھڑا ہوا
 وہ پورے خصوص کے ساتھ برہنہ پروردگار پر ایمان لے آیا
 توحید پرست دل کے ساتھ وہ نیک اور پرہیزگار تھا
 رسالت کے آغاز میں پیغمبر کے دین کی عزت اور آبرو اس سے
 وابستہ ہوئی
 پھر وہ اس کے پاک فرزند علیؑ کے ہاتھوں بندی کی انتہا تک پہنچی

(۷)

علامہ فاضل شیخ محمد سمادی (متوفی ۱۳۷۰ھ) نے اپنے ایک قصیدے
 میں درج ذیل اشعار لکھے ہیں:

سحر کے وقت میرا دل میرے سینے میں دھڑکتا ہے
 یا یوں سمجھو کہ ایک کھلاڑی کے ہاتھ میں گیند ہے
 تو کسے گا کہ میں ہوس کے ایک دائرے میں ہوں
 وہ دائرہ جو ستارۂ اقبال کی مانند کبھی ابھرتا اور کبھی ڈوبتا ہے
 لیکن یہ دائرہ ایسا چھتر ہے کہ گویا قوم نے اس میں پناہ لی ہے
 یہ چھتر — علیؑ ہے کہ اس کا باپ ابوطالب ہے
 وہ ہر فخر کا مالک اور پیغمبر کا چچا ہے
 اور غالب کے فرزندوں میں سے ہے کہ کاسر دار
 وہ اتنا بلند مرتبہ اور بارعب ہے کہ
 شکاری باز اس کی طرف آنے کی طاقت نہیں رکھتا

اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے یوں چمکتا ہے
 جیسے ایک نیام سے کھینچی ہوئی تلوار ہو
 اس نے اپنی تلوار کے سامنے میں دین کی حمایت کی
 اور مکہ میں دین کا حامی اور مددگار بنارہا
 اور وہ پوشیدہ طور پر خدا پر ایمان لے آیا
 اس خدا پر جس کا دین ہر متلاشی کے لیے واضح ہے
 اور اس نے احمد پر آنے والی وحی کی تصدیق کی
 اور جو کچھ واجب تھا اس کے لیے قیام کیا
 اور بہت سے لوگ پوشیدہ طور پر پیغمبر کی تصدیق کرتے تھے (مومن)
 اور کچھ دوسرے دکھاوے کے لیے تصدیق کرتے تھے (منافق)
 اگر ابوطالب نہ ہوتے تو شاید رسول اکرمؐ اپنی تبلیغ کو عام نہ کرتے
 اور لوگوں کو کھلم کھلا خدا کے دین کی طرف نہ بلاتے۔

(۸)

فاضل حقیق اور گراں بہا کتابوں کے مولف شیخ جعفر بن حاج محمد نقوی
 (متوفی ۱۳۸۰ھ) نے اپنی کتاب ”مواہب الواہب فی فضائل ابی طالب“
 مطبوعہ نجف کے صفحہ ۱۵۴ پر ایک قصیدہ لکھا ہے، اس کے چند اشعار
 یہاں نقل کرتے ہیں:

تیری ہنسی کے جھکارے نے مکہ کو روشن کر دیا
 اور تیرے چہرے کی شرم و حیا نے شرافت کے پیاموں کو سیراب کر دیا

جب کہیں تمام بڑائیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں
میں دینی پیغمبر کے باپ — ابوطالب کی شان میں شعر کہنے
لگتے ہوں

وہ بڑائیوں کی بادش ہے اور تختیوں میں جنگل کے تیر کی طرح دلیر
فرادیوں کی خربہ کو پہنچنے والا اور دور دور تک چلنے والا چودھویں
کا چاند ہے

میں مکہ ابوطالب جس کی تلوار سے دشمن دب جاتے ہیں،
تو گت رشد و ہدایت کے میدان میں گامزن ہوتے ہیں
بڑائیاں اس کے سامنے عاجزی اور بے ملگی سے گردن خم کرتی ہیں
اور زمانے نے اسے رہنمائی کی نصیحت پیش کر دی ہے
احمد کی امت کا بزرگ اور پاک ائمہ کا والد
اہل حق کی امیدوں کا مرکز اور بہار شریعت کی پربخت بارش
اس نے لوگوں کو اس وقت ہدایت کی جانب بلایا
جب ان میں سے کوئی بھی ہدایت کا راستہ نہیں جانتا تھا
قریش کو اس کی بہت سی کرامتیں یاد تھیں
جن کے ظہور سے لوگوں کے کئی گروہوں نے رسول اکرم کی رسالت

کا پتہ پایا
وہ ایسی کرامتیں تھیں جیسے کہ احمد کو دیہ کے پہرہ کو لے

ابوطالب کی یہ کرامت اصول کافی کے صفحہ ۳۴ پر مندرج ہے۔

اور مکہ کی سیرابی کے لیے ان کی دعا کا قبول ہوتا رہا
اس کے اچھے طور طریقے اسلام کے معمولات میں قائم رہے
جو تمغہ افتخار کی مانند مسلمانوں کے سینوں پر چمکتے ہیں
اس نے بہترین انسان (رسول اکرم) کی سرپرستی کی
اور غلوں و محبت کے ساتھ ان کے حقوق ادا کیے
لو کہیں میں ان کی پرورش کی اور جوانی میں ان کی نگہبانی کی
اس کے بعد دشمنوں کے آثار سے ان کو بچائے رکھا
اور اس نے ایسی ثابت قدمی سے رسول اکرم کا ساتھ دیا
تا کہ ان کا دین تمام ملکوں میں سر بلندی حاصل کرے
وہ ٹھیک ٹھیک جانتا تھا کہ رسول اکرم خدا کے برگزیدہ بندے ہیں
اُس خدا کے جو آسمان کا اور ہر وقت اور طاقت کا مالک ہے
انہی نکلے جو افروزیوں کو ایک بدن میں جہنم دیکھ سکے
تو اسے ابوطالب! یقیناً وہ تمہیں بطور اس بدن کی روح کے دیکھے گی
شکر ہے خدا کا جس نے تمہیں نیک خصال کے اس درجے پر پہنچایا
کہ جن سے ساتوں ولایتیں سرسبز و شاداب ہو گئیں
میں تمہاری ہیبت پر نازک تاہوں جس نے تمہارے دشمنوں پر
یعنی ان کافروں پر کیکپی طاری کر دی (جو عمر کے دشمن تھے)

ابوطالب نے رسول اکرم کے دیلے سے بارش کی دعا کی اور وہ قبول ہوئی جیسا کہ
تسطانی کی شرح معجم بخاری کی جلد ۲ کے صفحہ ۲۷۷ پر مذکور ہے۔

نواں باب



ایمانِ ابوطالبؑ کے متعلق

غلاطیہا کے مضامین



تفسیر قرآن میں غلط بیانی

ان لوگوں یعنی اہل سنت کے مؤرخین اور محدثین — اسلام کے مروجہ میدان اور اپنے نیکو کاریئے امام علیؑ کے بعد پہلے مسلمان — ابوطالبؓ — کے بارے میں افتر اور بدگئی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ ان کے یہ اپنی من گھڑت کہانیاں بھی کافی ثابت نہیں ہوئیں لہذا وہ قرآن مجید کی طرف بڑھے اور خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہوئے اس کی تین آیتوں کو ایسے خود ساختہ معانی پہنا دیے ہیں جو حقیقت اور اصلیت سے بہت دور ہیں۔ یہی جعلی مطالبہ معانی وہ مشہور ترین مآخذ ہیں جن سے انہوں نے ابوطالبؓ کے اسلام نہ لانے کے بارے میں استناد کیا ہے۔ ذیل میں ہم وہ آیات اور ان کے مطالبہ پیش کرتے ہیں:

پہلی آیت

وہ لوگ دوسروں کو اس کے سننے سے روکتے ہیں اور خود تو
الگ تھلک رہتے ہی ہیں۔ پس وہ اپنے آپ کو ہی ہلاک
کرتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ (سورۃ انفام - آیت ۳۶)

جبری وغیرہ سفیان ثوری سے، وہ حبیب بن ابی ثابت سے اور وہ ایک
شخص سے ابن عباس کا یہ قول نقل کرتا ہے:

یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ لوگوں کو
رسول اکرمؐ پر سختی کرنے سے روکتے تھے اور خود اسلام لانے سے دوری
اختیار کچھ رہا۔ لہ

قرطبی کہتا ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے لیے عام ہے کہ وہ محمدؐ کی پیروی
سے منع کرتے ہیں اور خود بھی ان سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ ابن عباس
اور حسن کے طریق سے نقل کرتا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں ہے۔
کیونکہ وہ کفار کو رسول اکرمؐ پر سختی کرنے سے روکتے تھے اور خود آنحضرتؐ پر
ایمان لانے سے اجتناب کرتے رہے۔

سیرت نویسوں نے بھی ابن عباس سے ابن الزبیری کا واقعہ نقل کیا
ہے۔ وہ اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ قریش کے مقابل ابوطالب کے قتل جانے

لہ ابن سعد: طبقات جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ + طبری: تاریخ جلد ۱ صفحہ ۱۱۰ + ابن کثیر:
تفسیر جلد ۷ صفحہ ۱۷۲ + قرطبی: تفسیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۸ + ابن جریر: تفسیر جلد ۲
صفحہ ۶۰۶ + تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۱۔ ۲۰۰

کے بعد یہ بحث آیت نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے فرمایا:

اے چچا! آپ کے بارے میں ایک آیت نازل ہوئی ہے۔
ابوطالب نے پوچھا: کونسی آیت؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: آپ قریش کو مجھ پر سختی کرنے سے باز رکھتے ہیں
لیکن میری نبوت پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں۔ اس وقت ابوطالب
نے کچھ خیر کے جہ میں سے ایک یہ ہے:

خدا کی قسم! اپنی کثیر تعداد اور قوت کے باوجود وہ آپ پر ہرز قابو
نہ پاسکیں گے

مگر وہ صرف اس وقت آپ پر قابو پاسکتے ہیں جب میں جہان
قربان کر کے قبر میں دفن ہو جاؤں لہ

ایک بار لوگوں نے پوچھا: خدا کے رسولؐ! کیا ابوطالب کو آپ کی
نصرت کرنے کا کوئی فائدہ ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اسی نصرت کی بدولت وہ عذاب کی بیڑیوں اور
ہتھکڑیوں نیز شیطین کی ہسیانگی سے بچ گئے اور انہیں دوزخ کے سانپوں
اور پھوٹوں کے بنوں پر نہیں پھینکا گیا۔ ہاں جو عذاب انہیں دیا گیا وہ آگ
کے جوتے پہننے کے عذاب کی طرح ہے کہ جس سے ان کا مغز سر جوش کھاتا
ہے اور یہ اہل جہنم کی کترین سزا ہے۔ لہ

لہ دیگر شعرا اس کتاب کے صفحہ ۳۴ پر ملاحظہ ہوں۔

لہ تفسیر قرطبی - جلد ۶ صفحہ ۲۰۶

علامہ ابینی کا موقف یہ ہے:

اس آیت کے ابوطاہت کے بارے میں نازل ہونے کا دعویٰ ان وجوہ کی بنا پر غلط ہے:

وجہ ۱: یہ حدیث مرسل ہے اور ایک نامعلوم شخص سے منسوب ہے جو ابن عباس اور حبیب بن ابی ثابت کے درمیان وجود رکھتا ہے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے ناقابل اعتقاد اشخاص تھے جنہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور شاید یہ نامعلوم شخص بھی نہیں میں سے ہے۔

وجہ ۲: اس حدیث کا واحد راوی حبیب بن ابی ثابت ہے اور اس کے علاوہ اسے کسی نے روایت نہیں کیا۔ پھر اگر ہم فرض کر لیں کہ وہ ثقہ اور قابل اعتماد ہے تو بھی جو کچھ اس نے روایت کیا ہے اس کی پیروی کرنا ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ اسی حبیب بن ابی ثابت کا تعارف کچھ یوں ہے:

ابن حبان کہتا ہے کہ ”وہ ایک فربہ شیخ تھا“

عقبنی کہتا ہے کہ ابن عون نے حبیب کا تعارف ایک بڑا نام شخص کی حیثیت سے کرایا اور کہا کہ اس نے عطا سے کچھ احادیث نقل کی ہیں جن کی متابعت نہیں کی جاسکتی۔

نعمان کہتا ہے کہ حبیب نے عطا سے بہت سی احادیث روایت کیں جو قابل توجہ نہیں ہیں۔

آجری نے ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ عاصم بن حمزہ کے بقول حبیب نے کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے۔

ابن حذیفہ کا نظریہ ہے کہ حبیب ایک فربہ شیخ تھا۔

علاوہ انہیں اس حدیث کی سند میں ہر سفیان ثوری کی قوت پر بحث نہیں کرتے اور اس شخص کا قول پیش نہیں کرتے جس کا خیال ہے کہ سفیان ایک فربہ شیخ تھا اور اس نے جموٹے لوگوں سے حدیثیں نقل کی ہیں۔

وجہ ۳: مختلف طریقوں سے ابن عباس کی جو صحیح روایات نقل کی گئی ہیں وہ اس جعلی حدیث کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ہبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابن ابی طلحہ اور عوفی کے طریقے سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ زبیر بحث آیت مشرکین کے بارے میں ہے جو لوگوں کو رسول اکرمؐ پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور خود بھی آنحضرتؐ سے دُور رہتے تھے۔

اسی مضمون کی حدیث جو ہبری، ابن ابی شیبہ، ابن ابی منذر، ابن ابی حاتم اور عبد بن حمید نے وکیع کے طریقے سے سالم سے اور اس نے ابن حنفیہ سے — نیز حسین بن فرج کے طریقے سے ابو معاذ سے اور بشر کے طریقے سے قتادہ سے روایت کی ہے، وہ بھی اس بات کی تائید کرتی ہے۔

عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے قتادہ، صدی اور ضحاک سے — ابوینعع کے طریقے سے مجاہد سے اور یونس کے

۱۔ تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۷۹

۲۔ میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۹۰

۳۔ تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ + تفسیر دہخودری جلد ۳ صفحہ ۸

طریقے سے اپنی زبرد سے روایت نقل کی ہے کہ زیر بحث آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کفار کا گروہ لوگوں کو رسول اکرمؐ اور قرآن کی جانب مائل ہونے سے منع کرتا تھا اور خود بھی ان سے دور رہتا تھا۔

ان تمام روایات میں ابو طالبؓ کا کوئی ذکر نہیں اور اس آیت کا روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو لوگوں کو رسول اکرمؐ یا قرآن کی پروا کرنے سے روکتے تھے اور جنگ کر کے یا ڈرا دھکا کر ان کو آنحضرتؐ سے علوہ کر دیتے تھے۔ ہمارے قارئین اس بات سے یقیناً واقف ہیں کہ یہ تمام باتیں ان اقوال و افعال کے خلاف ہیں جو دین میں مکہ ابو طالبؓ کے حالات زندگی میں بیان ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے زندگی بھر رسول اکرمؐ کی حمایت کی، ان کا ساتھ دیا اور آخری دم تک لوگوں کو ان کی طرف بلانے رہے۔

وجہ ۲۵: اس آیت کریمہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نے اس آیت میں ان زہد کافروں کو علامت کی ہے جو لوگوں کو رسول اکرمؐ کی پیروی سے منع کرتے اور انہیں آنحضرتؐ سے دور مٹانے رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے اس برے فعل کو آنحضرتؐ کی کھلی مخالفت کی حد تک پہنچا دیا تھا۔ نیز وہ اس آیت کے نزول کے وقت بھی اس برے کام کے مرتکب ہو رہے تھے اور رسول اکرمؐ نے ابو طالبؓ کو بھی اس آیت کے نزول سے آگاہ کیا تھا۔

اے پیغمبر! بے شک تم جسے چاہو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے

لیکن خدا جسے چاہے راہ ہدایت پر لا سکتا ہے۔ ۱۰

یہ وہی بات ہے جو اس سے پہلے وجہ ۲۴ میں تفسیر قرطبی کے حوالے سے بیان ہوئی ہے۔ ۱۰ سورۃ قصص۔ آیت ۵۶

بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ یہ آیت ابو طالبؓ کی وفات کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم پہلی آیت پر نظر ڈالتے ہیں جو زندہ و موجود کفار کے بارے میں ہے، اس میں ابو طالبؓ کے تعلق قطعاً کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ سورۃ النعامؓ کہ جس میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ سورۃ قصص کے بعد پانچ سورتوں کے فاصلے سے یکبارگی نازل ہوئی ہے۔ پس اس لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کا اطلاق ابو طالبؓ پر کیا جاسکے جو اس آیت کے نزول سے پہلے فوت ہو گئے اور سب مٹی تلے دفن ہو چکے تھے۔

وجہ ۲۶: سورۃ النعامؓ کی آیت ۲۶ کو ۲۵ کے ساتھ ملا کر دیکھنا چاہیے:

آیت ۲۵: ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہاری باتوں کی طرف کان لگائے رہتے ہیں لیکن وہ انہیں نہیں سمجھ پاتے۔ کیونکہ ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اب اگر وہ ہماری تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ کفار یہاں تک ضدی ہو گئے کہ جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم سے الجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس (قرآن) میں تو اگلوں کی کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

آیت ۲۶: وہ لوگ دوسروں کو اس کے سننے سے روکتے ہیں اور خود تو الگ گفتگو کرتے ہیں۔ پس وہ اپنے آپ کو ہی ہلاک کرتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں جیسا کہ واضح ہوا ہے ان دونوں آیتوں کا اشارہ ان کافروں

کی طرف ہے جو رسول اکرمؐ کے پاس آئے، آنحضرتؐ سے ابھٹتے۔ قرآن مجید پر اگلے لوگوں کی کہانیوں کی تہمت لگاتے، لوگوں کو آنحضرتؐ کی کتاب کے سننے سے روکتے اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو رسول اکرمؐ سے دور رکھتے تھے۔ لیکن کہاں یہ سب کچھ اور کہاں ابو طالبؓ؟ ابو طالبؓ تو وہ شخص ہیں جنہوں نے زندگی بھر ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا اور ہمیشہ آنحضرتؐ کے حامی اور محافظ بن کر رہے۔ چنانچہ مفسرین نے بھی اس بات کو سمجھا ہے اور اس قول کو چنداں وقعت نہیں دی کہ زیر بحث آیت کا نازل ابو طالبؓ کے بارے میں ہوا ہے۔ ان میں سے بعض نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اس قول کی کوئی سند نہیں، جبکہ کچھ دوسروں نے اس کے برعکس قول ہی کو قابل قبول سمجھا ہے۔ اب ہم ہجری کے نظریات بطور نمونہ نقل کرتے ہیں:

مفسر طبری لکھتا ہے: یہ آیت جن افراد سے بحث کرتی ہے وہ وہی مشرک ہیں جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے، لوگوں کو محمدؐ کی پیروی سے باز رکھتے اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو آنحضرتؐ سے دور رکھتے تھے۔ پھر انہیں طریقوں سے جن کا ہم نے (وجہ ۲-۳ میں) پہلے ذکر کیا ہے، ابن خضیبہ، ابن عباس، سدی، قتادہ اور ابو معاذ کے قول سے سند لاتا ہے۔ نیز اس بارے میں وہ ایک قول کا ذکر کرتے ہوئے اسے قتادہ، مجاہد اور ابن زید سے منسوب کرتا ہے۔ جس میں اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کے سننے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے منع کرتے تھے۔ لے

پھر اس آیت کے ابو طالبؓ کے بارے میں نازل ہونے نیز جیسب ہی ابلی اثابت کی اس روایت کے متعلق جو اس نے ایک نامعلوم شخص کے ذریعے ابن عباس سے نقل کی، طبری یوں کہتا ہے: ان اقوال میں سب سے موزوں یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل میں ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اس کا اشارہ انہی افراد کی طرف ہے جو دوسروں کو پیغمبرؐ کی پیروی سے منع کرنے اور باز رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں مشرکین کے اس گردہ کا ذکر ہے جو پیغمبرؐ کو جھٹلاتے، ان سے ابھٹتے اور خدا کی جانب سے نازل کی گئی وحی سے روگردانی کرتے تھے۔ پس مناسب ہے کہ وہ اس دین پیغمبرؐ کی جانب مائل ہونے سے روکتے ہیں یہیں اس جماعت کے اہمال ہی کی خبر ہو۔ کیونکہ ہمارے پاس اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ ان دو آیات کے سلسلہ بیان میں تنحاط کا رخ ایک سے دوسرے فریق کی طرف تبدیل ہو گیا ہے۔ بلکہ اس آیت سے پہلے اور بعد کی آیات اس قول کو درست ثابت کرتی ہیں کہ ان میں کسی خاص فرد یا افراد سے نہیں بلکہ پیغمبرؐ کی قوم کے مشرکین سے بحث کی گئی ہے۔ لہذا آیت کی تاویل یوں ہے:

”اے محمدؐ! یہ مشرک خواہ ساری کی ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں۔ ایمان نہیں لائیں گے۔ جیسا کہ وہ تمہارے پاس آتے ہیں، تم سے ابھٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے لیے جو آسمانی کتاب لائے ہو، وہ اگلے لوگوں کے لیے کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس طرح وہ نازل کی گئی آیات کو سننے سے انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو

اور دوسروں کو تم سے دور رکھتے ہیں۔ مگر وہ ایسا کر کے اپنے علاوہ کسی اور کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے ہیں۔ لہٰذا مفسر رازی اس بارے میں دو قول نقل کرتا ہے:

۱۔ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کو رسول اکرمؐ کی نبوت کا اقرار کرنے اور ان کی پیروی کرنے سے باز رکھتے تھے۔

۲۔ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

رازی مزید کہتا ہے کہ پہلا قول دو دلائل کی بنا پر زیادہ قابل قبول ہے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اس سے ماقبل کی تمام آیات کفار کی اس جماعت کے کردار کی مذمت میں ہیں۔ لہٰذا لوگوں کو رسول اکرمؐ کی پیروی سے روکنا اور منع کرنا بھی اسی کے ذیل میں آتا ہے۔ اگر ہم فرض کریں کہ منافی کا یہ عمل ابوطالب سے نسبت رکھتا ہے تو ابوطالب کا عمل اس جماعت کے برعکس تھا۔ کیونکہ وہ لوگوں کو رسول اکرمؐ کو تکلیف پہنچانے سے روکتے تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ زیر بحث آیت کے بعد خدا نے تعالیٰ اس بات کا اضافہ کرتا ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا کسی کو ہلاکت اور تباہی کی جانب نہیں لے جاتے۔ پس اس سے وہی جماعت مراد ہے جس

کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ لہٰذا یہ درست نہیں ہے کہ اس سے مراد ہو کہ جو لوگ رسول اکرمؐ پر سختی کرنے والوں کو روکتے اور منع کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں، کیونکہ ایسا نیک کام ہلاکت اور تباہی کا موجب نہیں ہوتا۔

اگر ہم سے یہ کہا جائے کہ وہ اپنے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے "لا جملہ" خود تو اس سے الگ تھلگ رہتے ہی ہیں "کے ساتھ مربوط ہے اور" دوسروں کو اس کے سننے سے روکتے ہیں "سے اس کا تعلق نہیں ہے اس لیے کہ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ جس گروہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ پیغمبرؐ کا دین ترک کرنے اور آنحضرتؐ کے ساتھ ناسازگاری کی بنا پر ان سے دوری اختیار کرتے ہیں ورنہ باقی قابل مذمت ہے اور تمہارا استدلال درست نہیں ہے۔ اس پر ہمارا جواب یہ ہے کہ "وہ اپنے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے" کی عبارت اپنے ماقبل سے مربوط ہے اور تمہارے قول کی مثال ہی ہے جیسے کہا جائے کہ "فلان شخص جو فلان شخص کو کسی کام سے روکتا ہے اور شادی تباہ ہے" وہ اس میں اپنے علاوہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا؟ حالانکہ یہ نقصان ان دونوں سے صرف ایک کو نہیں بلکہ دونوں ہی کو پہنچتا ہے لہٰذا

مفسر ابن کثیر بھی ابن حنفیہ، قتادہ، مجاہد، ضحاک اور کئی دوسرے راویوں سے پہلا قول نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

حقیقت کا علم تو خدا ہی کو ہے مگر یہ توں واضح اور منطقی معلوم ہوتا

ہے۔ نیز ابن جریر طبری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لے
نسفی نے پہلا قول نقل کیا اور کہا ہے: کہ گیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب
کے بارے میں ہے، حالانکہ پہلا قول یعنی اس آیت کا مشترکین سے مربوط
ہونا زیادہ قطعی ہے۔ ۲

مفسر غنشری، مشکوٰۃ اور کئی دوسرے مفسروں نے بھی پہلا قول
اختیار کیا ہے۔ دوسرے قول کو ایک بنا ثبوت دعویٰ قرار دیا ہے۔ ۳
ن کے بعد اوسے نے بھی پہلے قول کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔
دوسرے قول کے بارے میں لکھا ہے کہ امام رازی نے اسے ذکر دیا ہے پھر ان
کی عبارت کا حاصل نقل کیا ہے۔

اس مقام پر علامہ امینی اس عبارت کا اضافہ کرتے ہیں:
جب قرطبی نادانی کے عام میں جاری جانب قدم بڑھا رہا تھا
تو اس کے دونوں ہونٹوں کے درمیان ایک ایسی روایت تھی جو اس
نے رات کے وقت لکڑیاں اکٹھی کرنے والے لکڑ پارے کی طرح کیس سے
اٹھالی تھی۔ اے کاش کہ وہ ہماری رہنمائی اپنی اس من گھڑت داستان کے
مصدر کی طرف کرتا کہ اس نے یہ کہاں سے اخذ کی؟ اس کی اسناد کس
فحص تک پہنچی ہیں؟ اس روایت کے نقل کرنے میں کون کون سے حفاظ

۲۴ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۲

۲۵ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱

۲۶ تفسیر مشاف جلد ۲ صفحہ ۲۴۰ + تفسیر غزالی جلد ۲ صفحہ ۱۱۳

حدیث اس کے ساتھ ہیں؟ اور اس سے پہلے کن مؤلفین نے ان کو نقل
کیا ہے؟ وہ کون ہے جو یہ کہتا ہے کہ قرطبی نے ابن زبیری کے واقعہ
میں جو اخعار نقل کیے ہیں وہ ابوطالب ہی کے ہیں؟ کس شخص نے یہ
روایت کی ہے کہ زیر بحث آیت سی دن نازل ہوئی؟ اس آیت کے
نزدول پر رسول اکرم کے ابوطالب کو خبردار کرنے اور ابوطالب کے شعار
میں کیا ربط اور علاقہ ہے؟ قرطبی کا یہ من گھڑت جملہ کہ ”اے چچا! آپ
کے بارے میں ایک آیت نازل ہوئی ہے“ کیا اس سے پہلے یا اس کے
بعد۔ ائمہ حدیث میں سے کسی نے یہ جملہ نقل کیا ہے؟ کب قرطبی
کو اس روایت کے آفری حھے کے لیے اپنی تفسیر کے علاوہ کوئی اور مصدر
اور ماخذ بھی ملا ہے؟ کیا اس نے جنم میں سامپوں اور بچھوؤں کے
بل دیکھے ہیں اور انہیں ابوطالب سے خالی پایا ہے؟ کیا اس نے جنم کی
تھکڑیاں اور بیڑیاں باندھی اور کھولی ہیں۔ تاکہ پہچان لیتا کہ سیڑ سڑار
مکہ۔ ابوطالب۔ ان تھکڑیوں اور زنجیروں سے نہیں باندھے گئے؟
یا پھر ایسا ہوا ہے کہ اس نے آنحضرت کی حدیث سے یہ باتیں خود ہی اخذ
کی ہیں؟

کیا ہی اچھا ہوتا اگر قرطبی کے یہ سہانے خواب حقیقت کا روپ
دھار لیتے! مگر اب وہ ہمارے بہت سے قطعی دلائل کے سامنے مغلوب اور
محکوم ہو کر رہ گیا ہے۔

دوسری اور تیسری آیت

دوسری آیت: پیغمبر اور مومنین کے لیے یہ مناسب نہیں کہ یہ جان لینے کے بعد کہ مشرکین جہنمی ہیں ان کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگیں خواہ وہ ان کے قرابت و اقربا کیوں نہ ہوں۔ لے

تیسری آیت: اسے پیغمبر! بے شک تم جسے چاہو راہ ہدایت پر تمہیں لا سکتے لیکن خدا جسے چاہے راہ ہدایت پر لا سکتا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے بخوبی واقف ہے۔ لے

دونوں آیتوں کے شان نزول

کی روایت

ابو ایمان نے شعیب سے، اس نے زہری سے، اس نے سعید بن مسیب سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: ابوطالب کی وفات کے وقت جب رسول اکرمؐ ان کے مرہانے تشریف لائے تو آپؐ نے ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو وہاں دیکھا۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا: اے چچا! کہو لا الہ الا اللہ۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کے ذریعے میں خدا کے حضور میں آپ کے لیے حجت

لے سورۃ توبہ - آیت ۱۱۳ لے سورۃ قصص - آیت ۵۶

پیش کر سکتا ہوں۔ اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے ابوطالب سے کہا: کیا تم عبدالطلب کے مذہب سے روگردانی کر رہے ہو؟

اس وقت رسول اکرمؐ بار بار یہی ارشاد فرما رہے تھے اور وہ دونوں اشخاص بھی اپنی بات دہرائے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ ابوطالب نے اپنے آخری الفاظ کہے: "عبدالطلب کے مذہب پر"۔ اور یوں وہ لا الہ الا اللہ کہنے سے باز رہے۔ تاہم رسول اکرمؐ نے فرمایا: "خدا کی قسم! جب تک مجھے آپ کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے سے منع نہیں کر دیا جائے گا۔ میں یہ عمل کرتا رہوں گا۔ اس اثنا میں خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"پیغمبر اور مومنین کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعائیں مانگیں"

پھر ابوطالب کے بارے میں بھی یہ آیت نازل ہوئی، "اے پیغمبر! بے شک تم جسے چاہو راہ راست پر نہیں لا سکتے۔ لیکن خدا جسے چاہے راہ راست پر لا سکتا ہے۔ لے صحیح بخاری کی طرح۔ صحیح مسلم میں بھی یہ روایت سعید بن مسیب کے طریقے سے نقل ہوئی ہے اور زہری نے اس کو مرسل روایت کی شکل میں لکھا ہے۔ پھر صحیح بخاری و صحیح مسلم پر اور ان دونوں کتابوں کے مؤلفین پر اپنے خاص اہتمام کے تحت تمام بڑے بڑے مفسرین نے بھی اس

لے صحیح بخاری جلد ۱ کتاب التفسیر باب قصص صفحہ ۱۸۴

روایت کو اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے۔ مذکورہ روایت پر تنقیدی نظر

۱۔ اس روایت کا واحد راوی — سعید بن مسیب — ان اشخاص میں سے ہے جنہوں نے امام علیؑ سے اپنی کھلی دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ لہذا وہ امام علیؑ، آپ کے والد اور آپ کے خاندان کے بارے میں جو کچھ کہے یا گھرے اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی مرغوب ترین چیز اس خاندان کی بدگوئی ہے۔ جیسا کہ ابن ابی المحدی نے لکھا ہے کہ سعید بن مسیب امام علیؑ سے منحرف رہا اور عمر بن علیؑ نے بھی اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمن بن اسود — ابو داؤد جہلی سے نقل کرتا ہے:

میں نے عمر بن علیؑ بن ابی طالبؑ کو دیکھا کہ وہ سعید بن مسیب کی جانب سے تھے۔ سعید نے ان کو مخاطب کر کے کہا: اے بھتیجے! تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم حضرت رسولؐ کی مسجد میں اتنا آتے جلتے ہو؟ اور پھر تمہارے سگے اور چچا زاد بھائی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

عمر نے کہا: اے سعید کے بیٹے! کیا یہ ضروری ہے کہ جب کبھی میں مسجد میں آؤں تو تم سے اجازت لیا کروں؟

سعید نے کہا: میں نہیں چاہتا کہ تم کو ناراض کر دوں، کیونکہ میں نے تمہارے باپ (علیؑ) کو یہ کہتے ہوئے سنا: بلاشبہ میں خدا کی بارگاہ میں

و در تہ اور مقام رکھتا ہوں کہ جو عبدالمطلب کے فرزندوں کے لیے روئے زمین کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ عمر نے کہا: میں نے بھی اپنے باپ (علیؑ) کو یہ کہتے ہوئے سنا: منافق کے دس میں ایسا کوئی حکمت آمیز کلام نہیں ہوتا — جسے وہ مرنے سے پہلے اپنی زبان سے ظاہر نہ کرے۔ سعید نے کہا: اے بھتیجے! کیا یہ کہہ کر تم نے مجھے لفاق سے نسبت دی ہے؟ عمر نے جواب دیا: بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ اس کے بعد عمر بن علیؑ وہاں سے چلے گئے۔

واقعہ نقل کرتا ہے:

سعید بن مسیب امام علیؑ بن الحسینؑ کے جنازے کے پاس سے گزر گیا اور اس میں مثل: ہوا۔ تب اس سے پوچھا گیا: یہ نیکو کار مرد کہ جو اہل بیت صالحین میں سے ہے، کیا تم اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھو گے؟ اس نے جواب دیا: میں اس صالح مرد کی نماز جنازہ پڑھنے کے مقابلے میں کسی اور جگہ پر دو رکعت نماز پڑھنا بہتر سمجھتا ہوں۔

سعید بن مسیب کی ذات کا تعارف کرانے اور خدا کے دین کے بارے میں اس کے علم کی کیفیت جاننے کے لیے درج ذیل روایت ہی کافی ہے:

قتادہ کا بیان ہے کہ میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا: کیا (یعنی امیر کے جلاو) حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

سید نے جواب دیا: میں تو اس سے بھی بدتر شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہوں۔

۲۔ بخاری و مسلم و دیگر لوگوں کی بیان کی ہوئی اس روایت سے بظاہر اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ سابق الذکر دونوں آیات یکے بعد دیگرے ابوطالب کی وفات کے وقت نازل ہوئی ہیں۔ نیز ان میں سے ہر ایک کا مفہوم بھی ان کے اس وقت نازل ہونے پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ پہلی آیت مدنی ہے اور مفسرین متفق ہیں کہ یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ مزید برآں یہ سورۃ توبہ میں شامل ہے جو مدنی ہے اور قرآن مجید کا آخری سورۃ نازل ہے جبکہ دوسری آیت سورۃ قصص میں ہے جو کی سورہ ہے اور ان ہر دو آیات کے وقت نزول میں تقریباً اس سال کا فاصلہ ہے۔

۳۔ آیت استغفار (جغیر) اور مومنین کے لیے مناسب نہیں... ابوطالب کی وفات کے تقریباً آٹھ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی تھی کیا اس مدت میں رسول اکرمؐ اپنے ارشاد کے مطابق ابوطالب کے لیے مغفرت کی دعا مانگتے رہے تھے؟ لیکن آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا

۱۔ ابن حزم: المحلی جلد ۴ صفحہ ۲۱۴

۲۔ بخاری و دیگر روایت میں ہے کہ ابوطالب نے کھڑے ہو کر دعا پڑھا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا: اے خدا کی قسم! جب تک مجھے آپ کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے سے منع نہیں کر دیا جائے گا۔ میں ہر صبح کرتا رہوں گا۔

کیسے مانگ سکتے تھے؟ جبکہ اس آیت کے نازل ہونے سے بہت پہلے ایک اور آیت کے ذریعے آنحضرتؐ کو اور مومنین کو مشرکوں اور منافقوں کے ساتھ محبت و دوستی رکھنے سے منع کر دیا گیا تھا۔

جیسا کہ کہا گیا:

جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، تم ان کو خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہی وہ گردہ مومنین ہے جن کے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے اور خاص اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔

سورۃ مجادلہ۔ سات سورتوں کے فاصلے سے۔ سورۃ توبہ سے

پہلے مدینہ میں نازل ہوا۔ گویا کہ سورۃ مجادلہ کی یہ آیت جس میں مشرکوں اور منافقوں کی دوستی سے منع کیا گیا۔ سورۃ توبہ کی اس آیت سے بہت پہلے نازل ہوئی۔ جس میں مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے سے منع کیا گیا تھا۔

۳۔ ظاہر ہے کہ مشرکوں اور منافقوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگنا ان سے محبت و دوستی کا برا واضح ثبوت ہے۔

۴۔ سورۃ مجادلہ۔ آیت ۲۲

۵۔ تفسیر النبی جلد ۱ صفحہ ۱۷

جیسا کہ اس ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابونعیم، بیہقی، ابن کثیر، شوکانی اور آوسی نے نقل کیا ہے :

”بعض تفاسیر کے مطابق سورۃ مجادلہ کی یہ آیت ہجرت کے دوسرے سال میں جنگ بدر کے دن نازل ہوئی تھی جبکہ سیرت حلبیہ کے مطابق مؤرخین اور مفسرین متفق ہیں کہ یہ آیت ہجرت کے تیسرے سال میں جنگ حد کے موقع پر نازل ہوئی ہے۔“

پس ثابت ہو کہ سورۃ مجادلہ میں منع دوستی بمشرکین کی یہ آیت سورۃ توبہ کی آیت استغفار سے کئی سال پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس لیے ان دونوں آیتوں کے ابوطالب کی وفات کے وقت نازل ہونے کی روایت جھوٹ کی پوٹ ہے۔

اس موضوع سے متعلق دیگر آیات

۱۔ اے ایمان والو! مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا سرپرست

در دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر خدا کا

ایک صریح الزام قائم کرو۔“

یہ آیت سورۃ نساء میں آئی ہے جو کی سورہ ہے لیکن خاص کتاب ہے

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۹ + تفسیر شوکانی جلد ۵ صفحہ ۱۸۹ + تفسیر آوسی

جلد ۲ صفحہ ۳

۲۔ سورۃ نساء۔ آیت ۱۲۳

کہ مطلقہ وغیرہ اس بات کے قابل ہیں کہ قرآن کی جو آیت ”اے لوگو! کے خطاب سے شروع ہو وہ مکی ہوتی ہے۔ پھر اگر ہم قرطبی کا وہ نظریہ قبول کر لیں جو اس نے بی بی عائشہ کے قول سے اخذ کیا ہے تو پھر سورۃ نساء ہجرت کے ابتدائی سالوں میں مدینہ میں نازل ہوا ہے۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورۃ نساء مکی ہو یا مدنی۔ بہر صورت یہ پہلے نازل ہوا ہے اور سورۃ توبہ۔ کیس سوروں کے فاصلے سے۔

اس کے بعد نازل ہوا جس میں ہماری زیر بحث آیت استغفار آئی ہے یہ ۲۔ جو لوگ مومنوں کی بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟“

یہ آیت بھی سورۃ نساء میں ہے جو سورۃ توبہ سے پہلے نازل ہوا ہے۔

۳۔ مومنین کو جھوٹے کافروں کو اپنا سرپرست اور دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں۔“

۱۔ تفسیر قرطبی جلد ۵ صفحہ ۴ + مجمع بخاری جلد ۳ صفحہ ۳، جہاں بی بی عائشہ سے مروی ہے کہ سورۃ نساء کا کوئی جزو نازل نہیں ہوا مگر اس صورت میں کہیں رسول، کرم کے ہاں تھی۔

۲۔ تفسیر القان جلد ۵ صفحہ ۱

۳۔ سورۃ نساء۔ آیت ۱۳۹

مگر یہ کہ ایسا تقبیہ کی خاطر کیا جائے۔ ہاں خداتم کو اپنی ہی ذات سے ڈرانا ہے اور تم کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ۱۷
یہ آیت سورۃ آل عمران میں ہے جس کی اس سے کچھ اور کی ابتدائی آیتیں ہجرت کے اوائل میں بخرن کے عیسائی وفد کی مدینہ آمد کے دن نازل ہوئی ہیں۔ ۱۸

لیکن قرطبی اور دیگر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت ہجرت کے پانچویں سال۔ جنگ احزاب (خندق) کے دن عبادۃ بن صامت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ۱۹

مذکورہ بالا ہر دو صورتوں میں سے خواہ کوئی بھی صورت رہی ہو مگر یہ بات طے ہے کہ سورۃ آل عمران۔ چوبیس سورتوں کے فاصلے سے۔ سورۃ توبہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ۲۰

۴۔ تم ان (منافقوں) کے لیے مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو کوئی فرق نہیں پڑنا کیونکہ خدا انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ ۲۱
یہ آیت سورۃ منافقون میں ہے اور جیسا کہ سیرت رسول ۲ اور

۱۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۲۸

۲۔ سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۰۷

۳۔ تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۵۸ + تفسیر خازن جلد ۵ صفحہ ۲۳۵

۴۔ تفسیر التقان جلد ۱ صفحہ ۱

۵۔ سورۃ منافقون۔ آیت ۶

۲۲۰

غزوات پیغمبر کی کتابوں کے مؤرخین میں مشہور ہے۔ یہ سورہ ہجرت کے چھٹے سال میں غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر نازل ہوا یہی بات ابن کثیر نے بھی نقل کی ہے۔ ۱۷

پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سورۃ منافقون۔ ۱۸
سورتوں کے فاصلے سے۔ سورۃ توبہ سے پہلے نازل ہوا ہے۔ ۱۹

۵۔ اے ایماندارو! اگر تمہارے ماں باپ اور بہن بھائی کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں تو ان کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھو اور جو کوئی ان سے اہانت رکھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ ۲۰

۶۔ اے پیغمبر! تم ان (منافقوں یا کافروں) کے لیے مغفرت کی دعا مانگو یا نہ مانگو۔ اگر تم ان کے لیے ستر بار بھی دعا مانگو گے تو بھی خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ ۲۱

یہ دونوں آیتیں سورۃ توبہ میں ہیں جو اسی سورہ کی زیر بحث آیت استغفار سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔

کیا آیت استغفار سے پہلے کی نازل شدہ ان تمام آیات ۱۷ کے

۱۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۹ + تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۱۷۷

۲۔ تفسیر التقان جلد ۱ صفحہ ۱۷۷ + سورۃ توبہ۔ آیت ۲۳

۳۔ سورۃ توبہ۔ آیت ۸۰

۴۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۲۸ + سورۃ نسا۔ آیت ۱۳۹ + سورۃ توبہ

آیت ۲۳ + سورۃ مجادلہ۔ آیت ۲۲ + سورۃ منافقون۔ آیت ۶

۲۲۱

ہوتے ہوئے یہ بات قابل قبول ہے کہ مخالفین کے بقول رسول اکرمؐ کے جو چچا کفر کی حالت میں فوت ہوئے ہوں۔ آنحضرتؐ ساہا سالاں تک ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے ہوں؟ جبکہ آپؐ ابوطالب کی ساری زندگی میں ان کے حالات کا نزدیک سے مشاہدہ کرتے رہے تھے! لہذا ممکن ہی نہیں کہ ایسا ہوا ہو اور یہ ممکن ہی نہیں کہ عالی مرتبہ پیغمبرؐ نے ایسا کیا ہو!!

شاید ان تمام دلائل کی بنا پر ہی حسین بن فضل نے آیت استغفار کا ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہونا بعید سمجھا اور کہا ہے:

اس آیت کا ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہونا ایک بعید بات ہے۔ کہو نہ یہ سورۃ توبہ میں ہے جو قرآن مجید میں نازل ہونے والے آخری سوروں میں سے ہے، جب کہ ابوطالبؑ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی فوت ہو گئے اور اس وقت رسول اکرمؐ ابھی مکہ میں ہی تھے۔ حسین بن فضل کے اس قول کو درست قرار دیتے ہوئے قرطبی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ لہ

ایسی روایات بھی موجود ہیں جو اس آیت کے ابوطالب کے بارے میں نازل ہونے کی روایت سے منقاد ہیں اور ہم ان میں سے چند ایک یہاں نقل کرتے ہیں:

— طیبی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابویعلیٰ، ابن جریر

ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابویلیخ، حاکم، ابن مردویہ، بیہقی، ترمذی اور ضیاء نے (امام) علیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

میں نے ایک شخص کو اپنے والدین کے لیے استغفار کرتے سنا اور اس کے ماں باپ دونوں ہی مشرک تھے۔ میں نے کہا: وہ دونوں مشرک تھے اور پھر بھی تم ان کے لیے استغفار کرتے ہو؟ اس نے کہا: کیا ابراہیمؑ نے بھی اسی طرح استغفار نہ کی تھی۔ اس کے بعد میں نے یہ واقعہ رسول اکرمؐ کے سامنے پیش کیا اور یہ آیات نازل ہوئیں:

”پیغمبر اور مومنین پر جب ظاہر ہو چکا کہ مشرکین جہنمی ہیں تو اس کے بعد نہ سبب نہیں کہ ان کے لیے مغفرت کی دعا میں مانگیں۔ اگرچہ وہ مشرکین انکے قرابتدار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ابراہیمؑ کا اپنے چچا (آذر) کے لیے معافی کی دعا مانگنا صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اپنے چچا سے کیا تھا۔ پھر جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ س سے بیزار ہو گئے۔ بے شک ابراہیمؑ برے صابر اور بردبار تھے۔“

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کے لیے استغفار کا ناجائز

لہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

لہ یہ اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان اور ضیاء نے مختار میں نقل کیا ہے۔

لہ سورۃ توبہ آیت ۱۱۳، ۱۱۴

ہونا ایک جاتی پہچانی بات تھی جس کی صراحت اس آیت کے نزول سے پہلے ہی ہو چکی تھی اور اسی بنا پر امام علیؑ نے اس شخص کی بات پر گرفت کی تھی لیکن اگر یہ قرض کر لیا جیسے کہ ابوطالبؓ مشرک تھے تو بھی امام کا یہ قول اس بات کی تائید نہیں کرتا کہ رسول اکرمؐ اپنے چچا کے لیے دعائے مغفرت کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ امامؑ سے گفتگو کرنے والا شخص اپنے عمل کی توجیہ میں یہ نہیں کہتا کہ جیسے رسول اکرمؐ اپنے چچا کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں میں بھی اپنے مشرک والدین کے لیے دعا کرتا ہوں۔ وہ جانتا تھا کہ آنحضرتؐ مشرکین کے لیے ہرگز استغفار نہیں فرماتے۔

۲۔ مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں سید زینی دملکان لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے ثبوت میں ہمارے پاس ابن عباس کی ایک روایت موجود ہے جس کا مضمون یہ ہے:

لوگ اپنے باپ دادا کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تھے۔ جیسی کہ سورۃ توبہ کی زیر بحث آیت ۳۱ نازل ہوئی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اپنے مشرک مردگان کے لیے استغفار کرنا ترک کر دیا لیکن اپنے زندہ مشرک عزیزوں کے لیے ان کی زندگی تک استغفار کرنا نہ چھوڑا۔ تب خدا نے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”اور ابراہیمؑ کا اپنے چچا (آذر) کے لیے معافی کی دعا مانگنا۔۔۔“

یعنی جب تک ابراہیمؑ کا چچا زندہ رہا وہ اس کے لیے استغفار کرتے رہے، لیکن اس کے فوت ہو جانے کے بعد انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا اور۔۔۔۔

یہ ایک سچی گواہی ہے اور جب یہ سابق الذکر روایت کی تائید کر رہی ہے تو پھر اس کی صحت یقینی ہو جائے گی اور اس پر لازماً عمل کرنا ہو گا۔ چنانچہ اس پہلی روایت کا واضح مطلب یہ ہے کہ۔۔۔ آیت استغفار جس پر بحث ہو رہی ہے، وہ ابوطالب کے بارے میں نہیں بلکہ عام لوگوں کو اپنے مشرک اجداد کے لیے استغفار کرنے کی ممانعت کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

۳۔ صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے مؤلفین نے آیت استغفار کے نزول میں ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:

جب رسول اکرمؐ اپنی والدہ کے مزار پر آئے تو آپ بہت روتے اور تمام ساتھیوں کو بھی رولایا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے خدا تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ اپنی ماں کے لیے استغفار کروں لیکن اس نے اجازت نہ دی۔ پھر میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی تو خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت دے دی۔ پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ چیز آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ لے

۴۔ حاکم، طبری، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ابن مسعود کے طریقے سے نیز بریدہ، طبرانی، ابی مردویہ اور طبری نے عکرمہ کے طریقے سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

جب رسول اکرمؐ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو آپؐ نے عمرہ ادا کیا اور پھر اپنی دامادہ کی قبر پر گئے۔ تب آپؐ نے خدائے تعالیٰ سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی اور یہ تمنا بھی کی کہ وہ آپؐ کو قیامت کے دن ان کی شفاعت کرنے کی اجازت بھی دے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے آپؐ کی یہ دونوں دعائیں قبول نہ فرمائیں اور اس وقت آیت استغفار نازل ہوئی۔ ۵۔۔۔ عظیمہ عوفی سے روایت ہے کہ اس نے کہا:

جب رسول اکرمؐ مکہ روانہ ہوئے تو آپؐ اپنی والدہ کی قبر پر اتنی دیر تک کھڑے رہے، حتیٰ کہ دھوپ نے آپؐ کو تپا دیا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کو امید تھی کہ انہیں اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مل جائے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

”پنچبر اور مومنوں کے لیے مناسب نہیں کہ...“ ۶۔۔۔

زمنشیری نے۔ آیت استغفار کے ابوطالب کے بارے میں نزول کی مشہور حدیث نقل کی ہے اور پھر اس حدیث کو جو ابھی اوپر بیان ہوئی، مذکورہ آیت کے نزول کا سبب قرار دیا اور کہا ہے:

یہ روایت حقیقت سے قریب تر ہے کیونکہ ابوطالب ہجرت سے پہلے فوت ہو گئے تھے، جب کہ زیر بحث آیت (استغفار) اس سوسے کی آخری

۱۔ تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۳۱ + ارشاد اساری جلد ۲ صفحہ ۲ + درمنثور

جلد ۳ صفحہ ۲۸۳

۲۔ تفسیر طبری جلد ۱ صفحہ ۳۱

آیات میں سے ہے جو مدینہ میں نازل ہوا ہے۔ ۱۔
قسطلانی لکھتا ہے:

تاریخ میں مذکور ہے کہ رسول اکرمؐ عمرہ کے دوران اپنی والدہ کی قبر پر گئے اور خدائے تعالیٰ سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی۔ اس وقت آیت استغفار نازل ہوئی۔ ۲۔

ابن ابی حاتم اور حاکم نے ابن مسعود سے اور طبرانی نے ابن عباس سے یہی قول نقل کیا ہے جو بھائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ آیت استغفار ابوطالب کی وفات کے بعد نازل ہوئی ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ سورہ توبہ اور سورہ مجادلہ کی مذکورہ آیات متفقہاً نہیں آتی ہیں۔ علامہ امینی لکھتے ہیں:

وہ تمام آیات کہ جن کا ہم نے پیش تر ذکر کیا اور وہ سب کی سب زیر بحث آیت (استغفار) سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ ان آیتوں کے جاننے کے باوجود بھی غزوہ تبوک کے دن تک رسول اکرمؐ کو کیوں اور کیسے یہ علم نہیں ہوا کہ ان کو اور مومنین کو مشرکین کے لیے استغفار اور شفاعت کی اجازت نہیں دی گئی؟ آیا آنحضرتؐ نے جانتے بوجھے ہوئے اپنی والدہ کے لیے خدائے تعالیٰ سے مغفرت اور شفاعت طلب کی؟ یا شاید آپؐ نے یہ خیال کیا کہ ان کی والدہ کا معاملہ دوسرے انسانوں سے الگ ہے؟ یا ایسا ہے کہ

۱۔ تفسیر کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۹

۲۔ ارشاد اساری جلد ۲ صفحہ ۲۰

یہ روایت جعلی ہے جو رسول اکرم کی شان کے خلاف ہے اور آنحضرت کی
واردہ ماجدہ کے پاک و امن کو بھی شرک سے آلودہ کر رہی ہے۔

۶۔ قتادہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا: ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ
رسول اکرم کے کچھ اصحاب تھے کہا:

اسے خدا کے رسول! ہمارے بعض اجداد و ہمسایوں کے ساتھ اچھا
سلوک کرتے تھے، صلہ رحم کا لحاظ رکھتے تھے، سیروں کو رہا کرتے تھے
اور اپنے وعدے پورے کیا کرتے تھے، کیا ہم ان کے لیے استغفار نہ کریں؟
آنحضرت نے جواب دیا: خدا کی قسم! میں اپنے باپ کے لیے مغفرت
کی دعا کرتا ہوں جیسے ابراہیمؑ اپنے چچا (آذر) کے لیے دعا کرتے تھے۔
تب خدائے تعالیٰ نے آیت استغفار نازل کی اور اس کے ایک حصے
میں ابراہیمؑ کے عمل کو مستثنیٰ قرار دیا۔

۷۔ جبری نے عطیہ عرفی کے طریقے سے ابن عباس کا یہ قول نقل کیا ہے:
رسول اکرمؐ اپنے والد کے لیے خدائے مغفرت کرنا چاہتے تھے اس
پر خدائے تعالیٰ نے آپؐ کو ایسا کرنے سے روک دیا اور یہ آیت نازل کی:
”پیغمبرؐ اور مومنین کے لیے مناسب نہیں کہ مشرکوں کے
لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔۔۔۔۔“

رسول اکرمؐ نے عرض کیا: ابراہیمؑ نے تو اپنے چچا (آذر) کے لیے
استغفار کی تھی؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ابراہیمؑ کا اپنے چچا (آذر)

کے لیے معافی کی دعا مانگنا صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے
اس سے کیا تھا۔۔۔۔۔ لے

مذکورہ بالا روایات (۶-۷) سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت استغفار
کا نزول رسول اکرمؐ کے باپ اور بعض صحابہ کے باپوں کے بارے میں ہوا،
لیکن آنحضرتؐ کے چچا اور والدہ کے لیے نہیں تھا۔

۸۔ جبری کہتا ہے:

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس آیت میں استغفار کے معنی نماز جنازہ
پڑھنے کے ہیں۔ پھر وہ مثنی کے طریق سے عطیہ ابن ابی رباح کا یہ قول
بیان کرتا ہے:

میں نے اہل قبلہ میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھنا بھی ترک نہیں
کیا اگرچہ وہ ولد الزنا حبشی ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ میں نے نہیں سنا کہ
خدائے تعالیٰ نے مشرکین کے علاوہ کسی اور کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع
فرمایا ہو جیسا کہ فرماتا ہے:

”پیغمبرؐ اور مومنین کے لیے مناسب نہیں کہ مشرکوں کے

لیے استغفار کریں۔۔۔۔۔“ لے

اگر یہ تفسیر صحیح ہے تو پھر ان تمام روایات کے خلاف ہے جو ہم نے
نقل کی ہیں کیونکہ وہ روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آیت کا مطلب

معفرت طلب کرنا ہے، جیسا کہ لفظ استغفار کے ظاہری معنی سے معلوم ہوتا ہے۔
ہم نے جو ٹھکانے نقل کی ہیں وہ ایک دوسری کی مخالفت
کرتی ہیں۔ پھر یہ سب بخاری کی اس مشہور روایت سے بھی اختلاف
رکھتی ہیں جس پر ہماری بحث ہو رہی ہے۔ پس ان سب کا باہمی تضاد
ان کو بے اعتبار بنا دیتا ہے۔ لہذا ان کو کسی معاملے میں سند قرار نہیں دیا
جاسکتا۔ خصوصاً جب ان پر اعتماد کرنے کا نتیجہ ایک نیکوکار مسلمان کو
کافر قرار دینا اور ایک ایسے شخص کو دین سے خارج کرنا ہو۔ جس نے دین
کی خاطر اپنا سب کچھ نثار دیا ہو۔

بخاری کی روایت سے جس چیز کا پتا چلتا ہے وہ یہ ہے کہ آیت
استغفار ابوطالب کی وفات کے زمانے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ ابو
اسحاق بن بشر اور ابن عساکر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے
حسن سے نقل کی ہے کہ اس نے کہا:

جب ابوطالب نے وفات پائی تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: ابراہیمؑ
نے اپنے چچا آدمؑ کے لیے استغفار کیا، حالانکہ وہ مشرک تھا۔ اسی
لئے میں بھی اپنے چچا کے لیے ایسا ہی کروں گا۔ حتیٰ کہ ان کی نجات کی صورت
میں اپنا مقصد حاصل کروں۔ اس پر خدائے تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی: پیغمبرؐ
اور مومنین کے لیے من سب نہیں کہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں۔۔۔۔۔

اس آیت میں مشرک سے مراد ابوطالب تھے۔ چونکہ یہ بات
رسول اکرمؐ کو گراں گزری تھی، اس لیے خدائے تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ
کو مخاطب کیا اور فرمایا: اور ابراہیمؑ کا اپنے چچا (آدمؑ) کے لیے معافی

کی دعا مانگا، صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اپنے چچے سے
کیا تھا۔ لے

اگرچہ یہ روایت امام علیؑ کے اس قول سے متناقض ہے جو ابن
سعد اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

میں نے حضرت رسولؐ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپؐ روپڑے وہ
فرمایا: جو انہیں غسل دو اور ان کے کفن و دفن کا انتظام کرو، وعدہ انہیں
بخشے اور ان پر رحمت کرے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر رسول اکرمؐ نے
کئی روز تک ان کے لیے استغفار فرمائی اور اسی وجہ سے آپؐ گھر سے
باہر نہیں نکلتے تھے۔ حتیٰ کہ جبریلؑ خدا کی طرف سے آنحضرتؐ کے پاس یہ
آیت لائے: پیغمبرؐ اور مومنین کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے
لیے استغفار کریں۔ لے

ابن سعد، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے
عمر کا جو قول نقل کیا ہے شاید وہ زیادہ مناسب ہو کہ انہوں نے کہا:
جب ابوطالب فوت ہو گئے تو رسول اکرمؐ نے ان کے بارے میں
فرمایا: خدائے تعالیٰ ان کو بخشے اور ان پر رحمت کرے۔ ہاں تو
جب تک خدا مجھے منع نہیں فرماتا، میں ان کے لیے استغفار کرتا رہوں گا۔
اس کے بعد عام مسلمان بھی اپنے مردگان کے لیے استغفار کرنے لگے

جو شرک کی حالت میں مرے تھے۔ تب خدائے تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
پیغمبر اور مومنین کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں۔
تاہم ساری امت اسلامیہ اس بات پر متفق ہے کہ ہم بھی یہ بتا
چکے ہیں کہ سورہ توبہ جس میں — آیت استغفار آتی ہے وہ قرآن مجید کے
آخری سوروں میں سے ہے اور اس کا نزول فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔
یہ وہی سورہ ہے جو رسول اکرمؐ نے ابوبکر کو دیکر مکہ بھیجا تاکہ وہ اسے
اہل مکہ تک پہنچا دیں۔ لیکن پھر وحی الہی کے مطابق ابوبکر کو واپس بلا کر
یہ کام امیر المومنین علیؑ کے سپرد کیا اور فرمایا:
اس سورہ کو بجز میرے یا اس شخص کے جو مجھ سے ہو — کوئی
بھی دوسرے لوگوں تک نہیں پہنچا سکتا۔

ایک صحیح حدیث جو پہلے ہم نے شمار (۳) صفحہ ۲۱۱ پر نقل کی اور جس میں
کہا گیا ہے کہ آیت استغفار کا نزول سلسلہ ہجری میں رسول اکرمؐ

۱۔ درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۸۳

۲۔ درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ + کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ + تفسیر کاف
جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ + ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ + ذخائر العقبیٰ صفحہ
۶۹ + تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۳ + مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۹
+ عینی: شرح صحیح بخاری جلد ۸ صفحہ ۶۳ + تفسیر المنار جلد ۱۰
صفحہ ۱۵۰ وغیرہ۔

کی غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ہوا۔ یزان تمام قرآن کے ہوتے ہوئے
اس آیت کے ابوطالب کی وفات کے وقت یا اس سے چند دن بعد
نازل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ پھر بخاری کی حدیث اور ایسی ہی دوسری
جھوٹی روایتیں کیونکر صحیح ہو سکتی ہیں؟

آیت استغفار کے سیاق اور انداز بیان میں اس عمل کی نفی ہوئی
ہے اور اس میں منی کا پہلو نہیں ہے کہ رسول اکرمؐ نے ابوطالب کے لیے
استغفار کی اور بعد میں انہیں اس سے منع کر دیا گیا۔ بلکہ اس آیت کا مفہوم
یہ نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے چچا کے ایمان کا علم رکھتے ہوئے ان کے لیے
استغفار کرتے تھے۔ لیکن جو لوگ آنحضرتؐ کے قریب رہتے تھے ان کو
ابوطالب کے ایمان کا علم نہ تھا۔ کیونکہ ظاہری طور پر ابوطالب قریش کے
مذہب سے موافقت رکھتے تھے۔ پس یہ لوگ یا تو آنحضرتؐ کے اس عمل پر
اعتراض کرتے تھے یا آپ کے عمل کو اپنے مشرک عزیزوں کے لیے استغفار
کرنے کا جواز قرار دیتے تھے۔ جیسے وہ حضرت ابراہیمؑ کے عمل کو بھی بطور
دلیل پیش کرتے تھے۔ اس لیے خدائے تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی
— جس میں رسول اکرمؐ کا دامن اس غلط کام سے پاک قرار دیا اور
ابراہیمؑ کے عمل کو بھی مشکلی کر دیا۔ علاوہ ازیں جب کہ ان لوگوں کو غلط فہمی
ہوتی، ہر وہ شخص کہ جس کے لیے رسول اکرمؐ نے استغفار کی ہے وہ مشرک
نہ تھا۔ پس آنحضرتؐ کا ابوطالب کے لیے استغفار کرنا بجائے خود اس
بات کی قوی دلیل ہے کہ ابوطالب مشرک نہیں تھے۔ چنانچہ امت کے
جن بزرگوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا انہوں نے رسول اکرمؐ کے

اس عمل کو اپنے مشرک اجداد کے لیے استغفار کرنے کا جواز نہیں بتایا اور فقط حضرت ابراہیمؑ ہی کے عمل سے استغفار کیا ہے۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں امام علیؑ کی اس شخص سے گفتگو کے بارے میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جو اپنے مشرک والدین کے لیے استغفار کرتا تھا اگر وہ شخص ابوطالب کو مشرک سمجھتا ہوتا تو اس کے لیے حضرت ابراہیمؑ کی اپنے چچا آذر کے حق میں مغفرت کی دعا سے استدلال کرنے کی نسبت رسول اکرمؐ کے عمل سے استدلال کرنا زیادہ مناسب تھا جو ابوطالب کے لیے استغفار کرتے تھے اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہ تھی۔ تاہم اس شخص نے فقط حضرت ابراہیمؑ کے عمل سے استدلال کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ یہ حدیث ہم نے صفحہ ۲۰۸ پر درج کی ہے۔ آپ اسے وہاں دیکھ کر مزید اطمینان کر سکتے ہیں۔

کیا ہم بخاری کی روایت قبول کر لیں اور ان روایات کو نظر انداز کر دیں؟

۱۔ عباسؑ نے ابوطالب کے اقرار شہادتین کے بارے میں کہا اور رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: اے چچا! شکر ہے خدا کا جس نے آپ کو ہدایت کی راہ دکھائی۔

۲۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے: ابوطالب دنیا سے نہیں گئے مگر اس وقت جب انہوں نے رسول اکرمؐ کو اپنے آپ سے خوش کر لیا تھا۔

۳۔ خود رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: میں اپنے پروردگار کی جانب سے ابوطالب کے لیے بر بھلائی کی امید رکھتا ہوں۔

ابوطالب نے اپنی وفات کے وقت قریش اور بنی عبدالمطلب کو وصیت کی کہ وہ محمدؐ کی اطاعت کریں اور ان کا حکم مانیں، کیونکہ یہی کام ہدایت اور نجات کا سوجب ہے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ رسول اکرمؐ قریش کے امین اور عرب کے صدیقی ہیں۔ نیز ابوطالب نے اپنی نظم اور شریں بھی ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اگر ہم ان سب روایتوں سے چشم پوشی بھی کر لیں تو بھی ہم اس بات کو قبول نہیں کر سکتے کہ ابوطالب نے اپنے آخری وقت میں عبدالمطلب کے مذہب پر کے الفاظ کا کہہ کر ایمان لانے سے انکار کر دیا ہو۔ کیونکہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ عبدالمطلب — ان پر خدا کا سلام ہو — حق کے پیرو تھے اور اس شریعت الہی پر عمل کرتے تھے جو خدا نے اس زمانے میں بنی نوع انسان کے لیے پسند فرمائی تھی۔

وہ مبداء اور معاد کے معتقد تھے اور رسول اکرمؐ کی رسالت کی جان پہچان رکھتے تھے جس کا نور ان کے چہرے کے نقوش میں نمایاں تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اکرمؐ ان کی نسل میں سے تھے ہیں۔

عبدالمطلب کس مذہب پر تھے؟

۱۔ عبدالمطلب نے ابوہریر بن حباج سے کہا:

میں ان اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر (کعبہ) کا بھی ایک مالک (خدا) ہے، وہی اس کو تمہارے محلے سے

بچائے گا۔ اے

۲ — عبدالمطلب نے اپنے ننھے سے پوتے (محمدؐ) کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے بارش کے لیے یوں دعا مانگی:

اے پروردگار! اس بچے کی خاطر سے مینہ برسا دے! پھر آسمان پر باد چلا گئے اور زور کی بارش ہوئی۔ اے

۳ — عبدالمطلب نے کہا:

جلا شہ میری مثل سے ایک پیغمبر (محمدؐ) ہوگا۔ میری خواہش تھی کہ اس زمانے میں زندہ ہوتا اور اس پر ایمان لاتا۔ پس میرے فرزندوں میں سے جو کوئی اس کا زمانہ دیکھے وہ اس پر ایمان لائے۔ اے

۴ — عبدالمطلب نے کہا:

خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا ہے جس میں نیکو کار کا اس کی نیکی کا بدلہ ملے گا اور بدکار اپنی بدکاری کی سزا پائے گا۔ اے

ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدالمطلب — توحید نبوت

اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔ نیز سیوطی نے بھی اپنی کتابوں میں عبدالمطلب

کے انہی عقائد کا ذکر کیا ہے۔ پس ابو طالب نے جب یہ کہا تھا کہ "عبدالمطلب

لے زرقانی، شرح لاہب الدنیا، جلد ۱۰، ص ۱۰۶، شرتی: ملل و نحل، فصل ۳

حاشیہ صفحہ ۲۲۵، سید بن طاووس، حرافت صفحہ ۸۵، ابوالحسن ثریب:

ضیاء العالمین، جلد ۱، صفحہ ۳۵۳

۵۔ سیوطی کی کتابوں کے نام یہ ہیں: سالک الخفاف، درج المنید، مقامات

السندریہ، تعظیم المنیۃ، نشر العلیین۔

کے مذہب پر تو ان کا دعویٰ تھا کہ میں بھی اپنے والد عبدالمطلب کی طرح توحید، نبوت اور قیامت پر اعتقاد رکھتا ہوں۔ پس یہ کہ جا سکتا ہے کہ ابو طالب نے یہ تمام اصول و مبادی تسلیم کر لیے تھے۔ نیز اب اس بات پر سلسلہ تفصیل کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی تمام عمر نبی رحمت محمد مصطفیٰؐ کی دعوت و تبلیغ کی تصدیق اور تائید کرنے میں گزاری ہے۔

آخری آیت پر ایک نظر

زیر بحث آیت یوں ہے:

اے پیغمبر! تم جس کو چاہو راہ ہدایت پر نہیں لاسکتے لیکن خدا جس کو چاہے راہ ہدایت پر لاسکتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔ اب تک ہم نے اس سلسلے میں جو وجوہ بیان کی ہیں، شاید ان سے سردارِ مکر ابو طالب کا کفر ثابت کرنے کے لیے آیاتِ قرآنی سے کیے جانے والے استدلال کا غلط ہونا قارئین پر واضح ہو گیا ہو۔ اب صرف تیسری اور آخری آیت ہی رہ گئی ہے۔ لہذا ہم اس کے مفہوم کا ایک جہ تازہ پیش کرتے ہیں:

یہ آیت قرآن مجید کی دو آیات کے درمیان اس طرح واقع ہے:

پہلی آیت:

ان (مومنوں) نے جب کسی سے کوئی بری بات سنی تو اس

سے الگ رہے اور صاف کہہ دیا کہ ہماری کوئی جائے لیے

اور تمہاری کوئی تمہارے لیے ہے۔ پس تمہیں سلام کہ ہم

۱۔ سورہ قصص، آیت ۵۶

جہلوں کی صحبت نہیں چاہتے ہیں۔

زیر بحث درمیانے آیت:

(اے پیغمبر!) تم جس کو چاہو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے، لیکن خدا جس کو چاہے راہ ہدایت پر لا سکتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔

تیسری آیت:

(اے رسول!) کفار تم سے کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچکے جائیں تو کیا ہم نے انہیں امن کی جگہ حرم مکہ میں نہیں رکھا جہاں ہماری بارگاہ سے ہر قسم کے چل روزی کے واسطے چلتے ہیں لیکن بہت سے لوگ یہ جانتے ہی نہیں ہیں۔

ان میں سے پہلی مومنوں کی تعریف میں ہے۔

تیسری آیت میں خدا نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اس خوف سے ایمان نہیں لاتے تھے کہ مکہ سے اغواء کر لیے جائیں یا قتل و غارت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

پس ان آیات کے سیاق اور سرائے بیان سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ زیر بحث درمیانی آیت میں خدا نے تعالے کا قصد یہ ہے کہ جی ہدایت یا لوگوں کا ذکر اس سے پہلی آیت میں آیا ہے ان کا حال بیان کرے اور یہ بتائے کہ ان کی ہدایت کا تعلق رسول اکرم کی دعوت سے نہیں بلکہ خدا نے تعالیٰ کی مطہیت اور ارادہ سے ہے اور اسی پر قائم ہے۔ بلاشبہ

یہ ہدایت جبر کی شکل میں نہیں بلکہ ایک قسم کی توفیق ہے جیسے کہ گمراہ لوگوں کے معاملے میں خدا کے ارادے کا مطلب ایک قسم کی ذلت اور خواری ہے جو خدا کی طرف سے گمراہ شخص پر آگئی ہے اور اس میں بھی کوئی جبر نہیں ہوا لیکن اگر دعوت پہنچانے میں پیغمبر کا کردار ہدایت ملنے کے ایک عامل کا ہو تو اس کی یہ صورت ہوگی جو مندرجہ ذیل آیت میں بیان ہوئی ہے:

پس اگر تم مرتد بن کر دو گے تو میں رسول پر اتنا ہی واجب ہے جس کے وہ ذمہ دار بنائے گئے ہیں اور جس کے مزارعہ تم بنائے گئے ہو وہ تم پر واجب ہے۔ اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسول پر تو صرف صاف صاف طور پر احکام کا پہنچانا ہی فرض ہے۔ لہٰذا اس بیان سے واضح ہوتا ہے:

(اے پیغمبر!) تم جس کو چاہو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے لیکن خدا جس کو چاہے راہ ہدایت پر لا سکتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔ یہ آیت ابوطالب کے وقت آخر رسول اکرم کی طرف سے دعوت اسلام دینے اور ان کے اس سے انکار کرنے اور پیغمبر عبدالمطلب کے مذہب پر کھنے کی روایت سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی۔ اس کی بجائے اس سے پہلے اور اس کے بعد کی آیتوں کے مضمون کے مطابق اس کا مضمون یہ ہے کہ ہدایت خدا ہی سے ملتی ہے اور پیغمبر اکرم صرف وسیلہ ہدایت ہیں۔ یعنی وہ کسی

شخص کو ہدایت کا پیغام دینے کے ذمہ دار ہیں اور اس کو ہدایت یافتہ بنانے کے ذمہ دار نہیں ہیں جیسا کہ متعدد جہ ذیل آیات سے یہ بات پوری طرح سے روشن ہو رہی ہے:

پس مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس خدا کی پرستش کروں جس نے اس شجرہ (نک) کو عزت و حرمت دی اور ہر چیز اسی کی ہے۔ مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو رہوں اور قرآن پڑھا کروں۔ پھر جو شخص راہ ہدایت پر آیا تو وہ خود اپنے نفع کے لیے ہدایت پر آیا اور اگر کوئی گمراہ ہوا تو تم کہہ دو کہ میں تو بس ایک ڈرانے والا ہوں۔ اے اسی ذیل میں یہ بھی ہے کہ شیطان گنہگاروں کے اعمال ان کو سبھا کر دکھاتا ہے:

اگرچہ شیطان انہیں جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو کہ شیطان نے ان کے اعمال ان کو سبھا کر دکھائے اور اس کے بعد خدا کا راستہ ان پر بند کر دیا۔ لہٰذا شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے اور خدا کی یاد ان کے دلوں سے بھلا دی ہے۔ لہٰذا

لہٰذا سورۃ نمل - آیت ۹۱-۹۲

لہٰذا سورۃ لقمان - آیت ۲۱

لہٰذا سورۃ نمل - آیت ۲۴، سورۃ عنکبوت - آیت ۳۸

لہٰذا سورۃ مجادلہ - آیت ۱۹

۲۴۰

بے شک جو لوگ راہ ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی اس سے پھر گئے۔ شیطان ان کے کام انہیں خوبصورت کر کے دکھاتا ہے اور انہیں لمبی چوڑی آرزوؤں سے فریب دیتا ہے۔ لہٰذا

علاوہ انہیں عقیل، ابن عدی، ابن مردویہ، ویلی، ابن عساکر اور ابن حبان نے عمر بن خطاب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: مجھے مبلغ اور داعی کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہے۔ راہ ہدایت پر لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اسی طرح ابلیس بھی (برے) اعمال کو سبھا کر دکھانے والے کی حیثیت رکھتا ہے، مگر اہل ان کے اختیار میں نہیں ہے۔ لہٰذا

پس سورۃ قصص کی زیر بحث آیت ۵۶ بھی قرآن کی ان دیگر آیات کی طرح ہے جو ہدایت اور گمراہی کو خدا نے تعالیٰ کے ارادے سے نسبت دی ہے۔

۱۔ اے پیغمبر! ان کو راہ ہدایت پر لانا تمہاری ذمہ داری نہیں لیکن خدا جسے چاہے راہ ہدایت پر لے آئے۔ لہٰذا

۲۔ (اے رسول!) اگر تم ان کی ہدایت کے خواہشمند ہو تو بھی خدا جسے

مگر اہل میں چھوڑ دے اسے ہدایت نہیں کرے گا۔ لہٰذا

لہٰذا سورۃ محمد - آیت ۲۵

لہٰذا مجمع الزوائد، شیشی ۴ جامع الصغیر، بیروتی

لہٰذا سورۃ بقرہ - آیت ۷۷، سورۃ نمل - آیت ۳۷

۲۴۱

۳۔ (اے رسول!) کیا تم ہمسرے کو (قرآن) سنا سکتے ہو یا
اندھے کو اور اس شخص کو جو کھلی گمراہی میں پڑا ہو۔ راستہ
دکھا سکتے ہو؟ ۱۵

۴۔ (اے رسول!) تم (دل کے) اندھوں کو ان کی گمراہی سے
رنکان کر، سیدھے راستے پر نہیں لاسکتے۔ ۱۶

۵۔ (اے مسلمانو!) کیا تم اس (منافق) کو راہِ راست پر لانا چاہتے
ہو کہ جسے خدا نے گمراہ کر دیا ہے؟ ۱۷

۶۔ (اے رسول!) کیا تم (دل کے) اندھوں کو راستہ دکھا سکتے
ہو جبکہ وہ ہمیں دیکھتے؟ ۱۸

۷۔ جسے خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو
وہ گمراہ کرے تو پھر تم اس کا کوئی سرپرست رہنا برگز
نہ پاؤ گے۔ ۱۹

۸۔ بے شک خدا جسے چاہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے
اور جو شخص توبہ کرے اس کو ہدایت فرماتا ہے۔ ۲۰

۱۵	سورۃ زمر - آیت ۴۰	۱۶	سورۃ نمل - آیت ۸۱
۱۷	سورۃ نمل - آیت ۸۸	۱۸	سورۃ یونس - آیت ۲۳
۱۹	سورۃ کہف - آیت ۱۷	۲۰	سورۃ رعد - آیت ۲۷

۹۔ پس خدا جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور
جسے چاہتا ہے اسے ہدایت کرتا ہے اور وہ عزت والا
حکمت والا ہے۔ ۲۱

۱۰۔ لیکن خدا تو جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جسے
چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ ۲۲

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو سب کی سب
انسانوں کی ہدایت اور گمراہی کو خدا نے تعالیٰ سے اس طرح نسبت دیتی
ہیں کہ وہ ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے۔

اسی بنا پر مندرجہ ذیل آیات میں بھی دو چیزیں (ہدایت اور گمراہی)
خدا نے تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہی ہیں۔ جن میں ان کو انسانوں
سے نسبت دی گئی ہے:

۱۔ جو شخص راہِ ہدایت پر آیا ہے وہ اپنے ہی لیے راہِ ہدایت
پر آیا ہے اور جو شخص گمراہ ہو جائے وہ اپنے آپ کو ہی
نقصان پہنچاتا ہے۔ ۲۳

۲۔ تم کہہ دو کہ جب سچی بات تمہارے پروردگار کی طرف
سے نازل ہو چکی تو اب جو چاہے ایمان لاتے اور جو
چاہے کفر اختیار کرے۔ ۲۴

۱۵	سورۃ ابراہیم - آیت ۴	۱۶	سورۃ نمل - آیت ۹۳
۱۷	سورۃ یونس - آیت ۱۰۸ + سورۃ زمر - آیت ۴۱	۱۸	سورۃ کہف - آیت ۲۹
۱۹	۲۲۳		

۳۔ قرآن تو دنیا کے تمام لوگوں کے لیے بس ایک نصیحت ہے، مگر یہ تم میں سے اسی کے لیے (نصیحت) ہے جو سیدھے راستے پر چلے۔ ۱۵

۴۔ جو راہ ہدایت پر آیا تو وہ اپنے فائدے کے لیے آیا اور جو گمراہ ہوا اس نے اپنے آپ کو ہی بگاڑا۔ ۱۶

۵۔ جو شخص راہ ہدایت پر آیا تو وہ اپنے فائدے کے لیے آیا اور جو گمراہ ہوا (وہ جانے) پس اسے پیغمبر! کہہ دو کہ میں تو بس ایک ڈرانے والا ہوں۔ ۱۷

۶۔ یہی (کافر) ہیں جنہوں نے ہدایت کے عوض گمراہی خریدی اور اس سودے میں انہوں نے کوئی نفع نہیں کسایا۔ ۱۸

۷۔ ایک گروہ نے ہدایت پائی اور ایک گروہ پر گمراہی سوار ہو گئی۔ ۱۹

۸۔ اے رسول! کہہ دو کہ جس نے ہدایت پائی اور جو صریحاً گمراہی میں پڑا اس سے میرا پورا دگا رہنمائی و انصاف ہے۔ ۲۰

۱۔	سورۃ تکویر - آیت ۲۸	۲۔	سورۃ بنی اسرائیل - آیت ۱۵
۳۔	سورۃ نمل - آیت ۹۲	۴۔	سورۃ بقرہ - آیت ۱۶
۵۔	سورۃ اعراف - آیت ۳۰	۶۔	سورۃ قصص - آیت ۸۵
۷۔	سورۃ قصص - آیت ۸۵		

۹۔ اگر تم نیکی کرو گے تو وہ اپنے فائدے کے لیے اور اگر تم بدی کرو گے تو بھی اپنے ہی لیے کرو گے۔ ۱۵

۱۰۔ پس اگر وہ ایمان لائے پس تو پھر انہوں نے ہدایت پائی ہے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو (اے رسول!) تمہارا فرض صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ ۱۶

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس موضوع سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس دلیل کی بنا پر جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور اس دلیل کی بنا پر جو ایک موقع پر فعل خدا کے تعلق سے نسبت دینے اور دوسرے موقع پر عامل ہدایت (پیغمبر، مختار، امام، انسان) سے نسبت دینے کی صحت کے بارے میں ہے، ان دونوں مطالب میں کوئی تناقض موجود نہیں ہے۔

سورۃ قصص کی زیر بحث آیت (۵۶) اپنے سے پہلی آیات کے زمرے میں ہے اور سیاق مطالب کے لحاظ سے یہ مومنوں کے ذکر سے مربوط آیات کے بعد آئی ہے۔ لیکن پہلی آیات میں جس مفہوم کا ارادہ کیا گیا ہے اسے ثابت کرنے اور یہ بتانے کے لیے کہ جن ہدایت یافتہ لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی ہدایت خدا کے تعالیٰ سے منسوب ہے اور اس بنا پر ان کی مرثشت اور فطرت الگ ہے۔ لہذا اس آیت کا

ابوطالب سمیت کسی بھی دم انسان کے ساتھ کوئی خاص ارتباط نہیں ہے پس اس آیت کو اس سے پہلی آیت کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو اس میں سے ابوطالب کے ایمان کے بارے میں ایک واضح ثبوت ملتا ہے۔ اور لوگوں کے دامن تمام مناسب یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر اس کے بارے میں ان غیر معقول اور بے کار اقوال کی جانب توجہ دیے بغیر کی جائے جو اس سے پیشتر نقل کیے گئے ہیں یا بعد میں نقل کیے جائیں گے۔

اس آیت کے بارے میں دو سری مورد بحث بات یہ ہے کہ اس سے پہلی اور بعد کی آیات کے مطالب کے ساتھ رابطے کے بغیر فقط اس آیت کے متعلق کی جانے والی سبھی روایات منسل ہیں مثلاً وہ روایت جو عبد بن حمید، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ سے نقل کی ہے کہ اس نے کہا:

جب ابوطالب کی وفات کا وقت آپؐ پہنچا تو رسول اکرمؐ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا: "اے چچا! کیجیے لا الہ الا اللہ تاکہ میں قیامت کے دن اس کلمہ کے ذریعہ خدا کے تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے فائدے کے لیے شہادت دے سکوں۔ ابوطالب نے کہا: اگر قریش مجھے ملامت نہ کرے اور یہ نہ کہیں کہ اس (ابوطالب) کو موت کے علاوہ کسی چیز نے اس کام پر آمادہ نہیں کیا تو میں یقیناً یہ کلمہ — لا الہ الا اللہ — کہہ کر تمہاری آنکھیں روشن کر دیتا ہوں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اے پیغمبر! تم جسے چاہو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔۔۔۔۔"

لے تفسیر و تفسیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۳

ابوہریرہ ایسی روایت کیسے کر سکتا ہے جبکہ ابوطالب کی وفات کے وقت وہ خود یمن میں قبیلہ دوس کے کافر بھکاریوں میں سے تھا جو سر سے پاؤں تک بدن خنثی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور لوگوں کے دامن تمام تمام کر آہ و زاری کے ساتھ بھیک مانگتا تھا۔ پھر اس بات پر بھی متفق ہیں کہ ابوہریرہ نے ہجرت کے ساتویں سال (جنگ خیبر کے زمانے میں) اسلام قبول کیا۔ پس ابوطالب کی وفات کے وقت وہ مکہ میں تھا کہاں؟ اور اس روایت کے ساتھ اس کا واسطہ ہی کیا ہے؟ مگر اس نے اپنی روایت میں سچ بھی کہا ہو تو پھر ضرور اس نے یہ روایت کسی شخص سے نقل کی ہے کہ جس کا نام اس نے نہیں بتایا۔ ابوہریرہ نے مجاہد گوئی اور فریب کاری سے بہت کام لیا اور بہت سی ایسی باتیں روایت کی ہیں جن کے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ جب وہ بات کہی گئی وہ موجود تھا اور اس کا شاہد ہے۔ حالانکہ اس نے ایسی کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص ابوہریرہ کی ایسی جھوٹی روایات سے مطلع ہونا چاہے تو اسے سید عبد الحسین شرف الدین عاملی کی تالیف "ابوہریرہ سے رجوع کرنا چاہیے" اسی طرح کی دیگر روایات میں سے ایک دیکھئے جسے ابن مردودہ اور دوسرے راویوں نے ابوسہل سری کے طریق سے اس نے عبد القدوس کی سند سے اس نے ابوصالح سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:

سورۃ قصص کی آیت ۵۶: "اے پیغمبر! تم جسے چاہو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔۔۔۔۔" ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے رسول اکرمؐ

نے ابوطالب سے اصرار کیا کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ جب ابوطالب نے اس سے انکار کیا تو خدا نے تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ لہٰذا اس حدیث کا راوی ابوسہل سری۔ جھوٹے حدیث سازوں میں سے ہے جو احادیث کی روایت میں چوری بھی کیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس کے دوسرے راوی۔ عبدالقدوس ابوسعید دمشقی۔ کا شمار بھی جھوٹے راویوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا

اس روایت کا ظاہر بھی سابقہ روایت کی طرح راوی کے اس واقعہ کا عینی شاہد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ ابن عباس رسول اکرمؐ کی ہجرت سے یمنی سال قبل پیدا ہوئے۔ بنا بریں ابوطالب کی وفات کے وقت وہ شیرخوار بچے تھے، لہٰذا اس واقعہ کے شاہد نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا باغرض یہ روایت درست بھی ہو تو یہ معلوم نہیں کہ ابن عباس نے کہاں اور کس طرح اپنے یہ الفاظ کسی ایسے شخص سے منسوب کیے۔ جسے ہم نہیں جانتے۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدینت راویوں نے اس شخص کا نام اس کی حیثیت کمزور ہونے کی بنا پر حذف کر دیا ہو جیسے کہ بہت سے مؤلفین نے ابوسہل سری اور عبدالقدوس وغیرہ کو ایسی جھوٹی روایتوں میں سے ان کے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کی خاطر حذف کر دیا ہے :

لہٰذا تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۳۳ لہٰذا التذییر جلد ۵ صفحہ ۲۳۱

لہٰذا التذییر جلد ۵ صفحہ ۲۳۸

لہٰذا اصحاب جلد ۲ صفحہ ۳۳۱

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جبرالامت۔ ابن عباس نے اپنی زبان ایسی غلط باتوں سے ہرگز آلودہ نہیں کی ہے۔ اگر وہ ابوطالب کی وفات کی کیفیت کے بارے میں کسی سے کچھ نقل کرنا چاہتے بھی تو ان کے لیے متنا یہ تھا کہ وہ وہی بات نقل کرتے جو ان کے والد نے کسی کو میں نے سنا، ابوطالب اپنی وفات کے وقت شہادتین کا ذکر اپنی زبان پر لگائے۔ لہٰذا بلکہ اس سے بھی زیادہ مناسب یہ تھا کہ ابن عباس اس بابے میں اپنے ظاہر چھاندا بھائی رسول اکرمؐ کا ارشاد لکھ یا اپنے پاک چچا زاد بھائی امام علیؑ کا قول روایت کرتے۔ لہٰذا

ابن عباس نے یہ روایت نہیں کی اور وہ کیونکر یہ بات کہہ سکتے تھے؟ کیا ابن عباس ہی ابوطالب کے اس قول کے راوی نہیں ہیں کہ انھوں نے رسول اکرمؐ کو مخاطب کر کے کہا: اے میرے سردار! اٹھیے اور جو کچھ کہنا آپ پسند کرتے ہیں وہ کہیے۔ نیز اپنے پروردگار کا پیغام دوسروں تک پہنچائیے۔ کیونکہ آپؐ بچے ہیں اور بچے فرار دینے لگتے ہیں۔ لہٰذا

دیگر روایات میں سے ایک وہ ہے جو مذکورہ بالا ابوسہل سری (دروغ گو) نے عبدالقدوس (کذاب) کے طریق سے اس نے نافع سے اور اس نے ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا :

لہٰذا دیکھیے اس کتاب کا صفحہ ۱۱۱ سطر ۴

لہٰذا دیکھیے اس کتاب کا صفحہ ۱۱۲ سطر ۵ لہٰذا دیکھیے اس کتاب کا صفحہ ۱۱۱

سطر ۹ لہٰذا دیکھیے اس کتاب کا صفحہ ۱۱۷ سطر ۹

اسے پیغمبر اتم جسے چاہو راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے
 سورۃ قصص کی یہ آیت (۵۶) ابوطالب کے متعلق ان کی وفات کے
 وقت نازل ہوئی۔ رسول اکرمؐ اس وقت ابوطالب کے سر ہانے موجود تھے
 اور کہہ رہے تھے: اے چچا! کہو لا الہ الا اللہ تاکہ میں قیامت کے دن
 اس کے بدلے میں تمہاری شفاعت کر سکوں۔

ابوطالب نے کہا: میری وفات کے بعد قریش کی عورتیں مجھے ملات
 کہیں گی کہ میں نے موت کے ڈر سے ایسا کیا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی۔
 شاید ابن عمرؓ نے اپنی روایت میں خود اس مجلس میں موجود ہونے کا
 دعویٰ نہ کیا ہو اور انہیں یہ دعویٰ کرنا بھی چاہیے۔ کیونکہ ان کی پیدائش
 رسول اکرمؐ کی بعثت سے تقریباً تین سال بعد ہوئی اور اس وقت وہ
 سات سال کے تھے۔ اس بنا پر وہ موقع پر اپنی موجودگی کا دعویٰ نہیں
 کر سکتے اور فطری طور پر اس عمر کا شخص ایسی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا بلکہ
 لہذا یہ ضروری ہے کہ ابن عمرؓ نے اس بارے میں کسی ایسے شخص سے سنا ہو
 جو اس مجلس میں موجود تھا۔ پھر ایسا شخص فوت ہونے والے کے فرزند یعنی
 امیر المؤمنین علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور جو کچھ ان سے
 نقل کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو پاکیزہ کلمات کے باب میں بیان ہو چکا ہے۔
 ان کے علاوہ ایسا شخص ابوطالب کا کوئی اور بیٹا یعنی طالب جعفر یا عقیل

۱۔ تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۱۳۳

۲۔ اصحاب جلد ۲ صفحہ ۲۴۷

۲۵۰

بھی ہو سکتا ہے، جبکہ اس بارے میں ان میں سے کسی کا کوئی قول نقل نہیں کیا
 گیا گیا۔ اسی طرح اس موقع پر حاضر وہ شخص ابوطالب کے بھائی یعنی عباس
 بھی ہو سکتے ہیں جن کا قول ہم پیشتر نقل کر چکے ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر
 ابوطالب کے بھتیجے یعنی رسول اکرمؐ ہیں اور اس بارے میں ان کے ارشاد
 ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ پس ان سب عینی شاہدوں کے علاوہ ابن عمرؓ نے یہ بات
 کس سے سنی اور اس کا نام کیوں حذف کر دیا گیا ہے؟ وہ اپنی روایات
 میں سے ایک میں ابوہریرؓ کو ابوطالب کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں؟
 جبکہ کسی دوسرے نے ایسا نہیں کہا۔ کیا راویوں کے درمیان کوئی ایسا شخص
 موجود ہے جس نے یہ جھوٹ موٹ کی روایت ان کے سر نقوب دی؟ بس
 حسن ظن رکھیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ پوچھیں۔

اس بیان پر یہ اضافہ کر دیجیے جو زیر بحث آیت کی شان نزول کے
 متعلق مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے۔ لے اگر ان دونوں کی روایات مستند
 ہیں تو پھر یہ روایات جو ہم نے نقل کی ہیں۔ ان کا کیا بنے گا؟ یا یہ کہ
 انہوں نے بھی یہ بات نامعلوم اشخاص سے سنی ہے؟ الحاصل کہ ایسی
 مرسل احادیث کو کسی طرح سے بھی ابوطالب کی تکفیر جیسے اہم معاملے
 میں دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ جبکہ خود رسول اکرمؐ امام علیؓ اور
 دوسری بزرگوار ہستیوں کی زبانی ان کا ایمان ثابت ہو چکا ہو اور انہوں
 نے رسول اکرمؐ کی خاطر بے پناہ قربانیاں دی ہوں اور قاطع دلائل کے

۱۔ تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۳

۲۵۱

ساتھ ان کا دفاع کیا ہو۔

سورۃ قصص کی مذکورہ آیت (۵۶) کو ابوطالب اور عباسؓ کے درمیان تقسیم کرنے یعنی اس کے پہلے حصے کو ابوطالب کے متعلق اور دوسرے حصے کو عباسؓ کے بارے میں قرار دینا تفسیر بالرائے ہے جو صرف قتادہ کی ایک روایت پر مبنی ہے جسے بعض لوگوں نے حدیث مرسل کے طور پر بیان کیا اور اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے کیونکہ اس پر بھی کا اتفاق ہے کہ عباسؓ — ابوطالبؓ کی وفات پر اس آیت کے نزول سے کئی سال بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ اس تمام گفتگو کے بعد آپ زجاج کے اس قول کی قیمت سمجھ جائیں گے جو کہتا ہے: مسلمان اس آیت (زیر بحث) کے بارے میں اتفاق نظر رکھتے ہیں کہ یہ ابوطالبؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نیز اسی طرح قرطبی بھی اسی بات کا قائل ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے:

ہم یہ کہیں تو بہتر ہو گا کہ ممتاز مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابوطالبؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے! لہٰذا دیکھو کہ وہ خدا پر کس کس طرح کی جھوٹی ثمت باندھتے ہیں اور یہی فعل کھلا ہوا گناہ ہے۔ لہٰذا

لے تفسیر قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۹ + تفسیر منثور جلد ۵ صفحہ ۱۳۳

لے تفسیر قرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۹ لے سورۃ نسا۔ آیت ۵

نقل حدیث میں غلط بیانی

حدیث صحیحہ

ابوطالبؓ کے مخالفین کے ترکش میں اعتراضات کے جتنے بھی تیر تھے یہاں تک پہنچتے پہنچتے وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ ہم نے شیخ بطحاؒ پر الزام اعتراض کے ان سب تیروں کا زور دار جواب دے کر انہیں خاک اور پھولوں کی طرح اڑا دیا ہے۔ اب صرف حدیث صحیحہ ہی رہ گئی ہے جس کے بارے میں ابوطالبؓ کے دشمنوں نے بہت وادلا مچا رکھا ہے اور ہم خدا نے تعالیٰ کی مدد سے اس کا بھی ٹھیک ٹھیک جواب دیں گے۔

بخاری اور مسلم نے سفیان ثوری کے طریق سے اس نے عبد الملک بن مریر سے اور اس نے عبد اللہ بن عاریث سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے رسول اکرمؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے چچا ابوطالبؓ جو آپ کی حمایت کرتے اور آپ کے دشمنوں پر غصہ کرتے تھے — آپ نے ان کا حق کیسے ادا کیا؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

وہ (ابوطالب) جہنم کے ایک گڑھے میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ اس کے
سب سے گہرے کنوئیں میں ہوتے۔

ایک اور روایت میں اس نے کہا:

میں نے رسول اکرمؐ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوطالب نے آپ
کی حفاظت اور مدد کی تھی — کیا انہیں ان کوششوں کا کوئی فائدہ پہنچا؟
آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں! میں نے ابوطالب کو جہنم کے شعلوں
میں پایا تو انہیں وہاں سے نکال کر ایک گڑھے میں ڈال دیا۔

بیٹ کہتا ہے کہ یزید بن ہاد نے عبداللہ ابن خطاب سے اور اس نے
ابوسعید سے روایت کی ہے کہ اس نے رسول اکرمؐ سے سنا:

امید ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت ابوطالب کے لیے سودمند
ثابت ہوگی۔ تب انہیں تیز شعلوں سے نکال کر جہنم کے ایک گڑھے میں ڈال
دیا جائے گا۔ جس کی آگ ان کے پاؤں کے ٹخنوں تک ہوگی۔ پھر بھی اس
کی پیش سے ان کا مغر صرا بل پڑے گا۔

بخاری نے یزید بن ہاد سے عبدالعزیز بن محمد داراوردی کے طریق سے
یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے لیکن صرف اتنا فرق ہے کہ اس
گڑھے کی آگ کی پیش سے ابوطالب کا سارا مغر نہیں اسکا نیچے کا حصہ خوش کھاتا ہے۔

بحہ صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۴۲۔ ابواب المناقب فقہ ابوطالب۔ جلد ۹ صفحہ ۹۲
کتاب الادب باب کینه المشرک۔ صحیح مسلم۔ کتاب الایمان + طبقات ابن سعد
جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ (مصر) + مسند احمد حنبلی جلد ۶ صفحہ ۲۰۶ + عیون الاثر
جلد ۱ صفحہ ۱۳۲ + تاریخ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۵

علامہ ابنی کہتے ہیں:

ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ سفیان ثوری کے بارے میں بحث کریں۔
کیونکہ پہلی آیت کے ذیل میں ہم اس کے متعلق لکھ آئے ہیں کہ وہ بے اعتبار
راویوں کی روایات اور مفتوی اقوال کے نقل کرتا تھا۔ لہ
اسی طرح ہم عبدالملک بن غیر غمی کوئی کے بارے میں بھی کوئی معارفہ
نہیں کریں گے جو بڑی عمر اور کمزور حافظے کا آدمی تھا۔ اس کے بارے میں
محدثین کی آراء یہ ہیں:

- ابوحاتم نے کہا: وہ علم حدیث کا ماہر نہیں ہے۔ اسکا نظریہ حزاب تھا۔
- احمد حنبلی نے کہا: وہ بہت پور تھا اور غلطیاں کرنے والا تھا۔
- ابن معین نے کہا: وہ روایات کو غلط ملط کر دیتا ہے۔
- ابن خراش نے کہا: شعبہ اس سے خوش نہ تھا۔
- کویج نے کہا: احمد حنبلی — عبدالملک کو قطعی طور پر بے اعتبار
سمجھتا تھا۔ لہ

ہم اس روایت کے تیسرے راوی عبدالعزیز داراوردی کے بارے
میں کوئی بات نہیں کہتے اور محدثین کی آراء پیش کیے دیتے ہیں:

- احمد حنبلی نے کہا: اگر وہ اپنی حفظ کی ہوئی حدیث بیان کرے تو
کوئی خطرے کی بات نہیں، اگر وہ کسی کتاب سے کوئی روایت نقل

کرے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن جب وہ خود کسی سے روایت کرتا ہے تو غلط باتیں کہتا ہے۔

○ ابو حاتم نے کہا: اس (عبد العزیز دارادری) کی روایت کو حجت اور دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

○ ابو زرہ کہتا ہے: اس کا حافظہ خراب تھا۔

یہاں تک راویوں کی بات کہ ہم نے اپنی طرف سے ان پر کوئی تنقید نہیں کی ہے۔ اسی طرح ہم ان روایات کے معنایں کے تناقض کی طرف بھی اشارہ نہیں کرتے کہ ایک جگہ لفظ "امید" کہا گیا اور اس سے یہ توقع پیدا ہوتی ہے کہ رسول اکرم کی شفاعت سے ابوطالب کا عذاب قیامت تک کے لیے مل گیا ہے۔ اس کے بعد یہ "امید" بھی ہو سکتی ہے کہ اسی شفاعت کی بنا پر ان کا عذاب کم ہو کر "مخضاج" یعنی جہنم کے ٹھوسے کے درجے پر آجائے گا۔ جبکہ ایک اور جگہ پر کہا گیا ہے کہ رسول اکرم نے ابوطالب کو آگ کے شعلوں میں پایا اور آپ اپنی شفاعت کے ذریعہ انہیں جہنم کے ایک ٹھوسے میں لے آئے۔

ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ راویوں کی بے اعتباری کے جمیلوں کو پیش کر دیں یا روایتوں کے ان تناقضات کو اپنا موضوع بنائیں۔ اس کی بجائے ہم یہاں ایک ہی بات کہتے ہیں اور وہ یہ کہ ابوطالب کی وفات کے وقت رسول اکرم نے ان کے لیے اپنی شفاعت کو کلمہ شہادت

لے میزان الاعتدال جلد ۲- صفحہ ۱۲۸

۲۵۶

الا للہ الا اللہ، پڑھنے سے مشروط کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"اے چچا! لا الہ الا اللہ کہیے کیونکہ یہ وہ کلمہ ہے جس

کے ذریعے میں آپ کی قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔"

یہ وہی صورت ہے جیسا کہ آپ نے شفاعت کو کل طور پر کلمہ شہادت کے پڑھنے سے وابستہ کر دیا تھا۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں اور ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ عبد اللہ بن عمر کی روایت

عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت ہوتی ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا: (نہا کی جانب سے) مجھے کہا گیا کہ سوال کرو اور عامانگو۔ کیونکہ ہر پیغمبر نے اسی طرح سوال کیا اور دعا مانگی ہے۔ تاہم میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن تک تاخیر میں ڈال دیا۔ وہ دعا یہ ہے کہ تم میں سے جو کوئی خدا سے تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت دے میں اس کی شفاعت کروں گا۔

یہ حدیث احمد حنبل نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی ہے۔

لے حاکم، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ + تاریخ البراءات جلد ۱ صفحہ ۱۲۰ + مواہب لدنیہ جلد ۱ صفحہ ۷۱ + مشعشع النعمۃ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ + کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۲۸ + شرح مواہب جلد ۱ صفحہ ۲۹۱

۳۔ ابو ذر غفاری کی روایت

ابو ذر غفاری سے مرفوعہ روایت ہوئی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: مجھے شفاعت کا حق اور اس کی اہلیت عطا ہوئی ہے۔ یہ شفاعت میری امت کے شخص کے لیے ہوگی جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔
بزار نے بھی یہ حدیث بہترین اسناد کے ساتھ روایت کی جس کے سلسلے میں کہیں انقطاع موجود نہیں ہے۔

۳۔ عوف بن مالک شجعی کی روایت

عوف بن مالک شجعی سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: میری شفاعت ہر مسلمان کے لیے ہے۔ وہ مزید کہتا ہے کہ طبری نے یہ حدیث مختلف سلسلوں کے ساتھ نقل کی اور ان میں سے ایک معتبر ہے نیز ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے: شفاعت اس شخص کے لیے ہے جو اس حالت میں مرے کہ اس نے کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

۴۔ انس کی روایت

انس نے بیان کیا ہے کہ خدا نے تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ تم محمد رسول اللہؐ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: اپنا سرا آسمان کی طرف بلند کر کے دعا کیجیے تاکہ آپ کو عطا کیا جائے اور شفاعت کیجیے تاکہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے۔ یہاں تک کہ رسول اکرمؐ سے کہا گیا:

تمہاری امت میں سے جس نے ایک دن بھی غلو ص دل سے لا الہ الا اللہ کہا اور پھر مر گیا۔ میں اس کو بہشت میں داخل کروں گا۔
متذری کہتا ہے: احمد حنبل نے یہ روایت نقل کی ہے اور اپنی کتاب میں اس کے راویوں پر اعتماد اور اعتبار کا اظہار کیا ہے۔

۵۔ ابو ہریرہ کی روایت

ابو ہریرہ سے مرفوعہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: میری شفاعت اس شخص کے لیے ہے جو خالص نیت کیساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہؐ کی شہادت دے۔ جبکہ اس کا دل اس کی زبان کی اور اس کی زبان اس کے دل کی تصدیق کرے۔
اس روایت کو احمد حنبل اور ابن حبان نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ لہ

دور روایتیں

گزشتہ صفحات میں ابو ہریرہ اور ابن عباس سے دور روایتیں نقل کی گئی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے خدا تعالیٰ سے اپنی ماں کے لیے دعائے مغفرت کرنے اور قیامت کے دن ان کی شفاعت کرنے

لہ یہ پانچوں روایات متذری کی کتاب — ترغیب وترہیب جلد ۴ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۵۹ سے ماخوذ ہیں۔

کی اجازت مانگی۔ لیکن پروردگار نے یہ اجازت عطا نہیں فرمائی۔ لہ
سہیلی لکھتا ہے :

صحیح میں منقول ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا : میں نے خدائے تعالیٰ
سے اپنی ماں کے مزار کی زیارت کرنے کی اجازت مانگی اور اس نے مجھے
یہ اجازت دے دی۔ اس کے علاوہ میں نے اس امر کی اجازت بھی مانگی
کہ ان کے لیے مغفرت طلب کروں، لیکن خدائے مجھے اس کی اجازت عطا
نہیں فرمائی۔

مسند نزار میں بریدہ کی سند سے نقل کیا گیا ہے کہ جب رسول اکرمؐ نے
اپنی والدہ کے لیے مغفرت طلب کرنا چاہی تو جبرئیلؑ نے انکار کے طور پر آپ
کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا : ”آپ کسی ایسے انسان کے لیے استغفار نہ کریں
جو مشرک رہا ہے“ پس آنحضرتؐ لمکینی کی حالت میں واپس آ گئے۔ لہ
علامہ ابینی کہتے ہیں :

پس اگر تو حید کی شہادت نہ دینے کی صورت میں بنیادی طور پر
شفاعت کا عدم ہو جاتی ہے یعنی کافر کے نااہل ہونے کی وجہ سے اصولی
عامل سے اس کے لیے شفاعت محال ہے تو پھر عذاب میں کمی کے لیے

لہ دیکھیے اس کتاب کا صفحہ ۲۱۱ روایت ۳-۴

لہ ردوض الماتف جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۴ یا درجہ کہ ہم کسی ایسی روایت کو
چند ماں قابل توجہ نہیں سمجھتے، اس کا ذکر ہم نے اس لیے کیا ہے کہ فرقہ ثنائی
اسے پیسنے سے لگائے بھٹے ہے۔

بھی شفاعت کا عدم ہو جائے گی۔ جیسا کہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں
اس کی نفی کی گئی ہے :

۱۔ جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جہاں نہ ان پر موت
آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ ان کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔
یوں ہم ہر ناشکے کافر کو مراد دیتے ہیں۔ لہ

۲۔ جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے تو پھر نہ ان کے عذاب میں کوئی
تخفیف ہوگی اور نہ ہی وہ اس سے رہائی پائیں گے۔ لہ

۳۔ کافر ہمیشہ لعنت میں گرفتار رہیں گے۔ نہ تو ان کے عذاب میں تخفیف
کی جائے گی اور نہ ان کو اس سے حملت دی جائے گی۔ لہ

۴۔ جو لوگ دوزخ کی آگ میں ہوں گے وہ جہنم کے نگہبانوں سے کہیں
گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ہمارے عذاب کی مدت میں ایک
ہی دن کی تخفیف کر دے۔ وہ کہیں گے کیا تمہارے پیغمبرؐ واضح دلائل
کے ساتھ تمہارے پاس نہیں آئے تھے ؟ دوزخی جواب دیں گے
ہاں آئے تھے۔ تب وہ نگہبان کہیں گے : پس تم خود ہی دعا کرو
حالانکہ کافروں کی دعا تو بس بے کار ہی ہوتی ہے۔ لہ

لہ سورہ قاطر۔ آیت ۳۶

لہ سورہ نمل۔ آیت ۸۵

لہ سورہ بقرہ۔ آیت ۱۶۲ + سورہ آل عمران۔ آیت ۸۸

لہ سورہ موسیٰ۔ آیت ۴۹-۵۰

۵۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ پس نہ ہی ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔ اے

۶۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انہیں فریفتہ کر رکھا ہے، ان کو چھوڑو اور بتادو کہ اگر دہم میں سے کوئی شخص اپنے کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو گیا تو خدا کے علاوہ اس کا کوئی سرپرست اور سفارشی نہ ہوگا۔ پھر اگر وہ (اپنی سزا کے عوض) سارا جہان بھی دے تو وہ قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ ہوئے ہیں۔ انہیں پینے کے لیے کھولتا ہوا بدبودار پانی ملے گا اور ان کے کفر کی سزا کے طور پر دردناک عذاب ہوگا۔ اے

۷۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروہ گردا بنے (میں نام نہ اعمال لیئے، والے (بہشت کے) باغوں میں سے گنہگاروں کو بوجھ رہے ہوں گے آخر تمہیں دوزخ میں کونسی چیز تھسٹ لائی؟... انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کچھ کام نہ آئے گی۔ اے

۸۔ انہیں قیامت کے دن سے ڈراؤ جو غریب آئے والا ہے۔ جب

لوگوں کے کیچے (خوف کے مارے) گلے میں آجائیں گے۔ اس دن ظالموں کا کوئی حمایت کرنے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی سفارش قبول ہو جائے۔ اے

۹۔ ہم جرموں کے گروہ کو جہنم کی طرف ہانک دیں گے۔ وہ سفارش پر بھی قادر نہ ہوں گے۔ مگر جس شخص نے خدا کی بارگاہ سے (سفارش کا) وعدہ لے لیا ہو۔ اے

جن لوگوں کی شفاعت ہوگی اس آیت میں انکو متثنیٰ کیا گیا ہے۔ وعدہ سے مراد کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت اور اس کے تحت عمل کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومنین کے علاوہ کسی کی شفاعت نہیں ہوگی۔ اے

”حدیث مضحاج“ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ (لغوہ باللہ) اوطالب شرک کی حالت میں فوت ہوئے ہیں۔ ہم نے اس حدیث پر جو تفصیل بحث کی ہے اس کے پیش نظر ان کے عذاب میں تخفیف ہونے اور ان کو آگ کے خوفناک شعلوں سے نکال کر۔ جہنم کے ایک چھوٹے گڑھے (مضحاج) میں پہنچانے کے لیے کوئی شفاعت قابل قبول نہیں ہے۔

۱۔ سورۃ مومن۔ آیت ۱۸

۲۔ سورۃ مریم۔ آیت ۸۶-۸۷

۳۔ تفسیر قرطبی جلد ۱۱ صفحہ ۱۵۳ + تفسیر میضائی جلد ۲ صفحہ ۴۸ +

تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ + تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۲۲

۱۔ سورۃ بقرہ۔ آیت ۸۶

۲۔ سورۃ النام۔ آیت ۷۰

۳۔ سورۃ مدثر۔ آیت ۳۸ تا ۴۲-۴۸

کیونکہ یہ حدیث ان تمام آیات اور روایات سے اختلاف کرتی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ پس جو حدیث خدا کی کتاب اور رسول اکرمؐ کی حکم سنت کے خلاف ہو اسے دیوار پر دے مارنا چاہیے جیسا کہ بخاری نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میرے بعد حدیثیں بہت ہو جائیں گی، اس لیے جب تمہارے سامنے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اسے خدا کے تعالیٰ کی کتاب سے ملا کر دیکھ لیا کرو۔ پھر اگر وہ خدا کی کتاب سے موافقت کرے تو اسے قبول کرو اور اگر وہ اس کے خلاف ہو اسے رد کر دو۔ اے

پس یہ بات آپؐ کو دھوکے میں نہ ڈال دے کہ ”حدیث ضعیف“ کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ کیونکہ اس کی کتاب جس کا نام ”میح“ رکھا گیا ہے وہ درحقیقت ناکارہ، ناپسندیدہ اور غلط مطالب سے بھری ہوئی ہے۔ تاہم اس پر ہم کسی فرصت کے وقت گفتگو کریں گے۔ فی الحال ہم اپنی اس بحث کو جو ہمارے سردار ابو طالبؑ کے ایمان کے بارے میں ہو رہی تھی، ان کی شان میں کہے گئے دو قصیدوں کے ساتھ ختم کرتے ہوئے ان کے لیے خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے ہیں۔

پہلا قصیدہ

یہ قصیدہ — فقہ، فلسفہ اور اخلاق کے استاد — عالم بزرگوار

اے میح بخاری

آیت اللہ شیخ محمد حسین اصفہانی نجفی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ شیخ موصوف جو دھویں صدی میں حدیث قدر کے موضوع پر لکھنے والے عظیم شاعروں میں سے ہیں:

مصطفیٰ کے چچا کے دل میں ہدایت کا نور

پوشیدہ ہوتے ہوئے بھی خوب ظاہر ہے

ان کے پوشیدہ ایمان نے ان کا نام اتنا بلند کیا

کہ پاک لوگوں کے ہاتھوں کے علاوہ کوئی اسے چھو نہیں سکتا

وہ — ابو طالبؑ — خاتم النبیینؐ کے کفیل ہیں

انہوں نے پوری قوت سے پیغمبرؐ کی حمایت کی ہے

وہ اپنے زمانے میں پیغمبرؐ کے واحد مددگار تھے

اور پیغمبرؐ کی دعوت کے آغاز میں ان کا مضبوط سہارا

وہ پیغمبرؐ کے قبیلہ (بنی ہاشم) کے سربراہ اور ان کی قوم قریش کے

رہنما تھے

وہی ہیں جو مشکل وقت میں نبیؐ کی مستحکم پناہ گاہ تھے

ابو طالبؑ، عالی قدر اور بلند مرتبہ پیغمبرؐ کی نصرت کے لیے اٹھ

کھڑے ہوئے

حتیٰ کہ اسلام کی بنیادیں محکم اور ستون قائم ہو گئے

انہوں نے پیغمبرؐ کے دفاع میں اپنی پوری کوشش اور ہمت

صرف کر دی

یہاں تک کہ ہدایت دینے والے پیغمبرؐ کا دین روشن ہو گیا

ابوطالب نے کفار قریش کی ایذا رسانی کے مقابلے میں پیغمبر کی حمایت کی

یہ ان کی قوت اور رعب تھا جس نے جابروں کو نیچا دکھایا
فخر کرنے کے لیے ابوطالب کا یہی شرف کافی ہے
کہ انہوں نے خدا کے نبی و رسولؐ کی کفالت کی ہے
پیغمبرؐ کی تعریف میں ابوطالب کی فصیح زبان کے الفاظ
ان کی تلوار سے زیادہ کاٹ کرنے والے ہیں جو پیغمبرؐ کے دشمنوں

پر چسکی

ام القریٰ (مکہ) نے ابوطالب کے نور سے روشنی پائی
وہ نور جو کہہ طور کے نور کی مانند تھا
اور کیوں نہ ہو؟ جبکہ وہ نورانی (ائمہ) کے باپ ہیں
ان سے کئی چاند نکلے اور کئی سورج ابھرے ہیں
ابوطالب شجرۂ ابراہیمؑ کی سب سے پاک شاخ ہیں
اس لیے وہ خاص شرافت اور بجاہت کے مالک ہیں
وہ وصیؑ پیغمبرؐ، علیؑ کے اور جعفر طیارؑ کے باپ ہوئے
اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یہ فخر اور شرف کی انتہا ہے
ابوطالب کے نور سے شہر مکہ روشن ہو گیا
اور نہ صرف مکہ بلکہ زمین و آسمان بھی روشن ہو گئے
یہ ان کی دیاست اور شہادت ہی کا سایہ تھا
کہ جس کی بدولت پیغمبرؐ کا امر رسالت کامل ہو گیا

یہ ان کی حمایت کا ہی نتیجہ تھا کہ اسلام آگے بڑھا
اور یہ ایک ایسی بڑائی ہے جو کسی دوسرے نے حاصل نہیں کی
پیغمبرؐ کا پرچم ابوطالب کی عالی ہمتی سے بلند ہوا
اور ان کے اعلیٰ رتبے کے اظہار کے لیے یہی کافی ہے
یہ ابوطالب ہیں جو تعریف کے مستحق قرار پاتے ہیں
مگر یہ تعریفیں ان کی شان کے بیان سے قاصر ہیں
ابوطالب کی بزرگی اور عظمت ہر تعریف سے بلند تر ہے
لیکن یہ تعریف ہی ان کی وہ یاد ہے جو دلوں کو زندہ کرتی ہے

دوسرا قصیدہ

یہ قصیدہ علامہ حجت شیخ عبدالحسین صادق علی قدس سرہ نے
لکھا ہے، ہم اس کے کچھ اشعار یہاں نقل کرتے ہیں:
اگر ابوطالب نہ ہوتے تو مسلمانوں کی قوت مستحکم نہ ہوتی
اور توحید کا چشمہ اپنے مرکز پر جاری نہ ہوتا
انہوں نے اپنی پوری قوت سے پیغمبرؐ کی حمایت کی اور دفاع
بھی کیا
اور سب شہری دیہاتی لوگوں میں افضل پیغمبرؐ کا دین استوار
ہو گیا

ابوطالب کے بعد شہر مکہ اپنی تمام دستوں کے ساتھ
رسول خدا کے لیے تنگ و تنار ایک ہو گیا تھا

وہ سال جس میں پیغمبرؐ کے چچا ابوطالبؓ اور ان کی بیوی خدیجہؓ کا
کا انتقال ہوا

انہوں نے اس سال کو غم میں گزارا اور دونوں کے لیے روتے رہے
کتنا عظیم ہے اس شخص کا ایمان جس کے لیے مصطفیٰؐ سال بھر روئے ہوں
وہ سال جس کے دن ان کے لیے رات سے بھی زیادہ تاریک تھے
تمام لورانی ہستیاں ابوطالب کی نسل میں ہو کر چمکتی رہیں
جن میں سے پہلے علی مرتضیٰؑ ہیں اور آخری ذخیرۂ خدا مہدیؑ ہیں
یہ ہیں سردار مکہ ابوطالبؓ کی زندگی کے مختلف پہلو اور ان کے خالص
ایمان کی نشانیوں کے تذکرے!

ہم نے ان کو فقط خدا کی رضا کے لیے تحریر کیا ہے تاکہ اہل کتاب
یقین کر سکیں ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو اور اہل کتاب اور
مومنین شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ جو لوگ ان کے بعد آئیں وہ کہیں کہ
میں پروردگار ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنہوں نے ایمان لائے
میں ہمس پر سبقت کی ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہمارے دلوں
میں کوئی بھی نہ آنے دے۔ اے خدا! بے شک تو مہربان اور
رحم کرنے والا ہے۔ اے

۱۔ ان سطور میں سورۃ حدید آیت ۲۷، سورۃ مدثر آیت ۳۱ اور سورۃ
حشر آیت ۱۰ کے مفہیم کو مسلسل لکھا گیا ہے۔

یا صاحب الزمانؑ اد رکنی خدمتگارانِ مکتبِ اہلبیت (ع)

سید حسن علی نقوی

حسان ضیاء خان

سعد شمیم

حافظ محمد علی جعفری

Hassan
naqviz@live.com

﴿ التماس سورۃ الفاتحہ ﴾

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی

سید ابوزر شہرت بلگرامی ابن سید رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی

سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی

سیدہ ام حبیبہ بیگم

حاجی شیخ علیم الدین

شمشاد علی شیخ

مسح الدین خان

فاطمہ خاتون

شمس الدین خان